خواتین شہدائے اسلام

مصنف
محمد یسین سروہی۔ ایم اے، ایم ایڈ

توضیح وتخریج
حافظ عبدالخبیر اویسی

Marfat.com

خواتین شہدائے اسلام

مصنّف

محمد یٰسین سروہی ۔ ایم اے، ایم ایڈ

توضیح و تخریج

حافظ عبدالخبیر اویسی

مُشتَاق بُک کارنر
الکریم مارکیٹ ۔ اُردو بازار، لاہور

Marfat.com

ہماری کتابیں، معیاری کتابیں
خوبصورت اور کم قیمت کتابیں

ناشر: مشتاق احمد

اہتمام: سلمان منیر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ......☆...... خواتین شہدائے اسلام

مصنف ......☆...... محمد یٰسین سروہی۔ ایم اے، ایم ایڈ

توضیح و تخریج ......☆...... حافظ عبدالخبیر اویسی

کمپوزنگ ......☆...... گل گرافکس

پرنٹرز ......☆...... اسد نیئر پرنٹرز لاہور

قیمت ......☆...... 160 روپے

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور

Marfat.com

انتساب

سرورِ کونین خاتم الانبیاء ہادی عالم
جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے نام

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ رب العزۃ کا ارشاد ہے۔

اے ایمان والو! تم کو کیا ہو گیا ہے؟

کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلو (کوچ کرو) تو تم زمین پکڑ لیتے ہو، کیا آخرت کے عوض دنیا کی عارضی زندگی پر ہی ریجھ (فریفتہ ہو) گئے ہو؟ سنو......! دنیا کی زندگی تو آخرت کے مقابلہ میں کچھ یونہی (معمولی) سی ہے۔ اگر تم نے کوچ نہ کیا (اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نہ نکلے) تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک سزا دے گا اور تمھارے علاوہ دوسرے لوگوں کو بدل لائے گا اور

تم اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

Marfat.com

حدیث مبارکہ

عَنْ رَاشِدِبْنَ سَعْدِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَابَالُ الْمُؤْمِنِیْنَ یُفْتَنُوْنَ فِیْ قُبُوْرِھِمْ اِلَّاالشَّھِیْدَ؟ قَالَ کَفٰی بِبَارِقَۃِ السُّیُوْفِ عَلٰی رَاْسِہٖ فِتْنَۃً۔

ترجمہ

سیدنا راشد بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا اے اللہ کے رسول کیا بات ہے کہ سب مسلمان قبر میں آزمائے جاتے ہیں مگر شہید کا امتحان نہیں ہوتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے سروں پر تلوار کی چمک کی آزمائش کافی ہے۔ ﴿رواہ النسائی﴾

Marfat.com

مجاہد کی شان

کبھی میداں میں آتا ہے زرہ پوش
کبھی عریاں و بے تیغ و سناں عشق

کبھی سرمایہ محراب و منبر
کبھی مولا علی خیبر شکن

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال

Marfat.com

فہرست

☆	عنوانات	صفحہ نمبر
☆	مقدمہ	19
☆	**باب 1: خواتین شہدائے اسلام**	29
☆	اسلام میں عورت کا مقام	34
☆	مقام خواتین اور تعلیمات نبوی ﷺ	45
☆	عورت ایک ماں' قرآن کی نظر میں	49
☆	عورت ایک ماں' حدیث ﷺ کی نظر میں	54
☆	عورت ایک بہن	61
☆	عورت ایک بیٹی	65
☆	عورت ایک بیوی	68
☆	خواتین کے کارہائے نمایاں	73
☆	عورت اور تعلیم	73
☆	تعلیم کیا ہے؟	78
☆	علم قبل از اسلام	79

Marfat.com

☆	تعلیم کا مقصد	79
☆	تعلیم وجہالت کا فرق	81
☆	تعلیم سب کے لئے قرآن وسنت کی روشنی میں	83
☆	عورتوں کی تعلیم احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں	87
☆	اسلامی تناظر میں تعلیم کا مفہوم	87
☆	اسلامی نظام تعلیم کی خصوصیات	88
☆	اسلام اور عورت کے معاشی حقوق	90
☆	خواتین کی عسکری خدمات	99
☆	لاثانی خواتین	101
☆	سب سے پہلے حق کی تصدیق	101
☆	اسلام کیلئے سب سے پہلا شہید ہونے والی خاتون	102
☆	ناپاک ارادے کی اطلاع	102
☆	تابوت کارواج	102
☆	میزبانی	103
☆	بحری سفر	103
☆	پہلی طبیبہ	104
☆	غیر مسلموں کے ہدیہ جات کی قبولیت	105
☆	تیمم کی اجازت	105
☆	صلح حدیبیہ	106

Marfat.com

☆	وراثت میں حق	106
☆	پانی کی دستیابی	106
☆	عکرمہ بن ابو جہل کا اسلام	107
☆	ابوطلحہ کا اسلام	108
☆	عثمان بن عفان کا اسلام	108
☆	حُبِّ رسول ﷺ	108
☆	باپ بیٹی	109
☆	بہن اور بھائی	109
☆	اُم ایمن	111
☆	اُم سراقہ	111
☆	شوہر بیوی	112
☆	یوم حرہ	112
☆	عورت کی آزادی	113
☆	خواتین اسلام کا ایثار	113
☆	اُم سلیم کا ایثار	113
☆	سیدہ صفیہ کا ایثار	113
☆	چھوٹی لڑکی بڑا کام	114
☆	خواتین اسلام کی ثابت قدمی	115
☆	مرد و عورت کی فضیلت	116

Marfat.com

☆	تعلیم اور خواتین اسلام	117
☆	اسلام میں عورتوں کے حقوق	118
☆	عورت ناقص العقل	120
☆	**باب2: جہاد فی سبیل اللہ**	122
☆	جہاد اسلام کا نظریہ جہاد	124
☆	فرضیت جہاد	125
☆	جہاد کی تیاری	126
☆	جہاد کی نیت	126
☆	مجاہد کا سامان جنگ	128
☆	جہاد کرنے والوں کے انعامات	130
☆	فلسفہ جہاد	132
☆	جہاد اور اہمیت	136
☆	جہاد کی مصلحت	138
☆	اقسام جہاد	140
☆	اپنے نفس کے خلاف جہاد	141
☆	دشمن کے خلاف جہاد	141
☆	جہاد بالنفس	141
☆	جہاد بالمال	141
☆	ترک جہاد اور اس کا وبال	143

☆	جہاد کی انسانی زندگی پر اثرات	146
☆	جہاد کی صورتیں	149
☆	دفاعی جہاد	149
☆	اقدامی جہاد	150
☆	جہاد کے غرض وغایت	151
☆	اسم الٰہی کی سربلندی	151
☆	مظلوم کی امداد	151
☆	معاہدہ کی پابندی	151
☆	دعوت اسلام	151
☆	انسداد فتنہ	152
☆	آگ سے احتراز	153
☆	دشمن کی بے حرمتی	153
☆	عورتوں کا احترام	154
☆	عبادت خانوں کا احترام	155
☆	املاک کی تباہی	155
☆	لاشوں کا مثلہ	156
☆	قیدیوں سے سلوک	156
☆	جان کی حفاظت	157
☆	مال کی حفاظت	157

Marfat.com

☆	نظریات کی حفاظت	158
☆	رازوں کی حفاظت	159
☆	جن سے لڑائی جائز نہیں	159
☆	فضائلِ جہاد	160
☆	جہاد امام بخاری کی نظر میں	162
☆	اچھا عمل	163
☆	عورتوں کا افضل جہاد	164
☆	جہاد کا نعم البدل	164
☆	دعا	164
☆	جہاد کا صلہ	165
☆	جفاکشی	165
☆	مرہم پٹی	166
☆	دریائی سفر	166
☆	والدین کا حق	167
☆	بچوں اور عورتوں سے سلوک	167
☆	جہاد کے فوائد وثمرات	168
☆	آداب جہاد	169
☆	جہاد سے پہلوتہی کرنے والوں کا انجام	171
☆	فلسفہ شہادت	174

Marfat.com

☆	شہید کے درجات	181
☆	سفر جہاد میں اپنی موت مرنے والا شہید	182
☆	قرآن اور شہید	186
☆	احادیث مبارکہ اور شہید کے فضائل	189
☆	تاریخ اسلام میں عورتوں کا مجاہدانہ کردار	202
☆	ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا	206
☆	ام ورقہ بن نوفل	206
☆	غزوہ احد میں خواتین اسلام	206
☆	سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا	208
☆	سیدہ حمنہ رضی اللہ عنہا بنت جحش کی دلیری	209
☆	سیدہ ہند رضی اللہ عنہ بن عمرو بن حرام	210
☆	سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی بہادری	212
☆	سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا	213
☆	سیدہ رفیدہ رضی اللہ عنہا کی بہادری	219
☆	غزوہ خیبر میں	219
☆	سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کی بہادری اور میدان حنین	221
☆	سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا اور مسیلمہ کذاب	221
☆	سیدہ خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کی بہادری	222
☆	سیدہ ام ابان رضی اللہ عنہا کی بہادری	224

Marfat.com

☆	سیدہ حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا کا انتقام	225
☆	سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا کی قربانی	226
☆	سیدہ ازدہر رضی اللہ عنہا کی جرأت	226
☆	سیدہ ام مسطح رضی اللہ عنہا	228
☆	سیدہ ام کبشہ رضی اللہ عنہا	229
☆	سیدہ معاذہ رضی اللہ عنہا بنت عبداللہ	229
☆	سیدہ لیلیٰ رضی اللہ عنہا غفاریہ	230
☆	سیدہ امیمہ رضی اللہ عنہا بنت رُقیقہ	231
☆	سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا	231
☆	سیدہ ام اشجیعہ رضی اللہ عنہا	231
☆	سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بنت حارث	232
☆	سیدہ معاذہ غفاریہ رضی اللہ عنہا	232
☆	سیدہ لبنیٰ رضی اللہ عنہا	233
☆	سیدہ کعیبہ رضی اللہ عنہا بنت سعد	233
☆	سیدہ نعم بنت قناص رضی اللہ عنہا	233
☆	سیدہ عفیرہ بنت عفار رضی اللہ عنہا	234
☆	سیدہ ام ابان رضی اللہ عنہا	234
☆	سیدہ سلمہ بنت زارع بن عروہ رضی اللہ عنہا	234
☆	غزالہ کی بہادری	235

☆	صلیبی جنگوں میں عورت	236
☆	ہندوستانی خواتین	237
☆	**باب3: عورت شہادت کی معراج پر**	240
☆	سیدہ سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	241
☆	سیدہ رضی اللہ عنہا زندگی کے زینہ پر	243
☆	شہادت کی شاہراہ پر	251
☆	سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا	256
☆	تمہید	256
☆	مختصر قافلہ مدینہ کی راہ پر	256
☆	سیدۂ رسول جب ستائی گئی	258
☆	ماضی اور حال بین بین	259
☆	قصہ ہار کا	261
☆	شوہر کو امان	263
☆	ابوالعاص کا اسلام	264
☆	سامان شہادت	265
☆	سفرِ آخرت	266
☆	سیدہ اُم حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا	268
☆	معزز مہمان کا استقبال قبا میں	268
☆	بچیوں کے ترانے	269

Marfat.com

☆	مسجد تقویٰ	270
☆	جنت کی بشارات	271
☆	سیدہ حرام رضی اللہ عنہا کا خاندانی وقار	273
☆	قیمتی ترین حق مہر	274
☆	یادوں کی بارات	275
☆	سیدہ حرام بطور ایک سپاہی	276
☆	گرتی بجلیاں، لازوال صبر	278
☆	پہلا بحری معرکہ	280
☆	روداد شہادت	281
☆	مقام ومرتبہ	282
☆	سیدہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا بنت عبداللہ رضی اللہ عنہ	284
☆	شہادت کی بشارت زندگی میں	284
☆	شجرہ نسب	284
☆	مقام ومرتبہ	285
☆	شوق جہاد	286
☆	پیغمبری مشن	287
☆	شہیدہ رضی اللہ عنہا عہد صدیقی میں	288
☆	شہادت کا سفر	289
☆	ایک ورق اور بھی	290

☆	گم نام عورت کی شہادت	292
☆	شہیدانِ میدان کربلا	296
☆	فاطمہ بنت عبداللہ	314
☆	عام حالات	315
☆	طرابلس میں دہشت گردی	315
☆	اسلامی لشکر کی سقائی	316
☆	قابل فخر کارنامہ	316
☆	رضیہ سلطانہ	318
☆	حالات حاضرہ	318
☆	انداز جہانبانی	318
☆	چاند بی بی	321
☆	تعارف	321
☆	رسول اللہ ﷺ کا عورتوں کے ساتھ برتاؤ	326
☆	عورتوں کا دینی جذبہ	330
☆	تقدیر کے قاضی کا فتویٰ	338
☆	سوچ اپنی اپنی مگر منزل ایک	343
☆	کتابیات	349

......☆......

Marfat.com

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد لله رب العالمین ، والصلواۃ والسلام علی
رسولہ محمدٍ و آلہ واصحابہ اجمعین ، اما بعد ،
اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم

دنیا میں مذہب اسلام تمام مذاہب سے بہترین اور جامع مذہب ہے۔اس میں ہر متنفس کے لئے ایک جامع ضابطہ حیات موجود ہے۔ مذہب اسلام کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ اس نے جہالت میں ڈوبی ہوئی انسانیت کو نہ صرف قصر مذلت سے نکالا بلکہ اس کو حقیقی معنوں میں اس کے اپنی اصل مقام پر لا کھڑا کیا۔ یہ مذہب ایسا ہے کہ جس میں کسی چھوٹے ،بڑے، کالے ، گورے،عربی ، عجمی ، بادشاہ اور غلام میں کوئی تخصیص نہیں ۔اگر کسی کو کوئی امتیاز حاصل ہے تو وہ اللہ تبارک تعالی کے حضور اس کا تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔

قبل از اسلام کسی بھی انسان کی بزرگی اور عظمت کا معیار اس کی دولت اور جاہ و حشمت تھا،مگر اسلام نے تمام انسانوں کو ایک صف میں لا کر کھڑا کر دیا ہے۔اسلام نے اپنی تعلیمات اور احکامات اور قوانین کی مدد سے تمام دنیا کو مساوات کا پیغام دیا۔اسلام مساوات نے اس جاہل انسان کے زندگی گذارنے کے تمام دستور وضوابط میں ایک حیرت انگیز تبدیلی پیدا کردی۔اسلام نے اُن کے قانون اخلاقیات بدل ڈالے ،رسم و رواج کے انداز تبدیل کر دئے ،سیاست کے دھارے نے اپنا قبلہ تبدیل کیا،جس سے

Marfat.com

جہالت میں غرق آدمی کی روح بیدار ہوئی اور اس کو اپنے کام کا احساس ہوا جس کے لئے اس کو اللہ جل شانہ نے پیدا فرمایا تھا۔

انہی قوانین پر چل کر انسان نے اپنی ترقی کی منازل کو طے کیا اور یہی وہ مقام تھا جس کو کسی بھی انسان کی معراج کہا جاتا ہے۔ جو بھی قبل از اسلام یہ تصور عام تھا کہ انسانیت نے جو بھی ترقی کی ہے اس میں صرف ایک صنف یعنی مرد کا ہاتھ ہے۔تمام اخلاقی اور دماغی قوتوں کا سرچشمہ صرف ایک مرد کو ہی گردانا گیا، یونان کی تاریخ ہو یا چین کی عظمت کا راز، روم کی سلطنتوں کا معیار ہو یا ایران کی جاہ وحشمت' سب میں مرد کی طاقت کا کمال تصور کیا جاتا رہا اور مرد جس کی کوکھ سے جنم لیتا ہے اس کو یکسر بھلا دیا گیا تھا۔اس صنف نازک کا نام عورت ہے' عورت کی اپنی کوئی عزت وتقدیس نہ تھی، اس کی کوئی پہچان نہ تھی' عورت پر ہر طرح کا ظلم کرنا مرد اپنا فرض منصبی تصور کرتا تھا۔ ذات عورت سے متعلق بہت سے نظریات قائم تھے ایک طبقہ خیال کرتا تھا کہ عورت معاشرہ پر ایک بوجھ ہے۔ دوسرا طبقہ یہ خیال کرتا تھا کہ عورت تو صرف مرد کی جنسی تسکین کا ایک بہانہ ہے ایک ذرا روشن خیال طبقہ پیدا ہوا' تو اس نے عورت کی تعریف ایک لونڈی کی حیثیت سے کی اور اس کے مخالف طبقہ نے عورت کو بدنامی اور بدکاری کا ذمہ دار ٹھہرا کر اسے زندہ درگور کرنے کا مشورہ دیا اور اسی کے مشورے پر یہ صنف نازک جس کی کوکھ سے یہ انسانیت معرض وجود میں آئی ظلم وستم کی چکی میں صدیوں پستی رہی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس صنف نازک کے سسکتے دامن کو تھامنے کے لئے ایک مسیحا ﷺ بھیجا جس نے فاران کی چوٹیوں سے اپنے مشن کا آغاز کیا اور اس صنف نازک کو ماں کا روپ دے کر اس کے قدموں تلے جنت کو رکھ دیا، اس کو بہن کا روپ دے کر گھر بھر کا سکون اس کے وجود میں پنہاں کر دیا، اس کو بیٹی کا روپ دے کر اللہ تعالیٰ کی رحمت پکارا اور سب سے بڑھ کر اس کو بیوی کا روپ دے کر ایک گھر بھر کی ملکہ بنا ڈالا۔

وہ عورت جو ایک مرد کے ہاتھ میں کھلونہ بن چکی تھی اس کو ایک مقام مل گیا

ور اس کو یہ مقام صرف اور صرف اسلام نے دیا اہل ہنود و یہود و نصاریٰ مسلمان عورت کے اس مقام سے خائف ہیں اور وہ اس قابل صد تکریم عورت کی عزت کو چھین کر اسے نہی ایام جاہلیت کے مقام پر دوبارہ واپس لانا چاہتے ہیں' جس مقام اس کو پہلے کھڑا کیا گیا تھا اور اسے گھر سے نکال کر بازار کی زینت بنانا چاہتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر عورت کو اس کا صحیح حق ملتا رہا تو اسلام دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرتا رہے گا اور یوں ان کا اپنا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔ جبکہ اسلام کا دعویٰ ہے کہ عورت کو اس کا اصل اور جائز مقام دے کر ہی رہے گا۔ ان شاء اللہ قرآن فرماتا ہے:۔

ترجمہ:۔ اور ان سے (عورتوں سے) اچھا سلوک کرو۔ ﴿النساء۔۱۹﴾

اس دور کی تمام ترقی عورت کے وجود سے منسلک ہے۔ بچے کی پیدائش، اس کی تربیت اور تعلیم سے ملک وقوم کی باگ ڈور میں عورت کا کردار نمایاں ہے مگران کے لئے اسلام نے اپنی حدود مقرر فرمادی ہے۔ ان حدود میں رہ کر عورت وہ تمام امور انجام دے سکتی ہے جن سے اس کے معاشرہ میں ترقی وخوشحالی کا دور دورہ ہو سکے گا۔ عورت انہیں حدود میں رہ کر عسکری امور بھی انجام دے سکتی ہے' امور خانہ داری کے علاوہ تعلیم وتربیت کے باعزت شعبوں کو بھی اپنا سکتی ہے، عورت ایک اچھی طبیبہ بن سکتی ہے اور اپنے گھر کی مملکت کی مہتمم بھی' عورت اور مرد گاڑی کے دو پہیے یا ان دونوں میں سے کوئی ایک ہیں' اگر یہ دونوں پہیے اپنی اپنی جگہ پر ہیں تو گاڑی چلے گی اور اگر یہ دونوں پہیے نکل کر ایک طرف ہو جائیں تو زندگی کی گاڑی رک جائے گی۔ اور یہی ایک نکتہ ہے جس کی مدد سے ہم عورت کے کردار کا مناسب تعین کر سکتے ہیں۔

آغاز اسلام میں جب اہل کفر نے مسلمانوں کا جینا دوبھر کر دیا تو اللہ تعالی نے جہاد کا حکم عطا فرمایا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک عظیم قوت عطا فرمادی۔ اور یہ جوش وجذبہ کالے، گورے، عربی، عجمی اور حبشی میں ہر طرح کی تخصیص سے بالاتر ہو کر موجود تھا' اس میدان میں نہ صرف مرد حضرات موجود تھے بلکہ اس میدان میں عورتوں

Marfat.com

نے بالخصوص اور بچوں نے بالعموم بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اسلام کی ان بہادر عورتوں نے کمال کی جرأت اور بہادری دکھائی جن کا کام صرف گھر کی چار دیواری تک ہی محدود تھا۔

اگر ہم اسلام کے ابتدائی دور کو دیکھیں تو ابتدا میں سب سے پہلے اسلام کی حقانیت پر ایک عورت نے ہی مہر تصدیق ثبت فرمائی اور ایک عورت نے ہی اپنی جان اسلام کے نام کی۔ اسلام کی تبلیغ کے لئے گھر بھی (دار ارقم) ایک خاتون نے ہی پیش کیا تھا۔ ایک عورت کو ہی رسول اللہ ﷺ نے اپنا گھر سجدہ گاہ کے طور پر استعمال کرنے کی اجازت دی اور بعض اوقات رسول اللہ ﷺ ایک عورت کے ہی مشوروں پر مشکل معاملات کے فیصلے صادر فرمایا کرتے تھے' مثلاً صلح حدیبیہ پر احرام پہلے کھولنے کا مشورہ ایک عورت نے ہی ساقی کونین ﷺ کو دیا تھا۔ عورت نے گھر داری میں بھی وہ کمال مہارت کے مظاہرہ کیا کہ اس کی تربیت سے ہر مسلمان سیدنا خالدؓ بن ولید بن کر میدان حرب وضرب کا ہیرو کہلایا' اسی عورت نے تلوار چلانا سکھائی اور اسی عورت نے میدان جنگ میں اپنے بیٹے کو اسلام کی سربلندی کے لئے سر کٹانے پر آمادہ کیا۔

یہ صرف اسلام کا طرۂ امتیاز ہی تھا کہ اس نے ایک صنف نازک کو اتنا زبردست مقام دیا کہ دنیا کے کسی طبقہ نے عورت کو اتنا مضبوط نہیں کیا جتنا کہ اسلام نے صنف نازک کو کیا۔ اسلام نے عورت کو بحیثیت انسان جو رتبہ عطا کیا وہ آج کی ترقی یافتہ قومیں بھی دینے سے قاصر ہیں۔ اسلام سے پہلے جتنی ترقی ہوئی اس میں صرف اور صرف جنس واحد یعنی مرد کا عمل دخل تھا۔ مصر، بابل، فارس، یونان اور اہل ہند دنیا کی عظیم سلطنتوں کے مالک تھے، ان کو اپنی بہادری پر فخر تھا' ان کو اپنی سلطنت کی وسعت پر ناز تھا، ان کا شاہی رعب داب بہت زیادہ تھا مگر اُس چمنستان تہذیب وتمدن میں عورت کے حقوق کی آبیاری کو کچھ بھی مقام حاصل نہ تھا۔ اسلام نے آکر مرد وزن کی ہر دو اصناف کو جدوجہد زندگی میں شامل کرلیا اور ان دونوں کے لئے الگ الگ حدود متعین فرمادیں یونانیوں نے عورتوں کو غلیظ نام سے دیکھا جس کو انہوں نے تمام برائیوں کی جڑ قرار دیا۔ تورات

نے عورت کو لعنت ابدی کی جڑ قرار دیا۔ اہل کلیساء اس کو روحانیت کا سب سے بڑا دشمن تصور کرتے ہیں۔ اہل عرب عورت کو پیدا ہوتے ہیں زندہ دفن کرنے کے دلدادہ تھے اور دہریت پسند عورت کو شمعِ محفل بنانے تک محدود رکھتے تھے مگر اسلام کا نقطہ نظر ہی کچھ اور ہے اس نے عورت کو پاؤں کی ٹھوکروں سے اٹھا کر گھر کی مالکن بنا ڈالا۔

ان لوگوں کی محفل میں یہ عورت صرف ایک تماشا بن کر رہ گئی ہے' اگر ان لوگوں سے پوچھا جائے کہ تمھاری تواریخ میں صنف نازک کی کوششوں کا کتنا حصہ ہے تو تاریخ عالم کا جواب نفی میں ہوگا۔ سیاسی تاریخ کے علاوہ مذہبی کارناموں میں بھی چند خواتین کے علاوہ ان اقوام کا دامن خواتین کی خدمات سے خالی دکھائی دیتا ہے ادیانِ باطلہ کے برعکس جب ہم اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایک نہیں ہزاروں خواتینِ اسلام کے واقعات ملیں گے کہ جنھوں نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جن کو تاریخ اسلام دادِ تحسین پیش کرتی ہے۔ اگر ہم باقی تمام کارہائے نمایاں کو چھوڑ کر صرف جہاد کو ہی لے لیں تو ہماری قابل قدر صحابیاتؓ و تابعیات، تبع تابعیات اور دور جدید میں مسلمان خواتین نے جس بہادری اور جرأت کا مظاہرہ کیا ہے اس کی مثال ملنا ناممکن ہے۔

اسلام سے پہلے بھی عرب کے دستور میں تھا کہ عورتیں میدان جنگ میں جائیں مگر ان میں اور مسلمان عورتوں میں فرق صرف یہ تھا کہ مسلمان خواتین کے پاس اسلام کی متعین کردہ حدود تھیں' وہ ان حدود سے بڑھ کر کچھ بھی نہ کرتیں۔ اسلام اس صورت میں خواتین کو لڑائی میں جانے کی اجازت دیتا ہے کہ ان کی عزت وعصمت، پارسائی و پاک دامنی اور پردہ داری پر کوئی حرف نہ آئے۔ سید المرسلین ﷺ نے اول اول خواتین کو جنگ میں حصہ لینے سے منع فرمایا مگر بعد میں ان کے جوش وجذبہ اور خلوص کو دیکھتے ہوئے ان کو میدان جنگ میں جانے کی اجازت دے دی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام سے قبل خواتین کو جنگ میں لے جایا جاتا اور ان کو ایک طائفہ کا درجہ حاصل ہوتا تھا' جبکہ اسلام میں ایسا نہیں ہے۔ اسلام تو ان کو ماں، بہن اور بیٹی کے

Marfat.com

روپ میں میدان جنگ میں لاتا ہے اور اس سے انتہائی اچھا سلوک روا رکھتا ہے۔ اسلام ان عورتوں کو جو اسلامی لشکر کی خدمت کر رہی ہیں ان کو مال غنیمت میں مردوں کی طرح ایک خاص حصہ کا حق دار بھی ٹھہراتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ہمراہ کئی جنگوں میں بھرپور حصہ لیا اور ان کو مال غنیمت میں سے حصہ بھی عطا فرمایا۔

گھر کے محاذ کو چھوڑ کر میدان جنگ میں بھی اس صنف نازک نے انتہائی شاندار کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ وہ مردوں کے شانہ بشانہ حصہ لیتی رہی مگر انہوں نے کبھی بھی اسلام کی حدود کو عبور کرنے کی غلطی سرزد نہ ہونے دی۔

ابتدائے اسلام میں نومسلموں پر کفار کی طرف سے جو ظلم وستم توڑے گئے ان کا تصور ہی رونگھٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ ظلم سے نہ ڈرنا، ظالم کے سامنے نہ جھکنا، اور حق کی خاطر اپنی جان تک کو قربان کر دینا ان عورتوں کا ہی جگرا تھا۔ اس صنف نازک نے اپنی جان پر کھیل کر اسلام کے نام کو وہ رعنائی عطا کی کہ تاریخ انسانی ان کے مرتبہ کو نہیں سمجھ سکتی۔ سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا وہ صحابیہ ہیں جن کو اسی فریضہ کی ادائیگی میں شہید کر دیا گیا۔ سیدہ زنیزہ رضی اللہ عنہا کو ابوجہل نے اس قدر مارا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں سیدہ اُم فکیہیہ رضی اللہ عنہا کو عمر نے اتنا مارتا کہ وہ مارتے مارتے تھک جاتے تھے مگر آپ رضی اللہ عنہا تھیں کہ اسلام پر ڈٹی رہیں۔

میدانِ جنگ میں عورتوں کا کام پہلے مرحلہ میں لڑائی نہیں بلکہ اپنی افوج کے مجاہدوں کی مدد کرنا اور ان کی حوصلہ افزائی کرنا تھا اس کے علاوہ اپنے لشکر کے لئے کھانا تیار کروانا، زخمیوں کی دیکھ بھال، ان کی مرہم پٹی کرنا، شہیدوں کی لاشوں کو شہر میں لا کر تدفین کا بندوبست کرنا' اپنی فوج کے سپاہیوں کو پانی پلانا، اپنے کیمپ کی دیکھ بھال کرنا اور مجاہدوں کے سامان کی نگرانی کرنا، نازک صورتحال میں اپنے مردوں کے شانہ بشانہ تلواریں اٹھا کر میدان جنگ میں داخل ہو جانا، رزمیہ شعر پڑھنا جس سے ان کے

مردوں کے حوصلے بلند ہو جائیں اور یہ بھی عورتوں کے حصہ میں تھا۔

کتب احادیث اور سیرت کے مقالات میں ایسی بہادر اور دلیر خواتین کے کارہائے نمایاں سے بھرے پڑے ہیں جنہوں نے اسلام کی حدود پر عمل کرتے ہوئے میدان حرب وضرب میں بے مثال کارنامے سرانجام دئے۔

میدان اُحد مدینہ منورہ سے کافی دور واقع ہے یہاں پر اکیلی خاتون کا پہنچنا محال تھا مگر جب اسلام نے اپنی سربلندی کے لئے پکارا تو وہ لبیک کہتی ہوئیں میدان اُحد میں داخل ہوئیں ان خواتین میں سیدہ ام ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہا سب سے نمایاں تھیں۔ ان کا شوق شہادت دیدنی تھا' وہ شوق شہادت سے لبریز رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اسلامی حدود کو مدنظر رکھتے ہوئے اجازت نہ دی۔ سیدہ ورقہ رضی اللہ عنہا کا جذبہ لائق صد تکریم تھا مگر ان کا گھر کی چاردیواری میں رہنا اس سے بھی بڑھ کر مقدم تھا اس لئے امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا کہ تم گھر میں ہی رہو اللہ تعالیٰ تمہاری شہادت کا بندوبست تمہارے گھر میں ہی فرمادے گا۔

حق اور باطل میدان قادسیہ میں معرکہ زن ہے اس معرکہ میں ایک خاتون نے اپنے چار بیٹے پیش کئے' وہ چاروں نہایت بہادری سے لڑے اور ایک معرکہ میں شہید ہو گئے' جب سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا کو اپنے بیٹوں کی شہادت کی اطلاع ملی تو ان کی زبان سے ادا ہوا کہ اے اللہ مجھے اپنے بیٹوں کے ہمراہ اپنے سایہ رحمت میں جگہ دینا۔ (اسد الغابہ)

دریائے دجلہ کے کنارے اہل میسان اور اسلامی لشکر باہم برسرپیکار ہیں' اسلامی فوج کی قیادت سیدہ مغیرہ رضی اللہ عنہا کر رہے ہیں معرکہ کے روز انہوں نے بچوں اور خواتین کو معرکہ گاہ سے بہت پیچھے چھوڑ دیا تھا تاکہ حالات کا اثر ان خواتین اور بچوں پر نہ پڑے۔

Marfat.com

ان مسلم خواتین نے نہ صرف بری جنگوں میں حصہ لیا بلکہ انہوں نے بحری جنگوں میں بھی شرکت کی۔ ۲۸ ہجری میں جب جزیرہ قبرص پر مسلمانوں نے حملہ کیا تو سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے اس بحری جنگ میں بہادری سے حصہ لیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج کی عورت نے ماضی کی عورت سے کیا سیکھا ہے، جبکہ لیکن بیکن کہتا ہے کہ تاریخ انسان کو ہوش مند بناتی ہے مگر افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ آج کی مسلمان عورت نے اپنی تاریخ سے کچھ بھی نہ سیکھا' آج کی عورت دینی جذبہ اور حریت وحمیت کے درس سے بالکل ناواقف ہے جو ماضی کی مسلمان عورت کے ذہن نشین تھا' ایک وقت تھا کہ اس عورت کے بطن سے پیدا ہونے والا اور اسی گود میں دینی غیرت کا سبق لینے والا بچہ محمد بن قاسم کہلاتا تھا' وہ قاسم جو اپنی ایک بہن کی پکار پر لبیک کہتا ہوا سمندروں کا سینہ چیر کر کراچی آجاتا تھا' مگر آج اس طرح کی لاکھوں بہنیں کشمیر، افغانستان، عراق، بوسنیا، لبنان، فلسطین اور درجنوں اسلامی ممالک میں اپنے ابن قاسم بھائی کے انتظار میں عالمی غنڈوں کی جنسی تسکین کا سامان بنی ہوئی ہیں' آج آخر ہم اتنے بے بس کیوں ہیں؟ اس لئے کہ آج کی ماں نے اپنے بیٹوں کو دودھ میں حریت اور غیرت کے دودھ کی بجائے نفرت اور حقارت کی گھٹی دے رکھی ہے۔ ماضی کی مسلمان عورت اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو دلہا بنا کر میدان جنگ میں بھیجا کرتی تھی اور بیٹے کو بھیج کر وہ مصلہ بچھا کر اس کی ثابت قدمی اور شہادت کے لئے دعا گو ہو جایا کرتی تھی' مگر آج کی ماں تو اپنے بیٹے کو گلوکار، فنکار اور سنگیت کار بنانا چاہتی ہے اس لئے اس کی عظمت بھی اس سے چھن چلی ہے۔

آج مسلمان ہر طرف غلام ہیں۔ کہیں غلامی ذہنی ہے تو کہیں جسمانی، کہیں ثقافتی تو کہیں سیاسی، اسلام کے تناور درخت کو کاٹنے کی ہر طرف سازشیں ہو رہی ہیں اے امت مسلمہ کے عوام اور حکمرانوں سن لو کہ

سر اٹھا کر جینے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے جہاد' اگر مسلمان عورت اپنا فطری کردار

نبھائے تو غلامی کی یہ زنجیریں خود بخود ٹوٹ جائیں گی' اس لیے عورتوں کو چاہئے کہ وہ ماضی کی عظیم الشان روایات اور صحابیاتؓ کی سیرت و کردار کو مشعل راہ بنائیں۔ کیونکہ ہر بچہ کی اولین درسگاہ ماں کی گود ہوتی ہے۔ ایک فلسفی نے کہا تھا کہ تم مجھے بہترین مائیں دو میں تمہیں بہترین قوم دوں گا۔ اگر ماں بچے کو حمیت، غیرت ملی اور بہادری کا درس دے گی تو کیونکر ممکن ہے کہ وہ ایک غلام کا قوم کا فرد بنے' لیکن اگر وہی ماں اس کو بزدلی، بے غیرتی اور خود غرضانہ مصلحت اور چشم پوشی کا سبق سکھائے گی تو حال وہی ہوگا جو آج ہمارا ہے۔ آنکھیں آج بھی ان عورتوں کی متلاشی ہیں جو اشعار پڑھ پڑھ کر بیٹوں اور بھائیوں کو رزم گاہ کی طرف جانے کی ترغیب دیا کرتی تھیں۔

خاکسار مصنف نے اپنی بساط کے مطابق اسلامی تاریخ میں مسلم خواتین کی بہادری اور ان کی دلیرانہ شہادت کے ایک نئے عنوان پر لکھنے کی ایک عاجزانہ کاوش کی۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی، محبت مصطفی ﷺ، آپ کی دعائیں، اساتذہ کی مہربانیاں اور ماں باپ کی نیک تمنائیں شامل حال ہیں۔ آپ سے استدعا ہے کہ آپ اس کاوش کو پڑھیں اور مصنف مغفرت کے لئے دعا فرمائیں۔

میرے جسم کا ہر ذرہ اگر اللہ تعالیٰ کی اس کرم نوازی کا شکر ادا بھی کرنا چاہے تو ناممکن ہوگا کہ اس نے اپنے محبوب ﷺ کی دیوانیوںؓ کی سیرت لکھنے کے لئے مجھے زندگی جیسی قیمتی نعمت سے سرفراز فرمایا اور مجھ میں اتنی ہمت اور طاقت ڈال دی کہ میں ایسا کر گذروں۔

میں اپنے ان تمام محسنین اور کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میرے ساتھ اس نیک کام میں بھرپور مدد کی۔ جن میں بالخصوص سروہی برادران، محمد جعفر، محمد سلیم، محمد زاہد سروہی، محمد شہاب، محمد علی، یاسمین اختر، زاہدہ سروہی، جبار حسین اور دیگر احباب شامل ہیں۔ اس کے علاوہ میں اپنے دوستوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جن کی مہربانیوں سے یہ کتاب لکھنے میں کامیاب ہوا۔

آخر میں مَیں مشتاق بک کارنر کے تمام اراکین کا تہہ دل سے ممنون ہوں کہ جنہوں

Marfat.com

نے خطا کار کی اس کاوش کو اتنے اچھے اور پرکشش انداز میں آپ کی خدمت میں پیش کیا۔
میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہماری عورتوں کو دین اسلام کی غیرت عطا فرمائے تا کہ وہ اسلام کے اصولوں پر کاربند ہوتے ہوئے امتِ محمدیہ کو گلوکار کی بجائے ایک بہادر اور نڈر بیٹا دیں۔

اللہ تعالی خاکسار مصنف کی اس کاوش کو امت مسلمہ کی نجات اور اتحاد کا ذریعہ بنائے اور ہم سب کو جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعلیٰ سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فی امان اللہ

خاکسار مصنف محمد یٰسین سروہی

باب 1

خواتین شہدائے اسلام

ایک اسلامی لشکر دریائے دجلہ کے کنارے بیابان جنگلوں میں اپنی منزلوں کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جنگل بہت خوفناک اور پراسرار تھا، یہ بیابان کیا تھا؟ فقط جنگل اور صحرا کی آنکھ مچولی تھی، کبھی ہلکا جنگل اور کبھی لق و دق صحرا، کبھی دلدلی وادی تو کبھی سرکنڈے کے لامتناہی جھنڈ۔ مظاہر فطرت کی یہ کرشمہ سازی جاری وساری رہی ہے۔ کسی میں اتنی جرأت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ان کرشمہ سازیوں کا کھوج نکال سکے، جس نے بھی ایسا کرنے کی ہرزہ سرائی کی تو وہ خود اس دنیا سے مٹ گیا جیسے گدھے کے سر سے سینگ، اور جس نے مظاہر فطرت کے ساتھ قدم ملائے تو کامیابی کا تاج اس کے سر کی زینت بنا، اس کی حکومت کی سرحدیں تاحد نگاہ وسیع سے وسیع تر ہوئیں اور جس نے پہلو تہی کی تو اس کا سر ہمیشہ کی طرح ...... کچلا گیا۔

مظاہر فطرت کے اصولوں کی حکمرانی کا پیغام لے کر یہ لشکر جنت کے سائے میں خراماں خراماں سوئے منزل رواں دواں تھا، اس لشکر کی قیادت مغیرہ نامی ایک لیڈر کر رہا تھا۔ ہاں ...... ہاں ...... وہی مغیرہ ...... جس کو سیدنا مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ اس لشکر کے لشکریوں نے کبھی کسی کے ساتھ ظلم نہیں کیا بلکہ یہ جہاں کہیں بھی گئے ہر کسی سے محبت، پیار اور دعا و عطا کا سلوک روا رکھا، کیونکہ ان کے آقائے نامدار سید الکونین ﷺ کو اللہ جل شانہ کی طرف سے یہی حکم ملا تھا۔ پیار و محبت ......، بھائی چارہ ......!

Marfat.com

اخوت ...... نیک سلوک ...... ہم آہنگی ...... اللہ تعالیٰ کی مخلوق خدا سے بھلائی ...... اس لشکر کا ماٹو تھا' اللہ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے نظام زندگی کا نفاذ اس لشکر کے دو بڑے حصہ ہیں۔ ایک حصہ کی قیادت سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہا خود کر رہے تھے۔ اور دوسرے شعبہ کا علمبردار خلیفہ کی طرف سے متعین ایک جلیل القدر صحابیؓ تھا۔ اس لشکر کا جنگی ترانہ تھا سورۃ الانفال۔ لشکر کے قاری بڑی شان وشوکت اور بحر میں آ کر لشکر کے سامنے اپنے جنگی ترانے کی تلاوت کر کے مسلمانوں کے دلوں کو گرما رہے تھے۔

بہت عرصہ پہلے کی بات ہے ایسا ہی ایک لشکر مکہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ جس کے پاس ہاتھی بھی تھے مگر اللہ تعالیٰ کے لشکر نے اس فرعونی لشکر کو روئی کے گالوں کی طرح تحلیل کر دیا تھا۔ اس کے بعد ایک اور لشکر محسن انسانیت ﷺ کی قیادت میں مکہ پر حملہ آور ہوا تھا' اس لشکر کے سالار سابقہ لشکر کے انجام کا علم بھی تھا مگر پھر بھی مکہ کی مقدس دھرتی کو وار کرانے کے لئے ہلہ بول دیا' اسے ابابیلوں کے حملہ کا ڈر نہیں تھا' شہر کے چاروں طرف سے حملہ آور مجاہد اللہ اکبر ...... اللہ اکبر ...... اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرتے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ اس لشکر کے سالار کا حکم ہے کہ کوئی بھی تلوار میان سے نہ نکلے' کسی کا ناحق خون نہ بہے۔ مگر جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرے اس کے لئے دہکتی ہوئی آگ ہے۔ سالار اعظم ؐ نے حکم دے رکھا ہے کہ ہر وہ آدمی جو کعبہ میں داخل ہوگا، اپنا دروازہ بند رکھے گا اور اس کے ساتھ ساتھ جو اپنا ہتھیار پھینک دے گا اس کو امان ہے۔ دوسرے حصہ میں سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نامی سردار کے گھر کو دارالامان کا درجہ مل چکا ہے۔

کمانڈر سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے میسان نامی شہر کے پاس جا کر پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ اس شہر کے باسیوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی کی تھی' ان کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹانا تھا' سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ کے سفیر اہل میسان کے پاس گئے' ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا پیغام رکھا کہ تم اسلام قبول کر لو ...... نہیں تو ہمیں جزیہ دو اور ہماری حکومت تسلیم کر لو' ہم تمہاری ہر طرح سے حفاظت ونگہبانی کریں گے' تمہاری حفاظت

کریں گے۔ تمھاری طرف اٹھنے والی ہر میلی آنکھ کو پھوڑ دیں گے، تمہیں ہر طرح کے حقوق میسر ہونگے اور تم جہاں چاہو جا سکتے ہو، تمہیں مکمل مذہبی آزادی ہوگی اور اگر ایسا قبول نہیں تو پھر آؤ ہم سے ٹکراؤ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ تلوار کرے گی' کیونکہ قرآن فرماتا ہے:۔

''اللہ تعالیٰ کی زمین کو فتنہ و فساد سے پاک کرنا'' اور ان سے
(دشمنوں) لڑو یہاں تک کہ فتنہ (فساد) نہ رہے ﴿سورۃ البقرہ﴾

چنانچہ جب اہل میسان نے انتہائی سرد مہری کا مظاہرہ کیا تو جنگ ناگزیر ہوگئی' دونوں فوجیں باہم ٹکرانے کے لئے بے تاب تھیں' ایک مرتبہ پھر اسلام کا پیغام اللہ تعالیٰ کے دشمنوں تک پہنچایا گیا' وہ پھر بھی نہ مانے' ان کو اپنی عددی طاقت پر بہت زیادہ یقین تھا' انہوں نے قصائص سن رکھے تھے کہ روم و ایران کی جنگوں میں جس کے پاس زیادہ نفری' ہو کامیابی کا تاج اسی کے سر پر سجتا ہے مگر ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ مجاہد مال و ملک پر قبضہ کرنے کیلئے نہیں لڑتے بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے نام کی سر بلندی کے لئے میدان جنگ میں کود جاتے ہیں۔

متحارب فوجیں آمنے سامنے تھیں ایک کے مقابلہ میں دس سے زیادہ کی عددی برتری تھی' غنیم کے شاعر اپنی فوجوں کے دل گرمانے کے لئے رجز پڑھ رہے تھے اور ادھر قرآن کی تلاوت سنائی جا رہی تھی' یہی ان کا ایمان تھا، قرآن ہی ان کا نصب العین تھا' ادھر اللہ تعالیٰ کے نام لیوا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے دشمن' ایک کا اللہ تعالیٰ کی نصرت پر یقین کہ مر گئے تو شہید بچ گئے تو غازی' ادھر بھی ہیں عبادات اور ادھر بھی ہیں عبادات۔

طبل جنگ بجا...... انفرادی لڑائی میں دور جدید کی لڑائی طرح کمانڈر میدان جنگ سے ہزاروں میل دور نہ تھا بلکہ پہلی تلوار اس کے مضبوط بازوؤں نے روکی' مغیرہ رضی اللہ عنہ نے پلٹ کر ایسا وار کیا کہ دشمن کا کمانڈر خاک چاٹنے لگا اور فرشتوں نے اس کی روح جہنم میں منتقل کر دی' اس انفرادی لڑائی میں نصرت الٰہی نے حق پرستوں کی

طرف داری کی، دشمن نے اپنے سورماؤں کو خاک و خون میں غلطاں دیکھ کر اپنی فوج کو عام لڑائی میں جھونک دیا۔ مسلمان فوج نے داد شجاعت دینا شروع کی۔ غنیم کے افرادی سمندر نے مسلمانوں کے لشکر کو اپنے اندر ڈبو لیا' انہوں نے اسلامی لشکر پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا' مسلمان اللہ کی نصرت پر یقین رکھ کر میدان میں اترا تھا' اسے کسی قسم کی کمک کا یقین نہ تھا کیونکہ دارالحکومت یہاں سے ہزاروں میل دور تھا اس لیے کمک کا تو سوال ختم ہو چکا تھا۔

جنگ سے قبل سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کسی بھی ناگہانی صورتحال سے نمٹنے کے لئے اپنا بیس کیمپ جس میں ان کا فالتو سامان اور خواتین و زخمی مجاہد تھے' میدان جنگ سے چند میل پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ تاکہ وہ جنگ کے شعلوں سے محفوظ رہیں' وہ خواتین کون تھیں؟ وہ بھی تو مسلمانوں کی خواتین تھیں' ان میں بھی جنگ کرنے، اور دشمن سے لڑنے بھڑنے کا جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا۔

دونوں فوجیں جنگ کی آگ میں جھلس چکی تھیں خوب گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی' ادھر مسلمانوں کے بیس کیمپ کی صورتحال بھی کچھ نئی نہ تھی' تمام خواتین بے تاب ہیں کہ کس طرح میدان جنگ کی خبر ملے' وہ کس طرح اپنے بھائیوں، بیٹوں اور اپنے شوہروں کی خبر حاصل کریں' اس وقت بیس کیمپ کی قیادت سیدہ اروی رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں تھی۔

اس کتاب کا اصل پیغام یہ ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کا احیا کریں۔ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائم کردہ خطوط پر تبدیلی احوال کے لئے جدو جہد کریں اور نظام جہاد، عدل و رحمت کو ٹھیک ان عملی نقوش پر استوار کریں جو قرآن کریم کے اصولوں کو سامنے رکھ کر قائد انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضع فرمائے تھے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اور ہماری خواتین تہذیبِ مغرب کی مرعوبیت کا بوجھ سر سے اتار پھینکیں اور اس مادہ پرستانہ دور کے خلاف فکری و عملی کام کا علم اٹھائیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کو کتابوں سے نکال کرنے

Marfat.com

سرے سے اپنی عملی زندگیوں کے اوراق میں سجائیں۔ اور اسے ایک اجتماعی نظام کی صورت میں مرتب کر دیں۔ قرآن حکیم کو جزدانوں سے نکال کر اپنی پیشانیوں میں بسائیں، ایک اللہ کے سامنے گردن جھکائیں' اپنی انا کو ختم کر کے مخلوق اللہ تعالیٰ کی کی انا کا احترام کریں۔ عورت کو اس کا قرآن میں موجود حق دیں اس کے حقوق و فرائض کی خلیجوں کو منہدم کریں۔ اس کی پیدائش پر غمی کی بجائے خوشی منائیں' اس کو محفل کی شمع بنانے کی بجائے چادر اور چار دیواری میں عزت و حرمت کا اعلیٰ مقام دیں۔ اس طرح ہم راہ نجات کھولنے والی وہ تیسری طاقت بنیں گے جس کی جگہ تاریخ میں خالی پڑی ہے۔ اور ایسا اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب امت مسلمہ اسلام کی طرف سے عائد قوانین کا احترام کرے گی۔

اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ اسی طرح کی بہادر خواتین اسلام کے لازوال کارناموں کو آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔

......☆......

Marfat.com

اسلام میں عورت کا مقام

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

''جس نے نیک عمل کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ان کے اعمال سے بہتر اجر دیں گے''۔

تاریخ عالم کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات طشت از بام ہوتی ہے کہ صنف نازک کے حقوق کے لئے ہر دور اور ہر زمانہ میں افراط وتفریط کا معاملہ روا رکھا گیا۔ تاہم اسلام نے جس توازن اور اعتدال کے ساتھ عورت کے حقوق کو واضح کیا اس کو جان کر ہر انسان عش عش کر اٹھتا ہے۔ بلاد عرب میں اسلام سے پہلے عورت کے حقوق کو اس قدر پامال کیا جا چکا تھا کہ لوگ اپنے گھر میں بیٹی کا پیدا ہونا برداشت نہیں کر سکتے تھے' معصوم بچیوں کو زندہ دگور کر دیا جاتا تھا۔ عورت کے حقوق اس حد تک چھین لئے گئے تھے کہ اگر کوئی آدمی فوت ہو جاتا تو جس طرح اس کی جائیداد اس کے بڑے بیٹے کی وارثت میں آتی تھی تو اسی اس کی بیویاں بھی اس کے بڑے بیٹے کو بیویوں کے طور پر منتقل ہو جاتی تھیں' اور اس دور میں بیوی کو پاؤں کی جوتی سمجھا جاتا تھا بلکہ عورت کی جائز باتوں کو ماننا بھی مردانگی کے خلاف سمجھا جاتا تھا۔

اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے واضح کیا کہ اے لوگو! عورت اگر بیٹی ہے تو یہ تمہاری عزت ہے۔ اگر بہن ہے تو تمہاری ناموس ہے، اگر یہ بیوی ہے تو تمہاری زندگی کی ساتھی ہے، اور اگر یہ ماں ہے تو تمہارے لئے اس کے قدموں میں جنت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی فرمایا کہ جس آدمی کی دو بیٹیاں ہوں، وہ ان کی اچھی تربیت کرے، ان کو تعلیم دلوائے حتی کہ ان کا فرض ادا کر دے تو یہ جنت میں یوں میرے ساتھ ہوگا جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں ایک دوسرے کے ساتھ ہوتی ہیں گویا بیٹی کے پیدا ہونے پر جنت کا دروازہ کھلنے کی بشارت دی گئی۔ اور

ساتھ ہی یہ خوش خبری دے دی گئی کہ ''من عمل صالحا'' جو کوئی بھی نیک عمل کرے، ''من ذکر او انثی'' مرد ہو یا عورت ''وھو مؤمن'' اور وہ ایمان والا ہو ''فلنحیینہ حیوٰۃ طیبۃ'' ہم اس کو ضرور بالضرور پاکیزہ زندگی عطا کریں گے یعنی جس طرح مرد نیکی اور عبادت کر کے اللہ رب العزت کے ولی بن سکتے ہیں، عورتیں بھی اسی طرح نیکی اور عبادت کے ذریعہ ولایت کے انوارات حاصل کر سکتی ہیں۔ اللہ تعالی نے ان کے لئے بھی ولایت کے دروازہ کو کھلا رکھا ہے۔ اور دین اسلام نے عورت کو ایسا وقار عطا کیا کہ باقی دنیا آج تک عورت کو نہیں دے سکی۔

مگر اس کے باوجود یہ کہا جاتا ہے کہ عورت ہمارے معاشرہ کا مظلوم ترین طبقہ ہے، اس کے حقوق پامال ہو رہے ہیں، اس کا استحصال ہو رہا ہے، اور ساتھ ساتھ یہ بات بھی کہی جارہی ہے کہ یورپ نے عورت کو آزادی دی ہے، اس کو حقوق دیئے ہیں، اس کو مردوں کے برابر لا کھڑا کیا ہے، جس کی بدولت وہ خوب ترقی کر رہی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں کسی مذہب، کسی تمدن، کسی سوسائٹی، اور کسی قانون نے عورت کو وہ مقام اور مرتبہ نہیں دیا جو اسلام نے اسے دیا ہے۔

تاریخ اٹھا کر دیکھئے کہ قدیم یونان میں عورت کو شیطان کی بیٹی اور نجاست کا مجسمہ سمجھا جاتا تھا، یہ غلاموں کی طرح بازار میں بیچی جاتی تھی، میراث میں اس کا کوئی

Marfat.com

حق نہ تھا۔ رومیوں نے تو عورت کو جانور کا مقام دیا ہوا تھا، نکاح کو عورت کے خریدنے کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا، اصولاً عورت کو ہمیشہ نابالغ سمجھا جاتا تھا، اور معمولی قصور پر عورت قتل کردی جاتی تھی۔ یہودیوں کے ہاں کافی عرصہ اس بارہ میں اختلاف رہا کہ عورت انسان ہے بھی یا نہیں، اکثر کا خیال تھا کہ عورت ایک انسان نما حیوان ہے جسے مردوں کی خدمت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

ہندو عورت کی جداگانہ حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے تھے، شوہر مرجاتا تو بیوی کو بھی شوہر کی چتا پر زندہ جل کر مرجانا پڑتا تھا۔ عیسائیوں کے ہاں عورتوں کی کیا قدر و قیمت تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ 582ء میں کلیسا کی ایک مجلس نے فتویٰ دیا تھا کہ عورتیں روح نہیں رکھتیں اور عجیب اتفاق ہے کہ جب کلیسا یہ فتوی جاری کر رہا تھا اس سے چند سال قبل جزیرۃ العرب میں وہ آخری نبی ﷺ تشریف فرما چکے تھے، جن کو اللہ تعالی نے تمام کھلے ہوئے انسانوں کے حقوق کی حفاظت کا ذمہ دار بنایا تھا۔ اللہ کے آخری نبی ﷺ نے عورت کو ذلت اور پستی کی گہرائیوں سے اٹھا کر عظمت و رفعت کے بلند مقام پر فائز کر دیا۔

اسلام نے عورت کو گھر کی ملکہ قرار دیا ہے جب کہ یورپین معاشرہ میں عورت بھی اسی طرح اپنی کمر پر بوجھ اٹھا کر بار برداری کا فرض انجام دیتی ہے جس طرح کہ مرد ادا کرتا ہے، جبکہ اسلامی معاشرہ میں مرد کما کر دینے والا اور عورت صرف خرچ کرنے والی ہے، عورت کے ذمہ کمانا نہیں، عورت بیٹی ہے تو باپ کا فرض ہے کہ وہ بیٹی کو روٹی کما کر کھلائے، اگر بہن ہے تو بھائی کا فرض ہے کہ وہ کما کر کھلائے، اگر بیوی ہے تو شوہر کا فرض ہے کہ وہ کما کر کھلائے اور اگر ماں ہے تو اولاد کا فرض ہے کہ وہ اپنی ماں کو کما کر کھلائیں۔ گویا عورت گھر کی ملکہ بن کر رہے گی، بچوں کی تربیت کرے گی، اور گھر کی اندرونی زندگی کے تمام معاملات سنبھالے گی۔ اب بتایئے کہ کس معاشرہ نے عورت کو زیادہ آسانی کی زندگی دی، اسلام نے یا یورپ نے؟

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں مردوں کو حکم دیا کہ ''عاشروھن بالمعروف'' تم نے عورتوں کے ساتھ اچھے طریقہ سے زندگی گذارنا ہے۔ دیکھئے آج کسی کی سفارش اس کی بہن کرتی ہے، کسی کی سفارش اس کی ماں کرتی ہے، کسی کی سفارش اس کی خالہ کرتی ہے، کسی کی سفارش اس کی پھوپھی کرتی ہے اور کسی کی سفارش اس کے عزیز واقارب کرتے ہیں لیکن عورتوں کی سفارش اللہ رب العزت اپنے قرآن میں خود فرمارہے ہیں۔

اب اسلام کی تعلیمات کے مطابق بیٹی ہے تو رحمت،، بہن ہے تو عزت، بیوی ہے تو نعمت اور ماں ہے تو اس کے قدموں تلے جنت۔ عورت کے لئے دین اسلام نے دنیا کو بھی آخرت کے اجر وثواب کا ذریعہ بنادیا ہے کہ اگر وہ زچگی کے عالم میں فوت ہوجائے تو وہ شہید ہے، اگر عورت گھر کی صفائی کرے اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے ''توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتے ہیں اور پاکیزہ رہنے والوں سے بھی محبت رکھتے ہیں۔ صفائی نصف ایمان ہے اور پھر اس نیت سے گھر کو نگینہ بنا کر رکھے، اور فرنیچر وغیرہ صاف رکھے اور کپڑے برتن دھو دھو کر سجائے تو ہر کام پر ڈھیروں اجر وثواب ملے گا۔

ایک دفعہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک خاتون آکر عرض کرنے لگی کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! مرد لوگ تو نیکیوں میں ہم سے بہت آگے بڑھ گئے' پوچھا کیسے؟ کہنے لگی کہ یہ آپ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک رہتے ہیں، ساری ساری رات جاگ کر دشمن کی سرحد پر پہرہ دیتے ہیں اور ہم گھروں کے اندر ان کے بچوں کی پرورش کرتی رہتی ہیں، ان کو پکا کر کھلاتی ہیں، ان کی تربیت کا خیال کرتی ہیں، ان کے جان مال، عزت وآبرو کی حفاظت کرتی ہیں۔ ہم جہاد میں دشمن کے سامنے اس طرح راتوں کو پہرہ نہیں دیتیں' اسی طرح ہم قتال نہیں کرتیں جس طرح مرد قتال کرتے ہیں۔ اور پھر یہ تو مساجد میں جاکر نماز باجماعت ادا کرتے ہیں جب کہ ہم گھروں میں نماز پڑھ لیتی ہیں۔ ہم تو جماعت کے ثواب سے بھی محروم رہ جاتی ہیں اور مرد نیکیوں میں ہم سے بہت آگے بڑھ رہے ہیں؟

نبی دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت اپنے گھر میں اپنے بچے کی وجہ سے رات کو جاگتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس مجاہد کے برابر اجر عطا فرما دیتے ہیں جو ساری رات جاگ کر دشمن کی سرحدوں پر پہرہ دیتا ہے' گھر کے نرم بستر پر عورت کو بیٹھے ہوئے اللہ تعالیٰ نے جہاد کا ثواب عطا فرما دیا' اور فرمایا کہ عورت اپنے گھر میں نماز پڑھ لیتی ہے اللہ تعالیٰ اس مرد کے برابر اجر عطاء فرماتے ہیں کہ جو مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ تکبیر اولیٰ سے نماز پڑھتا ہے۔

اسلام نے عورت کو بہت بڑا اجر دیا ہے۔ ایک مرتبہ بی بی رابعہ بصری اور حسن بصری کی بحث ہوگئی' حسن بصری کہنے لگے کہ رابعہ! تو سو نفل پڑھتی ہے، سارا دن قرآن پڑھتی ہے، تو ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتی ہے' نبوت مردوں کو ملی، خلافت، امامت، جہاد، شہادت کا رتبہ مردوں کا ملا، موذن مرد بن سکتا ہے، بادشاہ مرد بن سکتا ہے، جبکہ تجھے یہ مقام حاصل نہیں رابعہ کہنے لگی کہ آپ تو وظیفہ پڑھنے لگے سنئے عورت نبی بنتی تو نہیں نبی جنتی تو ہے اور اس کے قدموں میں جنت ہے۔ امام تو نہیں بنتی امام کی تربیت تو کرتی ہے، جہاد میں شامل تو نہیں ہوتی مگر مجاہد کی ماں تو ہوتی ہے' عورت موذن تو نہیں بن سکتی مگر موذن اس کا بیٹا ہوتا ہے' عورت بادشاہ تو نہیں بنتی مگر بادشاہ کو اس کے مقام تک یہی عورت لے کر جاتی ہے۔

اسلام سے قبل عورتوں اور مردوں کا کوئی پتہ نہیں چلتا تھا، عورتوں کو بغیر کپڑوں کے کعبہ کا ننگے طواف کرایا جاتا تھا، عورت باعث شرم تھی، پاپ تھی، مجسم گناہ تھی، نحوست تھی، بدبختی کی علامت تھی، وہ شیطان کا نمائندہ تھی، زہریلا سانپ تھی، کڑوا گھونٹ تھی، ہاتھوں کی میل کچیل تھی، پاؤں کی دھول تھی، بوجھ تھی اسلام نے اسے عزت دی، عظمت دی، مقام دیا، اور سب سے بڑھ کر اس کے گھر کو اس کی راجدھانی بنا ڈالا، اس کے اپنے شوہر کے دل کے تخت کی شہزادی بنا دیا، بیٹی بنا کر اس کو باپ کے دل کا سکون بنا دیا' بیوی کا روپ دے اس کو گھر کی راحت بنا ڈالا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کو ماں بنا کر جنت

Marfat.com

کو اس کے قدموں میں سمیٹ دیا۔

وہ دیکھو حاتم طائی کی بیٹی آ رہی ہے، بلال! جی آمنہ کے لال ﷺ، فرمایا میرا رومال لو اور اس کا پردہ سنبھالو اور مجھے خوشحال کر دو۔ بلالؓ کہتا ہے کہ اے اللہ کے رسول وہ تو کافر کی بیٹی ہے، پردہ کہاں؟ حاتم کافر تھا آپ نے فرمایا بیٹی کسی کی ہو یہ دربار مصطفیٰ ﷺ کا ہے' یہاں ہر کسی کو عزت ملتی ہے۔

صحابہ کرام نے ﷺ کو اطلاع دی کہ ہم نے فلاں بستی کا محاصرہ کیا۔ وہاں ایک عورت میلے کپڑوں والی باہر نکل آئی' کہنے لگی تم مجھے لونڈی بناؤ گے؟ گرفتار کرو گے؟ پتہ ہے میں کون ہوں؟ میرا نام شیما ہے' میں محمد ﷺ کی بہن ہوں۔ اور وہ کہتی ہے کہ جاؤ میرے بھائی ﷺ کو کہو کہ تیری بہن آج گرفتار ہو رہی ہے'؟ پتہ ہے میں کون ہوں یہ جو تمہارے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں ان کے نیچے اپنا دوپٹہ بچھا دیتی تھی' جب یہ سو جاتے تھے تو میں پنکھا ہلاتی تھی' محمد ﷺ کو پیاس لگتی تھی تو میں دو دو میل سے پانی بھر کر لاتی تھی' میں بچپن میں ان کے ساتھ رہی ہوں، اور تم اس کی جماعت بن کر مجھے گرفتار کرنے آئے ہو' جاؤ میرے بھائی کو میرا پیغام دو کہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی بہن یاد کر رہی ہے۔

نبی ﷺ کو جب اطلاع ملی کہ ایک عورت اس طرح کہتی ہے اور آپ ﷺ کی خدمت میں شکائیت کرنے کے لئے آ رہی ہے تو پیغمبر خدا ﷺ کی مبارک کندھوں سے کالی کملی سرک کر زمین بوس ہو گئی، آپ ﷺ فوراً اضطراب کی حالت میں کھڑے ہو گئے اِدھر اُدھر دیکھنے لگے' چشم مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئیں' رو کر فرمایا! اے میرے صحابہ کرام دوڑو اور جا کر میری بہن کو میرے پاس لاؤ' خیال رکھنا اسے تکلیف نہ پہنچے' وہ جو کچھ کہہ رہی ہے صحیح ہے' جس کو شیما کہے اس کو بھی رہا کر دو' اس کو بڑے اعزاز کے ساتھ میرے پاس لاؤ، اس سے کہو جلدی آ کہ تیرا بھائی تیرے انتظار میں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رو کر کہا لوگو! یہ تو میرا محسن گھرانہ ہے' میں محمد ﷺ ان کا احسان نہیں اتار سکتا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم کہتے ہیں نبی ﷺ رو رہے تھے اور ہم بھی

Marfat.com

رو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا مجھے وقت یاد ہے، جب یہ اپنا دوپٹہ بچھا کر خود جاگتی اور مجھے سلاتی تھی۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم کہتے ہیں جب وہ قریب آئی تو نبی ﷺ نے استقبال فرمایا اور فرمایا شیما مجھے وہ تیری مہربانیاں یاد ہیں آپ نے اپنی کملی بچھا کر فرمایا! شیما جوتی سمیت محمد ﷺ کی چادر پر چڑھ جاؤ اور بڑے آرام سے بیٹھو' یہ ہمیں دین ملا ہے جس میں بہن کی عزت ہے مگر ہم تو آج بہن کے سر پر جوتے مارتے ہیں اور ماں کے بال نوچتے ہیں۔ اسلام نے تو عورت کو عزت دی مگر ہم نے اسلام کو چھوڑ کر عورت کو بے عزت کر دیا۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ رو رہا ہے، بچی کو چومتا ہے، پھر دیکھتا ہے، آنکھوں سے آنسو ہیں، پھر دیکھتا ہے، بہت شرمندہ ہے، آپ ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے، اتنا حیران، اتنا پریشان، اتنا سرگرداں، کیا ہوا؟ کہنے لگا، اے اللہ کے رسول کیا بتاؤں کہ جب آپ ﷺ نہیں آئے تھے تو مجھ سے اتنا عظیم گناہ ہوا، ایک بہت بڑی غلطی ہوئی، ایک قصور ہوا جس کا اظہار کرنا بھی شرم سمجھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بتاؤ کیا ہوا؟ کہنے لگا حضرتا اللہ کے رسول میرے گھر بچی پیدا ہوئی، ہم بچی کو منحوس سمجھتے تھے، ہم کہتے تھے ہمارا داماد کوئی کیوں بنے؟۔

آج بھی ہم جب سنتے ہیں کہ بچی پیدا ہوئی ہے تو سن کر چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے۔ سنو! بیٹی بھی انسان ہے۔ اور محمد عربی ﷺ کا نسب تو چلا ہی بیٹی سے ہے۔ اور حضور ﷺ جب سفر سے واپس آتے تو پہلے سیدنا بتول رضی اللہ عنہا کے گھر جاتے اور جب بھی سیدہ بتول رضی اللہ عنہا آتی تو آگے بڑھ کر اس کا استقبال کرتے۔ کسی نے کہا بچی کے لئے نبوت کھڑی ہو جاتی ہے تو فرمایا کہ جس کا اللہ تعالیٰ کے فرشتے استقبال کرتے ہیں تو محمد ﷺ اس کا استقبال کیوں نہ کرے۔

صحابیؓ رسول کہتا ہے کہ جب آپ ﷺ نہیں آئے تھے تو میں اپنی بیٹی سے ظلم کر چکا ہوں اور جب آپ آ گئے تو اب مجھے اپنی بھتیجی بھی پیاری لگ رہی ہے' فرمایا کیا ہوا؟ تو وہ

صحابی کہتے ہیں کہ میرے بھائیو! میری بیٹی کو چھ سال میری بیوی نے مجھ سے چھپائے رکھا' ایک دن میں گھر میں بیٹھا تھا، تو ایک بچی مجھے غور سے دیکھتی ہے اور آہستہ آہستہ قریب آتی ہے اور زور سے میرے سینے کے ساتھ چمٹ جاتی ہے اور کہتی ہے ابا چھ سال ہو گئے کہ میں ابا کے ہوتے ہوئے لاوارث اور یتیم ہوں' میں آپ کی بیٹی ہوں' میں اب بڑی ہو چکی ہوں، گھڑا پانی کا اٹھا لیتی ہوں، جھاڑو دے دیتی ہوں، کپڑے دھوتی ہوں، ابا! اب تو آپ کی جوتی سیدھی کروں گی، بستر بچھاؤں گی، جھاڑوں بھی دوں گی، اب تو بڑی ہو گئی ہوں۔ اے اللہ کے رسول یہ سن کر فوراً وہی جاہلیت کا دماغ میں چکر آ گیا کہ میری بیٹی بڑی ہو گی، کسی کو بنا سنوار کر دوں گا یہ خیال دل میں آتے ہی میں نے ارادہ کر لیا کہ میں ابھی اس کا چراغ گل کروں گا یہ خیال دل میں آتے ہی میں نے ارادہ کر لیا کہ میں عنقریب گڑھا کھود کر اس کو دفن کروں گا۔

اے اللہ کے رسول پھر کئی دنوں تک میں اس کو کھانا کھلاتا رہا لیکن دل میں وہی جاہلیت کی نفرت اور خیال' چنانچہ ایک دن رسہ اور پھاوڑا لے کر جنگل کو چل دیا۔ بیٹی کہنے لگی کہ ابا جان میں بھی چلتی ہوں تاکہ آپ لکڑیاں اکیلے نہ اٹھائیں، لکڑیاں میں بھی اٹھاؤں گی۔ بیٹی وفا میں باپ دغا میں، بیٹی وفا میں باپ جفا میں، بیٹی حیا میں باپ دغا میں صحابی کہتا ہے اے اللہ کے رسول پھر ایک جگہ پہنچا جہاں کوئی نہیں دیکھ رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کیا کوئی نہیں دیکھ رہا تھا؟ صحابی کانپ گئے کہ اب تو اللہ تعالیٰ ہر جگہ دیکھتا ہے۔

صحابی کہتے ہیں کہ میں نے دھوپ میں گڑھا کھودنا شروع کیا، جب میں گڑھا کھود رہا تھا دھوپ تھی مٹی کا غبار تھا، میرے چہرے اور میرے بالوں پر مٹی پڑی تھی، وہ لڑکی دوڑ کر آئی اپنا دوپٹہ اتار کر میرا موا ہا اور بال صاف کرنے لگی، وہ رو رو کر کہتی تھی ابا جان کیوں تکلیف کر رہے ہو؟ مجھے دو میں گڑھا کھودتی ہوں' اسے یہ پتہ نہیں کہ یہ ظالم میرے لئے کھود رہا ہے' اور اے اللہ کے رسول جب ذرا دھوپ تیز ہوئی تو لڑکی نے کوئی پتھر تلاش کئے، ان پر کھڑے ہو کر اپنے دوپٹہ کو اتار کر سورج کی طرف اپنا دوپٹہ

Marfat.com

کر دیا، مجھے پر چھتری کا انتظام کر دیا، سیدنا بیٹی تو کوئی عجیب شے ہوتی ہے۔

حضور کانپ رہے ہیں، رو رہے ہیں فرمایا پھر؟ صحابی نے کہا کہ نے کہا کہ جب میں نے گڑھا کھود لیا تو میری آنکھیں سرخ تھیں اور میں نے اس انداز میں بیٹی کی طرف دیکھا تو بیٹی سمجھ گئی کہ اچھا یہ میرے لئے ہے؟ اتنا کہہ کر ابا جان کوئی باپ بھی اپنی بیٹی کو ہاتھوں سے دفن کرتا ہے، ابا جان اگر آپ روٹی نہیں دے سکتے تو مجھے چھوڑ دو، جنگل کے درندے مجھے کھا جائیں مگر تیرے ہاتھ میرے خون سے رنگین نہ ہوں، ابا جان اگر آپ واقعی اس بات پر تل چکے ہیں تو مجھے چھوڑ دو میں بھیک مانگ کر گذارا کرلوں گی' مجھے کی اللہ کی زمین پر زندہ رہنے کا حق دو۔ صحابہ کہتا ہے اے اللہ کے رسول اس کی یہ پیاری پیاری اور دل ہلا دینے والی باتیں سن کر بھی مجھے کوئی رحم نہ آیا' میں نے بالوں سے پکڑا' وہ بار بار کہتی تھی کیا ابا میں تیری بیٹی نہیں؟ وہ پیچھے کھینچتی میں آگے کو' وہ کمزور تھی، جب میں گڑھے کے قریب لایا، زور سے دھکا دیا اس نے گرتے ہوئے اتنا کہا "یا ابتا ارحم" اے میرے ابا مجھ پر رحم کر۔

نبی ﷺ نے جب یہ جملہ سنا تو فرمایا اس کو میرے سامنے سے اٹھا دو، میرا جگر پھٹتا ہے' فرمایا اس نے اتنی فریادیں کیں اور تجھے خیال تک نہیں آیا' صحابی رو رہا ہے، تڑپ رہا ہے۔ تمام صحابہ رو رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اس پر بھی تجھ کو رحم نہ آیا؟ اگر قیامت کے دن تیرا گریبان پکڑ کر کہے کہ عرش والے! اس سے پوچھ کہ میرا قصور کیا تھا؟ بتاؤ تم اللہ قہار کو کیا جواب دو گے؟ صحابی کہنے لگا اے اللہ کے رسول میں یہی تو بتانے آیا ہوں کہ جب آپ نہیں آئے تھے، تو میرے کرتوت اس طرح کے تھے، اور ایسے ایسے ہمارے کارنامے تھے، جب آپ آئے تو آج بھائی کی بیٹی بھی پیاری لگتی ہے۔ اب تک صحابی رونا بند نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول قیامت کے دن میرا گریبان پکڑا تو کیا ہوگا؟ "ان الاسلام یھدم ما کان قبلہ" فرمایا یہ اسلام کی برکت ہے کہ جتنا بھی قصور ہوا ہو اسلام کے کلمہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ پچھلے گناہ معاف فرما دیں گے۔

Marfat.com

یہ ہے اسلام جس نے عورت کو بچپن میں شفقت دی، جوانی میں محبت دی، بڑھاپے میں عظمت دی اور مرنے کے بعد دعاء مغفرت کا حق دیا۔ہم دشمنان اسلام سے پوچھتے ہیں کہ تم نے عورت کو کیا دیا، تم نے عورت کو حقوق دیئے نہیں بلکہ عورت سے حقوق چھینے ہیں، تم نے عورت کی مامتا گم کردی......عورت سے اس کا گھر گرہستی کردار چھین لیا......تم نے بہن کے سر سے آنچل کھینچ لیا......تم نے بیٹی کو شفقت و محبت سے محروم کردیا......تم نے عورت کے حسن کو تماشا بنادیا......تم نے اس کی جوانی کو کھلونا بنادیا......تم نے اس کے جسم کو جنس ارزاں قرار دیدیا......تم نے عورت کو در در کا بھکاری بنادیا اور عورت کو پامال کردیا۔دوسری طرف

☆ اگر اسلام نہ ہوتا تو کوئی عورت عالمہ نہ ہوتی۔
☆ اگر اسلام نہ ہوتا تو کوئی عورت صحابیہ نہ ہوتی۔
☆ اگر اسلام نہ ہوتا تو کوئی عورت محدثہ نہ ہوتی۔
☆ اگر اسلام نہ ہوتا تو کوئی عورت مفسرہ نہ ہوتی۔
☆ اگر اسلام نہ ہوتا تو کوئی عورت عائشہ نہ ہوتی۔
☆ اگر اسلام نہ ہوتا تو کوئی عورت بی بی خنساء نہ ہوتی۔
☆ اگر اسلام نہ ہوتا تو کوئی عورت اسماء بنت ابی بکر نہ ہوتی۔
☆ اگر اسلام نہ ہوتا تو کوئی عورت فاطمہ نہ ہوتی۔
☆ اگر اسلام نہ ہوتا تو سنگ دل باپ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کرتے رہتے۔
☆ اگر اسلام نہ ہوتا تو بیٹی کی پیدائش پر کوئی باپ سر اٹھا کر نہ چل سکتا۔
☆ اگر اسلام نہ ہوتا تو بیٹیاں بتوں اور دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھتی رہتیں۔
☆ اگر اسلام نہ ہوتا بیویوں کو طلاق دینا عام ہوتا۔
☆ اگر اسلام نہ ہوتا تو بوڑھی مسلمان خواتین کے لئے ریٹائرڈ ہوم تیار کرنے پڑتے۔
☆ اگر اسلام نہ ہوتا تو بیٹی کی تربیت جنت کی ضمانت نہ ہوتی۔
☆ اگر اسلام نہ ہوتا تو بیوی نعمت نہ ہوتی، بہن عزت نہ ہوتی۔

Marfat.com

☆ اور اگر اسلام نہ ہوتا تو ماں کے قدموں تلے جنت نہ ہوتی۔

اس لئے اسلام فرماتا ہے کہ:۔

عورت تحت الثریٰ تھی' اسلام نے اسے فوق الثریا پر پہنچا دیا...... عورت گرد راہ تھی اسلام نے اسے نور چشم بنا دیا...... عورت کے نٹوں کے بستر پر تھی' اسلام نے اسے پھولوں کی سیج پر بٹھایا...... عورت زیب میخانہ تھی' اسلام نے اسے زینت کا شانہ بنا دیا...... عورت کے ذمہ مرد کو لبھانا تھا اسلام نے اس کے ذمہ گھر سجانا لگا دیا...... عورت چوراہے پر تھی لیکن اسلام اعلان کرتا ہے کہ عورت کو عورت ہی رہنے دو اس میں فائدہ ہے عورت کا، مرد کا، بچوں کا، تمدن کا، گھر کا، دین کا، دنیا کا اور آخرت کا۔

اسلام نے عورت کو عزت دی مگر عورت نے اپنی عزت کی لاج نہ رکھی۔ لغویات میں مصروف ہوگئی، عبادت الٰہی کو چھوڑ بیٹھی۔ ایک وقت تھا کہ عورتیں سارا دن گھر کا کام کاج کرتیں اور جب رات ہوتی تو مصلی پر عبادت کرتیں۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے کہ سردیوں کی لمبی رات تھی، عشاء کی نماز پڑھ کر دو رکعت نفل کی نیت باندھ لی۔ طبیعت میں ایسا سرور تھا، ایسا مزہ تھا، تلاوت قرآن میں ایسی حلاوت نصیب ہوئی کہ پڑھتی رہیں، پڑھتی رہیں حتی کہ جب سلام پھیرا تو دیکھا کہ صبح کا وقت ہونے کو ہے تو رونے بیٹھ گئیں اور یہ دعا کرنے لگیں کہ اے اللہ! تیری راتیں بھی کتنی چھوٹی ہوگئیں کہ میں نے دو رکعت کی نیت باندھی اور تیری رات ختم ہوگئی۔

ایک وہ عورتیں تھیں جن کو راتوں کے چھوٹا ہونے کا شکوہ ہوا کرتا تھا اور ایک آج ہمارے دور کی مائیں بہنیں ہیں کہ جن میں سے قسمت والیوں کو پانچ وقت کی نماز پڑھنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی بہنیں نصیب فرمائے جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو عطاء فرمائی تھی۔

......☆......

Marfat.com

مقام خواتین اور تعلیمات نبوی

تاریخ انسانی اس بات کی شاہد ہے کہ عورت ازل سے اپنے جائز حقوق سے محروم رہی ہے۔عورت زمانہ جاہلیت میں ایک پالتو جانور سے بھی کم درجہ کی حامل مخلوق تصور کی جاتی تھی۔اور عموماً اس کو انسان ہی نہ تصور کیا جاتا تھا' کوئی اس کو ناگن کہہ رہا تھا اور کوئی اس کو برائی کی جڑ، کسی نے اس کا نام فتنہ وفساد رکھا تو کسی نے ناپاکی اور طمع کا مرکز قرار دیا' کوئی اس کو مکاری وفریب کی ملکہ سمجھ بیٹھا تو کسی نے اس کو موت کہہ کر رد کر دیا' آزادی وخود مختاری اس کے لئے ختم کر دی گئی' غلامی اس کے مقدر میں لکھ دی گئی۔اور جس گھر میں پیدا ہو جاتی بیٹی اس گھر میں صفِ ماتم کا بچھ جانا عمومی دستور تھا۔

قرآن کریم فرقان حمید نے رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے قبل عرب معاشرہ کی حالت پر کھول کھول کر روشنی ڈالی ہے' جس میں عورت کے ساتھ ناروا سلوک اپنایا جاتا تھا۔لڑکی کی پیدائش کو موجبِ ذلت اور باعثِ نفرت تصور کیا جاتا۔جب کسی کے ہاں بیٹی کی پیدائش ہو جاتی تو تمام اہل خانہ کے چہروں پر افسردگی گھر کر لیتی تھی،لڑکی کا باپ کسی محفل میں نہ جاتا اور وہ چھپتا پھرتا تھا کہ شاید اس نے کوئی بہت بڑا جرم کر دیا ہے۔

اسلام نے آکر پستی میں بہتی ہوئی اس خاص مخلوق کی نہ صرف یہ کہ اعانت فرمائی بلکہ اس کو معاشرہ میں ایک اہم مقام پر سرفراز فرمایا۔اسلام نے اس ہستی کو ذلت کی دلدل سے نکال کر بام عروج اور عزت ووقار کی سیج پر لا کھڑا کیا۔اللہ تعالی نے سیدنا مکی

ومدنی ﷺ کو اس معاشرہ میں پیدا فرمایا جو اپنی تمام خوبیاں کھو چکا تھا' جہاں نصف آبادی ظلم کی چکی میں پس رہی تھی۔ جہاں عورت کو حرف غلط تصور کیا جاتا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے عورت کو پستی سے نکال کر شرف وعزت، عظمت اور وقار کے بلند ترین مقام پر پہنچایا۔

انسانیت کی پوری تاریخ میں محمد ﷺ کی مبارک ہستی ہی وہ ذات ہیں جنہوں نے اپنی لامحدود شفقت ورحمت سے انسانیت کو وہ مقام دیا جو آج بھی اگر اس معاشرہ میں قائم ہو تو یہ معاشرہ دنیا کا ایک مثالی معاشرہ بن سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ ایسے معاشرہ میں بھیجے گئے جہاں لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جاتا تھا' بیٹی کے باپ کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا تا آنکہ وہ اپنی بیٹی کو قتل کر دے یا زندہ در گور کر دے' اس دور میں کسی بھی مذہب نے عورت کو بنیادی حقوق سے سراسر دور رکھا اور۔ ہر طرف عورت کا استحصال ہو رہا تھا کہ وادی فاراں سے اٹھنے والے ایک پیغام نے تمام انسانیت کو ایک اعلیٰ مقام پر فائز کر ڈالا۔

قرآن کریم نے عورت کو اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی قرار دیا اور اسی کے وجود سے تمام انسانیت کا وجود پھیلا۔ اسلام نے عورت کو اللہ تعالیٰ کی رحمت قرار دیا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے مقدس رشتوں کی ایک لڑی میں پرو کر ماں،، بہن بیٹی اور بیوی جیسے اعزازات سے نوازا' اس کے حقوق متعین فرمائے' باپ کے ترکہ میں اس کو نصف حصہ کا حقدار ٹھہرایا گیا۔ عقد ثانی جیسے عمدہ اور پاکیزہ اسلوب زندگی سے اس کو نواز دیا گیا' خلع کا حق اس کو دیا' اس کو ماں بنا کر اس کے قدموں میں جنت کو پنہاں کر دیا، اس کو بیوی بنا کر شوہر کی غلام نہیں بلکہ اس کے دل کے تخت کی ملکہ بنا ڈالا، اس کو بہن بنا کر عزت واحترام کی نشانی قرار دیا، اس کو بیٹی بنا کر گھر میں سکون اور آنگن کی خوشبو سے مہکا دیا' اور مزید فرمایا کہ عورت بھائی، باپ اور شوہر کے لئے باعث ذلت نہیں بلکہ اس کی غیرت اور محبت کی امین ہے' گویا کہ مرد اور عورت اس دنیا کی گاڑی کے دو لازم وملزوم عنصر ہیں۔

پروفیسر جینکس اپنی مشہور کتاب تاریخ سیاسیات میں مرد اور عورت کے بارہ میں

Marfat.com

اپنا نظریہ اس طرح قائم کرتا ہے:۔

انسانی جبلت میں فتور اور بگاڑ صرف انہی دو اجناس کی وجہ سے ہے' ان میں ایک تو مرد ہیں اور دوسری جنس عورت ہے' یہ دونوں اس کائنات کے وجود کے لئے لازم وملزوم ہیں' ان میں سے اگر ایک نہ ہو تو کائنات کا وجود برقرار نہیں رہ سکتا' یہ نوع انسانی انہی کے وجود اور ملاپ سے معرض وجود میں آئی' ان دونوں اجناس میں جہاں مرد کو برتری حاصل ہے' تو وہاں عورت کی اہمیت سے بھی انکار ممکن نہیں۔ گویا کہ ہم عورت کو معاشرہ کا ایک ناگزیر عنصر کہہ سکتے ہیں۔ ﴿تاریخ سیاسیات از پروفیسر جینکسن﴾

انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کے مطابق عورت کے حقوق کی اس طرح تشریح کی گئی ہے:۔

"جب سے یہ دنیا وجود میں آئی ہے اس وقت سے ان دونوں کے حقوق و فرائض میں کمی بیشی ہوتی رہی مگر عورت کا زیادہ استحصال ہوا اور اس کو زیادہ ظلم برداشت کرنا پڑا جبکہ اسلام نے ان دونوں اجناس میں ایک توازن قائم فرما دیا ہے' یہ توازن اسلام سے قبل کسی اور مذہب میں دیکھنے میں نہ آیا' اہل یہود عورت کو مکار، فتنہ کی جڑ اور انسانی معاشرہ میں سکون کی دشمن قرار دیتے ہیں انہوں نے عورت کو ناپاک شے گردانا' جبکہ نصاریٰ کا خیال بھی اس سے آگے بڑھ کر ہے' ان کے نزدیک عورت شیطان کے داخلہ کا دروازہ ہے' اس نے عورت کو شجر ممنوعہ کی طرف بھیجا اور اللہ تعالیٰ کے قانون کو توڑنے میں اس نے پہل کی گویا اہل نصاریٰ عورت کو محکوم دیکھنے میں ہی بھلائی تصور کرتے ہیں۔ ﴿انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا﴾

Marfat.com

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب سیرۃ النبی میں فرماتے ہیں کہ اسلام سے قبل کے مذاہب میں مرد اور عورت کے ازدواجی تعلقات کو اخلاق اور روح کا دشمن کہا گیا ہے۔ اسلام سے قبل عورتوں کی حالت بہت زیادہ خراب تھی، بچیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا، عورتوں کو کسی قسم کی وراثت میں حصہ نہ دیا جاتا تھا۔ اور بیٹا باپ کی وفات کے بعد اپنی ماں سے شادی کر لیا کرتا تھا۔

جب ہم اپنے معاشرہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو خرابیاں اس وقت سامنے آتی ہیں جب مرد اور عورت کے حقوق میں اسلام کی حدود کو توڑ کر بگاڑ پیدا کر دیا جاتا ہے اور عقل انسانی کو قرآن پاک کے ارشادات پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اسلام نے امتیازات کو مٹایا اور مرد و عورت کو تخلیقی بنیاد قرار دیا۔ اس کے علاوہ مرد اور عورت کے لئے الگ الگ حدود مقرر فرما دیں۔

ارشاد باری تعالی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴿سورۃ النسآء-۱﴾

ترجمہ:۔ اے لوگو! تم اپنے اس مالک سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا فرمایا، پھر اس سے تمھارے جوڑے بنائے اور ان سے کو کثیر تعداد میں مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس سے تم سوال کرتے ہو اور رشتوں کا خیال رکھو، بے شک اللہ تعالی تم پر نگران ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے سامنے تین چیزیں رکھی ہیں جن میں اللہ وحدہ لاشریک اس دنیا کو واحد مرد سے بنایا اور حقوق و فرائض میں وحدت قائم فرمادی۔ اس میں یہ بھی پیغام دیا گیا ہے کہ نسل انسانی ایک ہے کسی کو دوسرے پر برتری حاصل نہیں اور دونوں کے حقوق و فرائض میں ایک توازن برقرار رکھ ڈالا۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے یہ بتایا کہ یہ زندگی مرد اور عورت کی محتاج ہے عورت کو کارزار میں ذلیل کر کے انسانی معاشرہ کی خدمت نہیں کی جا سکتی۔ قدرت ان دونوں اصناف سے کام لینا چاہتی ہے' ان دونوں میں سے اگر ایک اپنے حقوق و فرائض میں غفلت کرے گا تو یہ کارنامہ پوری انسانیت کے لئے فساد بن کر رہ جائے گا۔

عورت کے لئے قرآن کریم کے ارشادات مبارکہ ان دو پہلوؤں پر محیط ہے۔

۱۔ اللہ جل شانہ عورت کو معاشرہ میں ایک وقار اور عزت و احترام کا مقام عطا فرمانا چاہتے ہیں تا کہ وہ مرد کے مساوی رہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ عورت کے حقوق و فرائض متعین فرماتے ہیں تا کہ معاشرہ میں بگاڑ نہ آئے۔

ان ارشادات مبارکہ کی روشنی میں اسلام عورت کو ایک معاشرتی مقام دینا چاہتا اور اس کے حقوق کو منوانا چاہتا ہے۔

عورت ایک ماں قرآن کی نظر میں

ایک لڑکی جب جوانی کی حدود کو چھو لیتی ہے تو اس کی موجودہ رسم و رواج کے مطابق کسی دوسرے اس کے ہم پلہ مرد سے شادی کر دی جاتی ہے' اس لڑکی کی جونہی شادی ہوتی ہو وہ عورت کے روپ میں سامنے آتی ہے اور جب یہ عورت کسی بچے کو جنم دیتی ہے تو ماں بن جاتی ہے۔ ایک لڑکی اگر شادی سے پہلے کسی بچے کو جنم دے تو وہ بھی ماں بن جاتی ہے مگر اسلام میں اس کے لئے تو پتھر ہیں جبکہ دوسرے کئی مذاہب اس لڑکی کو سیدہ مریم کہہ کر اس کی پوجا کرتے ہیں۔ اسلام میں ایسی عورت کے لئے ذلت اور

Marfat.com

رسوائی کے علاوہ کچھ نہیں جبکہ ان کے ہاں تو ایسی عورت بڑی مبارک اور عزت کا نشان بن جاتی ہے' اگر کسی مسلمان عورت کے ساتھ ایسا سانحہ ہو جاتا ہے تو پورے خاندان اور قوم وملت کے ساتھ ساتھ اس نسل کے لئے ذلت کا نشان بن جاتی ہے (معاذ اللہ)۔ قبل از اسلام معاشرہ میں نہ تو اس مکرم ومحترم ماں کو کوئی مقام حاصل تھا' نہ ہی کوئی تقدیس یا خصوصیت اور نہ ہی اہل معاشرہ نے ماں کو کوئی خاص وقعت عطا فرمارکھی تھی۔ لوگ جنسی تسکین کی خاطر عورتوں کو بھیڑ بکریوں کی مانند رکھا کرتے تھے۔ جہالت کے زمانہ میں بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جن کے حرم میں بے شمار عورتیں ہوا کرتی تھیں۔ اور ان محبوس عورتوں کے مالک ان سے خود بھی برا فعل کرتے اور ان کو غیروں سے بھی ایسا کرنے پر مجبور کرتے۔ سیدنا غیلان ثقفیٰ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے اللہ تعالیٰ نے شمع ہدایت کی طرف بلایا تو میرے تصرف میں دس سے زائد عورتیں تھیں۔ باپ کی موت پر بڑا بیٹا اپنی ماں کو اپنے گھر میں داخل کر لیتا تھا۔ ہمارے پاس کئی ایسے باطل دین بھی ہیں جس میں شوہر کی وفات کے بعد عورت کو ایک اچھوت کا درجہ دے دیا جاتا ہے اور کئی تو اس عورت کو شوہر کی جتا کے ساتھ زندہ مرجانے پر یقین رکھتے ہیں۔ جبکہ اسلام میں ایسا نہیں ہے' اسلام نے عورت کو ماں کی حیثیت سے جو مقام ومرتبہ عطا فرمایا ہے دوسرے مذہب اس سے یکسر محروم ہیں۔

اللہ تعالی کے احکامات کی روشنی میں عورت کا بحیثیت ماں ایک اعلیٰ مقام ہے جس کی بڑائی کا تصور بھی ممکن نہیں۔ قرآن کریم اللہ تعالی کی واحدانیت کے بعد ماں اور باپ کے مراتب کو اہمیت عطا فرماتا ہے' قرآن کریم اس گتھی کو اس طرح سلجھاتا ہے:۔

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ط
اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ
وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا ہ (بنی اسرائیل)

Marfat.com

ترجمہ:۔اور تیرا پروردگار کھلے الفاظ میں حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا' اگر تمھاری موجودگی میں ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اُف بھی نہ کرنا' نہ انہیں جھڑکانا' بلکہ ان کے ساتھ ادب و احترام سے بات چیت کرنا۔ ﴿بنی اسرائیل۔۲۳﴾

دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِىْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِىْ وَلِوَالِدَيْكَ ﴿لقمان۔۱۴﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارہ میں تاکید فرمائی کہ اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا، کمزوری جھیلتی ہوئی اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے' یہ حق مان حکم میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

اس حکم میں اللہ تعالیٰ نے والدین بالخصوص ماں کی عظمت کا ذکر فرمایا ہے اور اولاد پر لازم کر دیا کہ وہ اپنی ماں کی عزت واحترام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنے' کیونکہ ماں نے اولاد کے لئے بہت سی مشکلات جھیلی ہیں' یعنی حمل کے دوران تو اس کی مصیبتوں کو عروج مل جاتا ہے' اور جوں جوں حمل بڑھتا ہے تو اسی طرح ماں کی تکالیف میں اضافہ بھی زیادہ ہوتا جاتا ہے اور پھر دو سال تک بچے کو سردی گرمی سے بچانا اور پھر اوپر سے اس کو دودھ پلانا بھی ماں کے لئے ایک بہت بڑی پریشانی سے کم نہیں ہے۔ان تمام پریشانیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے ماں کے احترام کا اس طرح بھی اعادہ فرمایا ہے:۔

Marfat.com

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ﴿الاحقاف۔۱۵﴾

ترجمہ:۔ اور ہم نے حکم دیا ہے انسان کو کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اٹھائے رکھا اس کو اپنے شکم میں اس کی ماں نے بڑی مشقت سے اور جنا اس کو بڑی تکلیف سے اور اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے تک تیس مہینے لگ گئے۔

اسلام ماں باپ دونوں کا رتبہ بہت بلند کرتا ہے مگر ماں کو اس نے خصوصی مقام عطا فرمایا ہے۔ اس کی وجہ خود رب تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

اپنے شکم میں اس کو اس کی ماں نے بڑی مشقت سے اٹھائے رکھا اور اس کو بڑی تکلیف سے جنم دیا اور اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے تک تیس مہینے لگ گئے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ ماں کی عظمت کا ذکر فرماتے ہیں کہ ماں کا حق باپ سے کہیں زیادہ بلند ہے، کیونکہ اس نے بچے کو اس دنیا میں لانے اور اس کو ایک فعال انسان بنانے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ جب باپ کا نطفہ ماں کے رحم میں منتقل ہوتا ہے تو اسی وقت سے ماں کی تمام قوتیں اس بچے کو سنبھالنے میں لگ جاتی ہیں اور پیدائش کے لمحات تو ماں کے لئے بہت ہی مشکل اور کٹھن ہوتے ہیں۔ پھر اس کی پیدائش کے بعد اس کو دودھ پلانا، صبح شام اس کی نگہداشت کرنا، بیماری کی صورت میں دن رات جاگ کر اس کی تیمارداری کرنا۔ اس لئے ارشاد ہے کہ ماں کا حق باپ کی نسبت تین گنا زیادہ ہے۔

قرآن کریم اولاد کو ماں باپ کی ہر طرح کی معاونت کا حکم صادر فرماتا ہے کہ اگر تم میں سے کسی کو دولت مل جائے تو سب سے پہلے اپنے ماں باپ کا خیال رکھا کرو۔ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ یوں فرماتے ہیں:۔

ترجمہ:۔اے حبیب ﷺ وہ آپ سے راہنمائی طلب کرتے ہیں کہ وہ کیا اور کہاں کہاں خرچ کریں؟ آپ فرمادیجئے کہ مال ومنال سے جو کچھ بھی خرچ کرواولین مستحق ماں باپ ہیں۔﴿البقرہ ۲۱۵﴾

قرآن کریم میں خالق کائنات تمہارے انسان کو اپنے مرحوم والدین کے حق میں یوں دعا کرنے کی اس طرح تلقین فرماتا ہے:۔

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ٥ ﴿بنی اسرائیل ۲۳﴾

ترجمہ:۔ آپ ﷺ کہیں دعا کیجئے اے میرے پرودگار میرے والدین کے حال پر یوں ہی رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، میں نے دوفرسخ یعنی چھ میل تک اپنی ماں کو اپنی پیٹھ پر لاد کر سفر کیا اور جس راستہ سے میں نے سفر کیا وہ بہت ہی زیادہ گرم اور سخت تھا تو کیا میں نے ماں کا حق ادا کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے شائد ماں کے ایک دردزہ کا حق ادا کیا ہو۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جنت میں ایک قرآن کے پڑھنے کی آواز سنی تو میں نے فرشتے سے پوچھا کہ یہ کون ہے تو اس نے جواب دیا کہ یہ سیدنا سیدنا بن نعمان رضی اللہ عنہ ہیں جو ماں کے ساتھ بہت زیادہ نیک سلوک کرتے تھے۔ یہ مقام ان کو ماں کے ساتھ بھلائی کرنے میں ملا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک صحابی آیا اور اس نے عرض کیا اے رسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں میں ایک عرض کرنا چاہتا ہوں) رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بات کرنے کی اجازت عطا فرمائی تو اس نے کہ اے اللہ کے رسول میں نے اپنی ماں کو یمن سے اپنی پیٹھ پر اٹھایا اور اس کو حج کروایا، حج کے تمام امور اس نے میری پیٹھ پر ادا کیے؟ میری ماں بہت زیادہ بوڑھی تھی اور وہ کوئی بھی حرکت نہیں کرسکتی تھی، کیا میرا ایسا کرنا اس کا حق ادا کرسکتا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ اس صحابی نے گذارش کی کیوں؟۔ تو آپ نے فرمایا کہ اسی طرح تیری ماں نے بھی تجھ کو اٹھا کر رکھا ہے، وہ اس مشقت میں تیری عمر کی دعا کرتی تھی اور تو اس کی موت کی دعا کررہا تھا۔

تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سیدنا جاہمہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور بیٹھ گئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بات کرنے کی اجازت ملی تو انہوں نے گذارش کی کہ اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاد کرنا چاہتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ لینے آیا ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ کیا تمھاری ماں زندہ ہے تو اس نے کہا کہ ہاں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو اس کی خدمت کیا کر، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت اس کے قدموں میں رکھ دی ہے۔ بس تو اس کی خدمت کرکے جنت کو پاسکتا ہے۔

یہاں اللہ تعالی نے والدین کی عظمت کو کھول کر واضح فرمادیا کہ ان کی ہر حالت میں عزت و توقیر ہی کرنا اور کسی صورت میں ان کی بے ادبی نہ کرنا کیونکہ اسی میں بھلائی ہے۔

عورت ایک ماں حدیث صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں

ماں کی شان کے بارے میں ایک حدیث یوں ہے:۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ کون حق دار ہے؟ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیری ماں اس نے پھر دوبارہ پوچھا

Marfat.com

دربار نبوی ﷺ سے یہی جواب ملا۔ تیسری بار پھر پوچھا تو پھر بھی یہی جواب ملا۔ چوتھی مرتبہ پھر پوچھا تو رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ تمھارا باپ۔ گویا تین مرتبہ کا احترام کرنا اور ایک بار باپ کے ادب کا ذکر فرمایا۔ ایسا اس لئے کیا گیا ہے کہ اس نے تمھاری ولادت و نگہبانی میں سب سے زیادہ دکھ برداشت کئے ہیں۔
﴿متفق علیہ﴾

ماں کے بارے میں سید الصفا ﷺ نے یوں فرمایا:۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی عدالت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ حق دار ہے؟ تو رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ تمھاری ماں اس نے پھر عرض کیا کہ اس کے بعد' آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمھاری ماں ...... اس صحابی نے پھر عرض کیا کہ اس کے بعد' آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمھاری ماں ...... اس صحابی نے تیسری بار پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیری ماں ...... جب چوتھی مرتبہ اس نے یہی سوال دہرایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمھارا باپ۔ اور باپ کی رضا میں اللہ تعالی نے اپنی رضا کو پنہاں فرمادیا ہے۔ ﴿بخاری شریف﴾

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی وصیت فرمائیں تا کہ میں اس کے ذریعہ دنیا و آخرت کو پا سکوں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا ہاں' آپ نے فرمایا کہ جب تو ان کی خدمت کرے گا، ان کو کھانا کھلائیگا تو اللہ تعالیٰ تجھے ایک لقمہ کے بدلہ میں ایک محل جنت میں عطا فرمائیں گے۔

Marfat.com

ہادی عالم ﷺ نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے باپ کی شان کا اظہار یوں فرمایا:۔

اللہ پاک کی خوشنودی ماں باپ کی خوشنودی میں مضمر ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک مقام پر فرمایا کہ جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔ یعنی جو لوگ ماں کی خدمت کرتے ہیں جنت کے اصل حقدار وہی لوگ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے زیور تعلیم سے آراستہ ہونے کی بھی اجازت دی ہے۔ جس طرح مردوں کے لئے تعلیم کے دروازے کھلے ہیں اسی طرح عورتوں کے لئے بھی تعلیم کے دروازے کھلے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں بہت سی خواتین نے خود بھی علم حاصل کیا اور دوسری مسلم خواتین کو بھی علم کی روشنی سے بہرہ ور ہونے میں مدد دی۔ آپ ﷺ پر سب سے پہلے اسلام لانے والی بھی ایک خاتون ہی تھی آپ ﷺ کے لائے اسلام پر اپنی جان کی قربانی دینے والی بھی ایک خاتون ہی اور خواتین کی ایک بڑی تعداد نے اس وقت اسلام قبول کیا جب کہ اسلام قبول کرنا اپنی جان سے کھیلنے کے مترادف تھا۔

مسلمان خواتین نے ہر معاملہ میں اسلام کی جس انداز میں خدمت فرمائی اس کا مثالیں ملنا مشکل ہے۔ میدان جنگ میں زخمیوں کی دیکھ بھال کرنا اور اپنے کیمپ کی حفاظت کرنا انہیں خواتین کا کام تھا۔ غزوہ خندق میں ایک خاتونؓ کی دلیری سے یہودیوں کے ممکنہ حملہ سے نجات ملی۔ خواتین اسلام نے بہت سے مواقع پر اپنی جان مال بلکہ اپنی اولاد تک اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دیں۔ سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا نے اپنے چار بیٹے اسلام کی تحریک کے لئے وقف کر دئے۔ اس طرح اور بھی بے شمار مثالیں ہیں جب خواتین نے اپنی عزیز ترین اولاد بھی اسلام کی سربلندی کے لئے قربان کی۔

سیدنا مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث یوں رقم

Marfat.com

کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے یقیناً تم پر حرام فرمائی ہے ماں کی نافرمانی، اور بیٹیوں کو زندہ درگور کر دینا تمھارے لئے حرام ہے۔'' اس طرح کی متعدد احادیث مبارکہ ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ ماں کی عزت وعظمت کا تذکرہ فرما چکے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ماں کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تو وہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے پردہ ہوگا۔

سیدنا بشیر علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ جس فرد نے اپنی والدہ سے اس وجہ سے قریب ہو کر اس کی بات سنی تو وہ اس سے افضل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی تلوار چلائے۔ ﴿متفق علیہ﴾

دین اسلام نے جہاں حقیقی ماں کو عزت کا مقام دیا ہے وہاں اللہ تعالی نے سوتیلی ماں اور رضاعی ماں کے بھی تقدس کا خیال رکھا ہے، جس طرح حقیقی ماں اس کے بیٹوں پر حرام ہے اسی طرح رضاعی ماں بھی اس کے بیٹوں پر حرام ہے' اور اسلام ان کے ساتھ بھی اسی طرح کا ادب واحترام روا رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ سیدنا ابو طفیلؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو مقام جعرانہ میں گوشت تقسیم کرتے ہوئے دیکھا تھا میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھی خاتون رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ہوتی جارہی ہے تو جونہی رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا تو آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارک پھیلا دی اور ان کو اس پر بٹھایا' آپ ﷺ نے اس خاتون کی بہت زیادہ عزت کی' میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ میری ماں ہے جنہوں نے مجھے بچپن میں دودھ پلایا تھا۔ سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ سیدنا عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہا کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے آخری صحابی ہیں اور جب آپ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے ساتھ ہی صحابہ کرام کا دور بھی ختم ہوگیا۔ یعنی کہ آپ رضی

Marfat.com

اللہ عنہ نے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں سب سے آخر میں وفات پائی۔

جنگ حنین میں قبیلہ بنی سعد کے بہت سارے افراد جنگی قیدی کی سورت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کئے گئے تو اتنے میں سیدنا زُہیر رضی اللہ عنہ جنہوں نے ابھی اسلام قبول کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ان قیدیوں میں سے ایک خاتوں سیدنا حلیمہ سعدیہ بھی ہیں جن کا آپ ﷺ نے دودھ پیا تھا۔ لہذا اس نسبت سے آپ ﷺ کی بہت سی رضاعی خالائیں اور رضاعی پھوپھیاں ہیں اور وہ تمام آپ ﷺ کی قید میں ہیں' اللہ کی قسم اگر ہم کسی اور عرب خاندان کی قید میں ہوتے اور ہماری کسی خاتون کا اس بادشاہ نے دودھ پیا ہوتا تو وہ ہمارے تمام قصور معاف کر کے آزاد کر دیتا مگر آپ ﷺ تو اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور ہماری توقعات آپ ﷺ سے بہت زیادہ ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ ہماری توقعات پر پورا اتریں اور ان تمام کو آزاد کر دیں' چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فوراً تقریباً چھ ہزار قیدیوں کو رہا فرما دیا۔ ﴿سیرت ابن ہشام﴾

اسلام ماں کے مرجانے کے بعد بھی اس سے نیک سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش آیا؟ ایک صحابی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میری والدہ فوت ہو چکی ہے' اب اس کے ساتھ نیک سلوکی کا کونسا راستہ ہے' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کی موت کے بعد بھی تم ان کے لئے دعائیں کر کے نیکی کر سکتے ہو' ان کے لئے آپ نفلی روزے رکھ سکتے ہو، خیرات کر سکتے ہو، اس کے علاوہ ان کی مغفرت کے لئے دوسرے کئی اور بھی نیک کام کر سکتے ہیں۔

اسلام والدین سے نیک سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے خواہ وہ والدین مشرک ہی کیوں نہ ہوں۔

سیدنا اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں میرے

Marfat.com

پاس میری ماں آئی جو مسلمان نہیں ہوئی تھی تو میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں وہ تیری ماں تو ہے' اس کے ساتھ اسلام نے ماں کی نافرمانی کو حرام قرار دیا ہے۔

سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ماں کی نافرمانی کو حرام کیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ماں کی ناراضگی میں ہے۔

﴿بخاری شریف﴾

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمام گناہوں کی سزا اللہ تعالیٰ چاہے تو قیامت کے دن معاف کردے مگر ماں باپ کی نافرمانی کی سزا اس کو دنیا و آخرت دونوں میں بھگتنا پڑے گی۔

سیدنا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک صحابی حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے رسول اللہ میں آپ ﷺ کے پاس آیا تا کہ ہجرت پر آپ ﷺ سے بیعت کروں جبکہ میرے والدین رو رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ واپس لوٹ جاؤ اور ان کو ایسے ہی خوش کرو جیسے تم نے ان کو رلایا ہے۔

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں بیٹھے تھے کہ ایک آدمی آیا اور اس نے کہا ایک جوان (صحابی) دم توڑ رہا ہے مگر اس کی زبان پر کلمہ جاری نہیں ہو رہا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا وہ نماز پڑھتا تھا جواب ملا کہ ہاں وہ نماز پڑھتا تھا؟ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور ہم سب آپ ﷺ کے ہمراہ اس جوان کے گھر کی طرف چل دیے' تھوڑی دیر میں تمام صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ اس جوان کے گھر میں تھے۔ آپ ﷺ نے اس سے کلمہ پڑھنے کا کہا س

نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ مجھ میں کلمہ پڑھنے کی طاقت نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیوں تم میں ایسا مبارک کلمہ کہنے کی طاقت نہیں؟ اس نے کہا کہ میں اپنی ماں کی نافرمانی کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تیری والدہ زندہ ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں! آپ ﷺ نے اس کو بلانے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے اس عورت سے اپنے بیٹے کو معاف کرنے کی درخواست کی تو اس کی ماں نے ایسا کرنے سے انکار کردیا' یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ایک بڑی آگ جلائی جائے۔ اس لڑکے کی ماں نے پوچھا کہ یہ آگ کیوں جلائی جارہی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس میں تیرے بیٹے کو جلایا جائے گا۔ یہ سن کر اس عورت نے کہا کہ میں اس کو معاف کرتی ہوں۔

اس جوان کی معافی کا اظہار لے کر رسول اللہ ﷺ اس جوان کی طرف آئے اور اس جوان کو کلمہ پڑھنے کی تلقین کی تو اس جوان نے فوراً کلمہ حق ادا کیا۔ جونہی اس جوان نے کلمہ پڑھا تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے اس جوان کو ایک بہت بڑی آگ سے معافی عطا کردی اور اس کیساتھ ہی اس جوان کی روح پرواز کرگئی۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن حکیم کی تین آیات آپس میں جڑی ہوئی ہیں اور ان میں سے کسی کو اس کے ساتھ ملی ہوئی کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا۔

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ﴿سورۃ النساء۔۵۹﴾

ترجمہ و مفہوم:۔تم اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو اس کے رسول ﷺ کی۔

لہٰذا اس میں یہ فرمایا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس وقت مقبول ہوگی جب رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی جائے گی۔ اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے اور اس کے رسولوں کی اطاعت نہ کی جائے تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کہی جائے گی۔

Marfat.com

اَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ﴿البقرہ۔۴۳﴾

ترجمہ: تم نماز قائم کرو اور زکواۃ ادا کرو۔

یہاں نماز اور زکواۃ کو آپس میں جوڑ دیا گیا ہے۔ نماز پڑھنے والا اگر زکواۃ ادا نہیں کرتا تو اس کا یہ عمل بھی مقبول نہیں ہوگا۔

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ﴿لقمان۔۱۴﴾

ترجمہ:۔ کہ شکر ادا کر میرا اور اپنے والدین کا۔

لہٰذا جو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور والدین کا شکریہ ادا نہ کرے تو اس کا یہ عمل قبول نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی رضا والدین کی رضا میں پنہاں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں چھپی ہوئی ہے۔

عورت ایک بہن

اسلام سے پہلے جس طرح ماں باپ کے حقوق کا کوئی تصور نہیں ملتا تو اسی طرح بہن بھائی کا تقدس بھی ناپید تھا۔ بہن کی پیدائش پر بھائی کوئی خوشی کا اظہار نہیں کرتا تھا بلکہ اس کو اپنی عزت وتوقیر کے خلاف سمجھتا تھا۔ وہ اس بات کو اپنی رسوائی تصور کرتا تھا کہ اس کی بہن کل کسی اور شخص کی ہو جائے گی اور اس کو اس کے سامنے سر جھکانا پڑے گا۔ بھائی کے سامنے اگر بہن کو قتل کر دیا جاتا تو بھائی اس پر کسی قسم کی غمی کا اظہار نہیں کرتا تھا بلکہ وہ مل کر اپنی بہن کو قتل کرنے کا منصوبہ بناتا اور اور اس کو قتل کروانے میں فخر محسوس کرتا تھا اور بھائی اپنی بہن کی زندگی کے خاتمہ کو بہت اچھا تصور کرتے تھے۔ کئی مقامات پر تو بھائی اپنی بہن کے ساتھ منہ بھی کالا کرتے تھے اور وہ اپنی بہن کو بیوی بنا لیتے تھے۔ بعض تو اپنی بہن کو فروخت کر دیتے تھے۔ بہن کو اپنے باپ کی جائداد سے بالکل ختم کر دیا جاتا تھا مگر جونہی اللہ تعالیٰ نے فاران کی چوٹیوں میں اپنے حبیب ﷺ کو اپنا رسول ہونے کا پیغام دیا تو اس کے ساتھ ہی بہن کی عزت کو بحال کر دیا گیا۔ عورت یا بہن ناامیدی

Marfat.com

اور یاس وحراس سے نکل کر زندگی کی شاہراہ پر چل نکلی اسلام نے آگے بڑھ کر بہن کو اپنے گھر کا سب سے اہم رکن بنادیا، اس کو اپنے بھائی کے لئے عزت اور احترام کا درجہ دیا' بلکہ بہن کی زندگی میں بھائی کے وقار کو پنہاں کر دیا اور اس طرح ایک بہن اپنے خاندان کے سکون کی علامت بن گئی۔

اہل عرب اپنی بہن کو کسی قسم کی جائداد کا حق دار نہیں تصور کرتے تھے مگر اسلام نے اس کو جائیداد میں برابر کا حق دار بنادیا' اور والد کی وفات کے بعد اس کو والد کی جائداد میں قانونی طریقہ سے حق رکھ دیا۔ سیدہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرے والد بزرگوار نے انتقال سے قبل مجھ سے فرمایا کہ اے بیٹی میں تم کو آسودہ حال دیکھنا پسند کرتا ہوں اور مجھے کسی طرح یہ بات پسند نہیں کہ میرے بعد تم تنگ دست ہو جاؤ، لہٰذا میں نے تم کو جو کھجور کا باغ دیا تھا اب تک تم نے اس سے نفع اٹھایا اور وہ تمھارا تھا لیکن میرے بعد وہ متروکہ ہو جائے گا۔ لہٰذا تم وہ باغ از روئے قرآن تم بہنوں اور بھائیوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ یہاں قرآن نے رضاعی بہن کو بھی ایک اعلیٰ مقام دیا ہے۔ حنین کے معرکہ میں جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جنگی قیدی پیش کیے گے تو ان میں سے ایک شیماء نام کی خاتون بھی تھی' اس نے دعویٰ کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بہن ہے۔ پھر اس نے یہ بھی بتایا کہ جب محمد ﷺ چھوٹے سے تھے تو ایک دن میں ان کو کھلا رہی تھی تو ننھے محمد ﷺ نے کسی بات پر مچل کر میرے کندھے پر اپنے دانت گاڑ دیے تھے اور ان دانتوں کا ابھی تک نشان باقی ہے' یہ ثبوت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر پھیلا دی' اور اس خاتون کو اپنی کملی پر بٹھایا۔ پھر ان کی تکلیف کا احساس کر کے نبوت کی آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ رسول اللہ ﷺ بڑے جذباتی ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے کہا کہ اگر تم یہاں رہنا چاہو تو رہ سکتی ہو' تم کو یہاں ہر طرح کی سہولتیں ملیں گی اور اگر تم اپنے گاؤں میں واپس جانا چاہو تو جا سکتی ہو؟ اس نے اپنے گاؤں میں جانے کو ترجیح دے رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر اس کو رخصت کیا' بہت سے انعامات اس کے حوالے کیے اور جاتے ہوئے اس کو ایک باندی، تین غلام اور بھیڑ بکریوں کا ایک ریوڑ بھی

Marfat.com

اس کے حوالے کیا۔ یہاں سیدہ شیمار ضی اللہ عنہا نے مقام صحابیت کو حاصل کیا اور ایمان کی دولت سے سرفراز ہوگئیں۔ (یہ واقعہ رضاعی بہن کی قدر و منزلت کو بہت زیادہ بلند کرتا ہے۔)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی کی تین بہنیں یا تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان سے حسنِ سلوک کرے تو وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔

دوسری جگہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو دولڑکیوں کو پالے اور وہ ان کی یہاں تک پرورش کرے کہ وہ جوان ہو جائیں تو میں اور وہ لڑکیوں کو پالنے والا قیامت کے دن ایسے آئیں گے اور پھر آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ملایا اور ملا کر اس انسان کی خوش قسمتی کا اظہار فرمایا۔

اُم المؤمنین سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے جو میری امت میں سے تین بیٹیوں یا تین لڑکیوں، تین بہنوں کی پرورش کرے گا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے اور جہنم کی آگ کے درمیان ایک پردہ ڈال دیں گے۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرے والد بزرگوار کا وصال ہوا تو انہوں نے سات یا نو لڑکیوں کو چھوڑا۔ اور میں نے ایک مطلقہ یا شوہر سے جدا ہونے والی عورت سے شادی کر لی۔ جب شہنشاہ عرب و عجم ﷺ نے پوچھا کہ اے جابر! کیا تم نے نکاح کر لیا ہے؟ تو میں نے جواب دیا ہاں آپ ﷺ نے پوچھا کہ باکرہ سے نکاح کیا ہے یا ثیبہ سے، میں نے کہا کہ ثیبہ سے' تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ باکرہ سے کیوں نہیں کیا وہ تم سے کھیلتی اور تم اس سے کھیلتے؟ میں نے عرض کیا کہ میرے والد گرامی نے چند لڑکیوں کو اپنی وراثت میں چھوڑا ہے تو میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ میں ان پر ان جیسی کنواری بیوی لے آؤں، چنانچہ میں نے ایک ایسی

Marfat.com

عورت سے شادی کی ہے جو سمجھ دار ہے، جو ان کی نگرانی بھی کرتی رہے گی، اور ان کی اصلاح بھی کرے گی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی تجھے برکت و بھلائی دے۔﴿صحیح بخاری﴾

جہاں بھائی اپنی بہن کا خیال رکھتا ہے وہاں اسلام میں بہن بھی اپنے بھائی پر اپنی جان چھڑکتی ہے۔ جب احد کے معرکے میں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو سیدنا صفیہ رضی اللہ عنہ جو کہ ان کی بہن تھیں ان کو بہت صدمہ ہوا۔ رسول کریم ﷺ نے ان کے بیٹے کو حکم دیا کہ میری پھوپھی اور اپنی ماں کو بھائی کا چہرہ نہ دیکھنے دینا۔ کیونکہ دشمنوں نے ان کا بہت برے انداز میں مثلہ کیا ہے۔ جب اس بات کی اطلاع سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو ہوئی تو انہوں کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ میرے بھائی کے ساتھ کیسا سلوک ہوا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کیا جازت سے ان کو بھائی کی نعش دیکھنے کی اجازت مل گئی' اس صابرہ بہن نے بڑے صبر سے بھائی کی نعش کو دیکھا جس کا ناک، کان، منہ، دل پیٹ اور جسم کے تمام حصے کٹے ہوئے تھے' بہن نے بھائی کی نعش پر کھڑے ہو کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور اپنے بھائی کی مغفرت کے لئے دعا فرمائی اور چلی گئی۔

عدی بن حاتم کی بہن سقانہ بنت حاتم جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں قیدی بن کر آئی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے باپ کا ذکر کیا اور رحم واحسان کی التجا کی اور ساتھ ہی کہا کہ میرا بھائی مجھے چھوڑ کر شام چلا گیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو رہا کر دیا اور ساتھ ہی واپسی کے لئے اس کو ایک اونٹ بھی دے دیا۔ یہ سلوک دیکھ کر اس خاتون نے اسلام قبول کر لیا اور اپنے بھائی کو تلاش کرنے چلی گئی۔ اس سعادت مند بہن نے بھائی کو تلاش کیا اور اس کے سامنے اسلام کی خوبیوں کو بیان کیا کہ کس طرح رسول اللہ ﷺ نے اس کے ساتھ سلوک کیا ہے' اس نے بھائی کو اسلام قبول کرنے کی بھرپور دعوت دی اور وہ اپنے بھائی کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کے لئے اسلام کا کہا۔ عدی بن حاتم نے بہن کے تعلیمات پر اسلام قبول

Marfat.com

فرمایا اور صحابی کا اعزاز حاصل کیا۔ حاتم کو صحابیت کے اعزاز تک ایک بہن لے کر آئی۔

عورت ایک بیٹی

ماں کے بعد بیٹی کی عزت وتوقیر بیان فرمائی گئی ہے۔ بیٹی کے ساتھ پیار اور محبت سے پیش آنا اسلام میں نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ قرآن کریم نے بیٹی کو زندہ گاڑنے سے نجات دلائی۔ سرور کائنات ﷺ نے بیٹی کی محبت میں جہنم کی آگ سے چھٹکارے کا اعلان فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دو بیٹیوں کی خوب دل وجان سے محبت کے ساتھ پرورش کی، روز حشر وہ اور میں دو انگلیوں کی مانند ایک جگہ پر ہوں گے۔ اگر کوئی آدمی جس کی بیٹی ہو اور وہ اس کی پرورش خوب کرے، اسے بیٹے پر ترجیح نہ دے، اسے زندہ نہ گاڑے، اس کی تکلیف کا خیال رکھے اور اس کو ہر طرح سے محبت دے تو اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو ضرور جنت عطا فرمائیں گے۔ نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے مفصل دین نے لوگوں کو بتایا کہ بیٹی شفقت وہمدردی کی حق دار ہے اس پر ظلم وستم روا رکھنا جائز نہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کی لڑکی ہو اور وہ اسے زندہ درگور نہ کرے اور اس کی توہین نہ کرے اور اولاد ذکور کو اس پر ترجیع نہ دے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں گھر عطا فرمائے گا۔ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے بیٹی کی عزت وقدرومنزلت میں بہت زیادہ اضافہ ہوتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارے ہاں بیٹی کی پیدائش پر خوشیوں کا اظہار کیا جاتا ہے، جبکہ قبل از اسلام ایسا نہیں تھا۔ یہ ایک الگ پہلو ہے کہ جتنی خوشی بیٹے کی پیدائش پر ہوتی ہے اتنی بیٹی کی پیدائش پر نہیں ہوتی ایسا صرف ان گھرانوں میں ہوتا ہے جو اسلام کی بنیادی تعلیم سے محروم ہیں۔ اس طرح ہمارے ان تمام گھرانوں میں جہاں اسلام نے پوری طرح گھر کر رکھا ہے اس نفسانفسی کے دور میں بھی بیٹی کو پیار باپ کی شفقت اور بھائیوں کی ہمدردیاں حاصل ہوتی ہیں۔۔ اگر جنم لینے والی نومولود بیٹی کی طبیعت ذرا سی ناساز ہو جائے تو تمام گھر میں پریشانی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ بیٹی کے لئے یہ سب کچھ

آپ ﷺ کے لائے ہوئے ازلی پیغام کی سے ہوا ہے' ورنہ اسلام سے قبل تو جس گھر میں بیٹی پیدا ہو جاتی تھی تو اس گھر میں صف ماتم بچھ جاتی تھی اور مایوسیوں کا اس گھر میں راج ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس طرح انسانیت کی تشفی فرماتے ہیں:۔

ترجمہ:۔ اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر ان کا منہ چہرہ سیاہ رہتا ہے اور وہ غصہ کھاتا ہے' لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس بشارت کی برائی کے سبب، کیا اسے ذلت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبا دے گا۔ (النحل 59-58)

ایک مرتبہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ میرے گھر میں ایک بیٹی پیدا ہوئی اور وہ بڑی ہوگئی تو میں اس کو اپنے ساتھ اپنے رشتہ داروں کے کنویں پر لے گیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو کنویں کے اندر لٹکایا اور پھر اس کو کنویں کے اندر گرا دیا' وہ بچی یا ابا ...... یا ابا ...... یا ابا ...... پکارتی رہی اور مر گئی اور اس طرح میں نے اپنی بیٹی کو خود ہی ہلاک کر دیا' یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ ﴿دارمی شریف ج ۱﴾

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جس آدمی کے ہاں کوئی بچی پیدا ہوئی اور اس نے جاہلیت کے طریقے پر زندہ دفن نہ کیا اور نہ اس کو حقیر جانا تو اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو جنت میں جگہ عطا فرمائے گا اسلام نے نسل انسانی کی افزائش اور اس کی بقاء کا ذمہ دار ایک عورت کو قرار فرمایا ہے۔ ہر معاشرہ کی اکائی عورت کا وجود ہے کیونکہ ایک معاشرہ اور ایک خاندان کی ابتداء عورت اور مرد کے نکاح سے شروع ہوتی ہے اور اس طرح معاشرہ کا سلسلہ چل نکلتا ہے اور نکاح ایک معاشرتی اور سماجی بندھن ہے جس میں بندھ کر مرد اور عورت ایک نئے خاندان کی کفالت کا ذمہ اپنے سر لیتے ہیں۔ قرآن پاک نے ایک مرد کے لئے اس کی عورت کو اور ایک عورت کے لئے اس کے مرد کو اس کا لباس قرار دیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ

Marfat.com

یوں فرماتے ہیں:۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۔ (البقرہ)

ترجمہ:۔ (اے مردان باوفا) عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔

چنانچہ جب قرآن کریم نے یہ بیان فرمایا کہ انسان عقد کے پاکیزہ رشتہ میں اپنی جنسی تسکین کے حصول اور رومانوی روگ و بے چینی کا کامیاب علاج تلاش کرے۔ اللہ تعالی نے میاں بیوی کی عفت و آبرو کی حفاظت کے خانگی معاملات کو پیارے اور حسین انداز میں بیان فرمایا۔ اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

ترجمہ:۔ وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس سے سکون حاصل کرے۔ ﴿الاعراف ۱۸۹﴾

سیدنا نبیط بن شریط رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کسی شخص کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالی اس کے ہاں فرشتے بھیجتا ہے جو آ کر کہتے ہیں اے گھر والوں تم پر سلامتی ہو پھر وہ لڑکی کو اپنے پروں میں ڈھانپ لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ کمزور سی جان ہے جو ایک کمزور جان سے نکلی ہے جو اس لڑکی کا نگران ہو گا اس کی قیامت تک مدد کی جاتی رہے گی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک بار ایک خاتون ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آئی تو اس کے ہمراہ دو لڑکیاں تھیں، سر راہ اس کو ایک کھجور مل گئی تو اس نے وہ کھجور دونوں بیٹیوں میں بانٹ دی اور خود نہیں کھائی، جب وہ چلی گئی تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کو اللہ تعالی نے لڑکیاں دی ہوں اگر وہ ان کے ساتھ احسان کرے تو وہ لڑکیاں جہنم کی آگ سے اس کے لئے روک بن جائیں گی۔

Marfat.com

عورت ایک بیوی

اسلام نے عورت کو بحثیت بیوی بھی بہت بڑا مقام عطا فرمایا ہے' اور اس کے وجود کو ایک گھر کے لئے راحت اور سکون قرار دیا ہے۔ اسلام نے اس کے حقوق و فرائض متعین فرمائے' مثلاً مہر و نان و نفقہ، حق خلع، حسن سلوک حقوق میں مساوات وغیرہ' اسلام نے بحثیت مجموعی عورت کو سر بلند کرنے میں بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں مجھے عورتیں اور خوشبو سب سے زیادہ عزیز ہے اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ یہاں عورتوں سے مراد نیک سیرت و پاک باز عورتیں ہیں جو اسلام کی تعلیمات کے عین مطابق اپنی زندگی بسر کرتی ہیں۔ اسلام نے عورت کی اخلاقی و نیک نیتی اور شرعی تعلیم کا حکم دیا ہے اور وہ تمام احکام عورت کو بتلائے جو اسلامی معاشرہ کے بہترین فرد بننے کے لئے ضروری ہیں' خواتین کا بالخصوص یہ خیال کیا گیا کہ وہ عزت و حیاء کے ساتھ اپنے معاشرے میں خاندان کے ہمراہ زندگی بسر کرسکیں۔ قرآن کریم نے عورت کے تمام حقوق کو کھول کھول کر بتا دیا ہے۔ اور اس کو ہر طرح کی شخصی آزادی دی ہے۔

سیدنا سعد اسود رضی اللہ تعالی عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں نکاح کرنا چاہتا ہوں لیکن کوئی شخص میری بدصورتی کی وجہ سے میرے ساتھ شادی کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ رسول پاک ﷺ جانتے تھے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے ایک نورانی و مقناطیسی شخصیت عطا فرمائی ہے بظاہر ان کا رنگ تو سیاہ تھا مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا رتبہ بہت بلند و ارفع تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں اور تم اسی وقت عمرو بن وہب ثقفی رضی اللہ عنہ کے گھر جاؤ اور سلام کے بعد ان سے کہو کہ رسول اللہ ﷺ نے تمھاری بیٹی کا نکاح میرے ساتھ کر دیا ہے۔ رسول پاک کا یہ ارشاد سن کر سیدنا سعد اسود رضی اللہ عنہ شاداں و فرحاں سیدنا عمرو بن وہب رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور ان سے رسول اللہ ﷺ کا حکم کہہ سنایا' جب انہوں نے ان کا رنگ و روپ دیکھا تو ان کے طور بگڑ گئے' وہ ابھی ابھی اسلام کی دولت سے سرفراز ہوئے تھے۔ ان

کے مزاج میں وہی تنگی اور درشتی تھی' انہوں نے کہا کہ میری بیٹی تو پری جمال ہے اور تو کہ کالا بھتنگا' انہوں نے سوچے بغیر رسول اللہ ﷺ کا پیغام نکاح رد کر دیا اور بڑی سختی سے اس کو واپس لوٹا دیا۔ باپ کی یہ حرکت اس کی سعادت مند بیٹی سن رہی تھی اس نے جب باپ کی زبان سے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی نافرمانی سنی تو تلملا گئی اور باپ سے کہا کہ یہ آپ نے کیا کر دیا۔ اور اس نے دروازہ کھول کر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو آواز لگادی کہ اے اللہ کے بندے واپس لوٹ آؤ اگر تم کو رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے تو میں بخوشی شادی کے لئے تیار ہوں۔

اسلام سے پہلے لوگ اپنے نکاح میں کئی کئی بہنوں کو ایک ساتھ رکھ لیا کرتے تھے جبکہ اسلام میں ایسا کرنے کی ہرگز اجازت نہیں۔ ہاں دوسری بہن سے اس وقت شادی ہوسکتی ہے جب پہلی مر جائے یا اس کو طلاق دے دیجائے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جاہلیت میں نکاح چار قسم کے ہوتے تھے۔ ایک نکاح متعارف کے نام سے جانا جاتا تھا جو کہ آجکل رائج ہے' جس کا مہر اور ایجاب قبول ہوتا تھا اور یہ نکاح لوگوں کی موجودگی میں ہوتا تھا۔ نکاح کی دوسری قسم استبضاع کے نام سے موسوم تھی ۔ اس میں ایک شوہر اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں کہتا کہ میں تجھے فلاں مرد کے حق میں دیتا ہوں کہ تو اس سے مجامعت کر اور میرے لئے ایک ہونہار بچہ لے کر آ، اس نکاح کی وجہ سے وہ عورت اس متعین مرد کے پاس جاتی اور اس سے بدکاری کی مرتکب ہوتی اور بدکاری کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا جب تک کہ وہ عورت حاملہ نہ ہو جاتی اور حمل کے ظاہر ہونے کے بعد وہ عورت واپس اپنے شوہر کے پاس آجاتی' اب اگر سابقہ شوہر چاہتا تو اس سے مجامعت کرتا یا اس سے دور رہتا اس طرح کے عمل سے لوگ ایک دوسرے خاندان کے طاقت ور اور بہادر آدمی کا نطفہ حاصل کرتے تاکہ ان کے خاندان میں بھی بہادر اور طاقت ور لوگوں کا سلسلہ چل نکلے' اسلام سے قبل اس نکاح کا رواج عام تھا' تیسری قسم کا نکاح جمع کہلاتا تھا' اس میں دس مرد ایک عورت کے پاس جاتے اور تمام مل کر اس سے ہم بستری کرتے وہ عورت جب ان سے حاملہ ہو جاتی تو وہ الگ رہتی اور

Marfat.com

جب بچے کی ولادت ہوتی تو تمام مردوں کو بلاتی اور ان تمام مردوں میں سے کسی ایک مرد کی طرف اشارہ کر کے وہ بچہ اس کے حوالے کر دیتی۔ اس طرح وہ بچہ اس مرد کا بن جاتا اور مرد میں اتنی جرأت نہ ہوتی کہ وہ اس بچے سے انکار کرتا۔

چوتھی قسم کا نکاح بغایا کہلاتا تھا' اس میں بہت سے مرد اکٹھے ہو کر کسی خاتون کے گھر جاتے' اس دور میں زنا کار عورتوں کی بھی بہت زیادہ مارکیٹ تھی وہ رقم لے کر دھندا کرتیں اور بعض اوقات بغیر رقم کے بھی زنا کرتیں' وہ عورتیں اپنے گھروں پر پرچم لہراتیں' ان پر کسی قسم کی کوئی ممانعت نہ تھی' جو جو لوگ بھی ان کے گھر جاتے وہ انکو یاد رکھتیں اور اگر ان کے نطفہ سے ان کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو وہ ایک ماہر کھوجی کو بلاتیں اور جو اس بچے اور مردوں کے درمیان مماثلت دیکھ کر یہ قیافہ لگاتا کہ کون اس بچے کا باپ ہے اور اس طرح وہ بچہ اس قیافہ شناس کی گواہی سے کسی بھی مرد کے حوالے کر دیا جاتا تھا یہ رسم بد خواتین کی بے حرمتی کرنے کے لئے نہ صرف کافی تھی بلکہ اس کی کوئی ممانعت نہ تھی اور اس طرح آدم کی اولاد کی یہ صنف نازک تحقیر کا نشانہ بنتی رہتی۔

آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی اس طرح کی بدکاریوں کا ایک کا سلسلہ رائج ہے مگر حکومت کی پابندی کی سے ان کو کھل کر گل کھلانے کا موقع نہیں مل رہا' مگر کئی ترقی یافتہ ممالک میں تو باقاعدہ شوہر اور بیوی کا کوئی تصور نہیں' جو جس کو اچھا لگا اس کو اپنا لیا اور اس کے ساتھ چند دن گذار کر اپنی راہ لی ہندوستان میں شوہر کی وفات کے بعد عورت کو جینے کا کوئی حق نہیں بلکہ وہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ ستی کی سولی پر چڑھ جاتی ہے' ایسا صرف عورت کے ساتھ ہی اور مرد اپنی بیوی کی وفات پر ایسا نہیں کرتا بلکہ وہ تو دوسری عورت بسا لیتا ہے' جبکہ اسلام میں ایسا کرنے والے کے لئے پتھر ہیں اور وہ جو ایسا کرتے ہیں سراسر جہنم کی آگ کا ایندھن ہیں۔ اسلام نے عورت کو بیوی کی حیثیت سے اپنے شوہر کے گھر کی ملکہ بنایا ہے۔ اسلام سے پہلے کثرت ازدواج کی کوئی مخصوص تعداد مقرر نہ تھی' مگر اسلام نے شوہر کو پابند کر دیا ہے کہ وہ ایک وقت میں چار سے زائد بیویاں نہیں رکھ

Marfat.com

سکتا' اور اگر وہ ایک سے زائد بیویوں کو رکھنا چاہتا ہے تو پھر تمام بیویوں کے ساتھ عدل کا معاملہ قائم کرے۔ارشاد باری تعالی ہے:۔

ترجمہ:۔پس نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں، دو دو اور تین تین اور چار چار، پھر اگر تم ڈرو کہ تم ان میں انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی (پر گذارا) کرو۔(النساء۔3)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی عورتوں کی عظمت کا تذکرہ فرما رہا ہے کہ آدمی ایک وقت میں ایک خاتون پر اکتفا کرے تو بہتر ہے' کیونکہ اگر دو یا دو سے زائد بیویاں ہونگی تو ان میں بے عدلی ہونے کی گنجائش ہے۔ابوداؤد میں ہے کہ ایک آدمی جب اسلام لایا تو اس کی آٹھ بیویاں تھیں رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ صرف چار بیویاں ہی رکھنا ہیں' سیدنا غیلان جب مسلمان ہوئے تو ان کی دس بیویاں تھیں' وہ تمام ان کے ساتھ اسلام لے آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے بھی یہی کہا کہ چار ہی رکھیں' قرآن کریم نے ایک سے زائد بیویاں رکھنے پر ان کو عدل کرنے کا حکم دیا ہے' ارشاد باری تعالی ہے۔

ترجمہ:۔اور تم عورتوں کے درمیان محبت میں ہرگز عدل نہ کر سکو گے خواہ تمہیں اس کی کتنی حرص ہو' پھر ایسا تو نہ کرو کہ ایک کی طرف بالکل جھک جاؤ اور دوسری کو بیچ میں لٹکتا ہوا چھوڑ دو۔(النسآء:129)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی تمام بیویوں کے ساتھ عدل کا معاملہ کرتے تھے اور آپ ﷺ نے ہر ام المومنین رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کی باریاں مقرر فرما رکھیں تھیں' مگر اہل جہالت ایسا نہ کرتے تھے وہ اپنی بیویوں کو مارتے پیٹتے تھے' اسلام نے عورت سے بربریت اور ظلم کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ:۔اور جن عورتوں فرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور

Marfat.com

ان سے الگ سویا کرو اور اگر پھر بھی نہ سمجھیں تو انہیں مارو' پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کا کوئی راستہ تلاش نہ کرو چاہو۔(النسآء:34)

اسلام نے عورتوں کی ہر طرح اور ہر معاملہ میں ایک اچھے اور احسن انداز سے راہنمائی فرمائی ہے۔ارشاد باری تعالی ہے۔

ترجمہ ومفہوم: اور ان سے اچھا سلوک کرو۔یعنی بیویوں سے اچھا سلوک کرو۔(النسآء:19)

رسول اللہ ﷺ کا بھی فرمان ہے کہ مومنوں میں سے کامل مومن وہ ہے جو اچھا اخلاق والا ہے اور تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنی بیویوں سے بہترین سلوک کرتا ہے۔

سرورِ دو عالم ﷺ نے پوری انسانیت کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے مکمل اور ایک آخری پیغام لے کر آئے اور اس پر عمل کر کے لوگوں کو بتایا کہ انسانیت کی فلاح اس میں مضمر ہے۔اسلام کی سربلندی کے لئے جہاں مردوں نے اپنی جانوں کی بازیاں لگائیں وہاں عورتوں نے بھی ان کی ہر میدان میں بھرپور مدد کی' عورت کا وجود اس جہاں کے لئے لازمی جزو ہے اس کے بغیر انسانیت کی تکمیل ناممکن ہے۔

رسول پاک ﷺ نے اپنے آخری خطبہ میں عورت کی جس قدر حوصلہ افزائی فرمائی دیگر مذاہب میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں ملتا آپ ﷺ نے عورتوں کے بارہ میں فرمایا کہ اپنی عورتوں سے اچھا سلوک کرو، ان کی خدمت کا پورا پورا خیال رکھو، عورت کا اپنے باپ کی جائداد میں قانون کے مطابق حصہ مقرر ہے' گویا کہ اسلامی معاشرہ کی جان عورت کے وجود سے وابستہ ہے اور جتنی عزت اسلام نے عورت کو دی، اتنی زیادہ عزت کسی اور مذہب نے کو نہیں دی۔

☆

Marfat.com

خواتین کے کارہائے نمایاں

عورت اور تعلیم

تعلیم جس کا آغاز تخلیق آدم علیہ السلام کے ساتھ ساتھ ہوا اور جس کی اہمیت کا اندازہ ''اقراء'' کی وحی ربانی سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ ایک طرف آدم علیہ السلام کو کچھ اسماء کا علم دے کر ان کا مرتبہ فرشتوں سے بلند کر دیا گیا تو دوسری طرف اسی انسان کا مرتبہ اسی علم و تعلیم کی بدولت تمام جانداروں سے بڑھا کر اسے اشرف المخلوقات قرار دے دیا گیا۔ انسان اور دیگر جانداروں میں حد امتیاز ہی علم ہے' جس کی بدولت انسان کائنات کے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھا سکتا ہے۔ علم و تعلم کا یہ سلسلہ صدیوں پرانا مگر انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو حقیقی علم سے نوازتا ہے۔ جو اس کی ترویج کے لئے خون جگر سے آبیاری کر کے اسے ارتقائی مراحل میں سے کامیابی سے گزرنے کے قابل بناتے ہیں۔ تعلیم و تعلم کا یہ سلسلہ ممکنہ جدتوں اور اضافوں کے ساتھ ہماری آئندہ نسلوں میں منتقل ہو رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تلوار کا ایک وار صرف ایک ہی آدمی کو زخمی کرتا ہے جبکہ قلم کا ایک وار پوری دنیا کی روحوں کو گھائل کر سکتا ہے۔

تعلیم کوئی مادی چیز نہیں ہے' اسے ایک گز سے ناپ نہیں سکتے، نہ ترازو میں تول سکتے ہیں' نہ کسی بوتل میں بند کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی دیوار پر لٹکا سکتے ہیں' یہ نام ہے دماغی قویٰ کا اور روح سے روح کے اتصال کا، یہ نام ہے صداقت، حسن اور حقیقت کا جو ہمارے شاگردوں کے دلوں میں جاگزیں ہوتی ہیں' ان کے خیالات میں رونما ہوتی اور ان کی زندگیوں کا جزو لازم بن جاتی ہیں۔ تعلیم ایک ایسی نعمت ہے جو کسی فرد کے لئے

Marfat.com

مخصوص نہیں بلکہ یہ تو تمام بنی نوع انسان کے لئے لازمی ہے۔اسلام میں علم کا حصول (خواہ وہ دین کا علم ہو یا دنیا کا علم) ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض کیا گیا ہے، تعلیم کے معاملےمیں دین اور دنیا لازم و ملزوم ہیں ان کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ برتری دین کو دی گئی ہے' اگر دین سلامت ہے تو دنیا کی سلامتی ممکن ہے اور اگر دین میں کوئی سقم رہ گیا تو دنیا بھی جاتی رہے گی۔تعلیم کے حصول کے بارہ میں سیدنا محبوب المحبین ﷺ یوں فرماتے ہیں:۔

ترجمہ:۔علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے یہ بات کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ تعلیم پر کسی کی اجارہ داری نہیں بلکہ یہ تو ہر مرد عورت، بچے اور بوڑھے پر فرض ہے' اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسیرانِ جنگِ بدر سے چار ہزار درہم فدیہ لیا۔نادار لوگوں کو بلا فدیہ رہا گیا اور لکھنا پڑھنا جاننے والوں کو حکم ہوا کہ دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو وہ چھوڑ دئے جائیں گے محسن انسانیت ﷺ نے مزید فرمایا:۔

"جو شخص اس نیت سے علم حاصل کرتے کرتے موت کی نیند سو گیا
کہ وہ احیائے دین کی جدوجہد کرے گا' تو جنت الفردوس اس کے
اور انبیائے کرام علیہ السلام کے مابین صرف ایک درجہ ہے۔"

علم آگے پہنچانے کا نام تعلیم ہے اور اس لحاظ سے قرآن پاک ایک مکمل نصاب کی حیثیت رکھتا ہے' یہ ایسا نصاب ہے جو ہر دور کے لوگوں کی ہر طرح کی ترقی کا تن تنہا سامنا کرنے کی جرأت رکھتا ہے۔

هَٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ۝ ﴿آل عمران ۱۳۸﴾

ترجمہ و مفہوم:۔ یہ لوگوں کے لئے بیان ہے اور متقین کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔اللہ تعالیٰ بذات خود معلوم اول ہیں۔علم کا

Marfat.com

سرچشمہ بھی اللہ تعالیٰ ہے اور وہی اس کی انتہا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''علم و حکمت نور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے علم کثرت مسائل کا نام نہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَقُل رَّبِّ زِدْنِی عِلْمًا ۝

اور کہیئے اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما ﴿طٰہٰ۔۱۱۴﴾

اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَآءُ ۔

ترجمہ و مفہوم:۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف اہل علم ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ ﴿الفاطر۔۲۸﴾

وَ عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا

ترجمہ:۔

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام علوم سکھائے۔

نبی ﷺ کا مشہور قول ہے کہ اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ

ترجمہ:۔

علماء انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔

پھر فرمایا کہ

اُطْلُبُوْ الْعِلْمَ مِنَ الْمَھْدِ اِلَی اللَّحْدِ ۔

Marfat.com

ترجمہ:۔

گود سے گور تلک طلب علم میں رہو۔

آگے فرمایا گیا کہ

بَلِّغُوْا عَنِّی وَ لَوْ آیَۃً۔

ترجمہ:۔

اشاعت دین کرو خواہ ایک آیت ہی سہی۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ

اَلْعِلْمُ دُوْنَ الْعَمَلِ وَ بَالٌ وَالْعَمَلُ دُوْنَ الْعِلْمِ ضَلَالٌ ۔یعنی عمل کے بغیر علم وبال ہے اور علم کے بغیر عمل گمراہی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اللہ تعالی نے کبھی کسی جاہل کو درجہ ولایت پر سرفراز نہیں فرمایا۔

نیز فرمایا نبوت سے قریب ترین درجہ عالم اور مجاہد کا ہے اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ علم حاصل کرو کہ اس سے پہلے اٹھالیا جائے علم کا اٹھنا علماء کا اٹھنا ہے۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ علم سیکھو کیوں کہ علم کا سیکھنا خشیت الٰہی کا ذریعہ ہے اس کی جستجو عبادت ہے اور اس پر غور کرنا تسبیح ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم حاصل کرو اللہ تعالی کی ایک محبت کی چادر ہوتی ہے جو کوئی علم حاصل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے وہی چادر اوڑھاتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بترین مجلس وہ ہے جس میں علم و رحمت پھیلائی جائے۔ سیدنا علی کا قول ہے کہ علم مومن کا متاع گم گشتہ ہے اسے حاصل کرو خواہ مشرکین کے ہاتھوں سے ہی حاصل کرنا پڑے۔

Marfat.com

عہد رسالت میں عورتوں کے لئے دینی تعلیم کا باقاعدہ انتظام تھا' وہ مردوں کی طرح درس گاہ نبوی ﷺ میں حاضر نہیں ہوتی تھیں مگر مختلف طریقوں سے تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ قرآن کریم کی تعلیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے گھروں میں عورتوں کو اور بچوں کو خصوصی طور پر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے تعلیم کے اٹھ جانے کا ذکر فرمایا تو ایک صحابی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ علم دین کس طرح ختم ہو جائے گا۔ ہم نے قرآن پڑھا ہے اور ہم اس کو پڑھتے ہی رہیں گے اور ہماری عورتیں اور ہمارے بچے اس کو پڑھتے رہیں گے۔

صحابیات کرام رضوان اللہ علیہن کے خصوصی اجتماع میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے جا کر تعلیم و تلقین فرمایا کرتے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی الجامع الصحیح کی کتاب' باب علم میں عورتوں کی تعلیم پر خصوصی فرمودات نقل فرمائے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

> رسول اللہ ﷺ سے عورتوں نے کہا کہ آپ ﷺ کی تعلیم سے ہم پر مرد غالب آجاتے ہیں اس لئے آپ ﷺ خود ہمارے لئے ایک دن مقرر فرمائیں' اس پر آپ ﷺ نے ان سے ایک دن کا وعدہ فرمایا لیا جس میں ان کو وعظ سنایا اور دینی امور کا حکم دیا جاتا، اسی سلسلہ میں آپ ﷺ نے ان سے کہا کہ جس عورت کے تین بچے فوت ہو گئے ہوں وہ اس کے لئے نار جہنم سے پردہ ہوں گے، یہ سن کر ایک عورت نے سوال کیا کہ اور جس کے دو بچے فوت ہوئے ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو بھی۔

سیدنا اسماء بنت یزید بن سکن انصاریہ رضی اللہ عنہ بڑی عاقلہ فاضلہ اور نیک خاتون تھیں وہ ایک دن بہت سی خواتین کی نمائندہ بن کر سید الصفاء ﷺ کی عدالت میں ایک مقدمہ لے کر آئیں کہ مرد جہاد پر جاتے ہیں ہم ان کے مال و جال کی حفاظت کرتی

Marfat.com

ہیں ۔وہ آرام کرتے ہیں تو ہم ان کے آرام کا خیال رکھتی ہیں ہم گھروں میں رہ کران کی ہر خواہش کا احترام کرتی ہیں ۔نماز باجماعت کی سعادت مردوں کو حاصل ہے،نماز جنازہ وہ ادا کرتے ہیں، نماز جمعہ وہ ادا کرتے ہیں اور ہم ان بڑے جلیل القدر فرائض سے محروم رہ جاتی ہیں ۔رسول اللہ ﷺ نے جب اپنی اس دیوانی کی تقریر سنی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ علیہم سے پوچھا کہ کیا تم نے اس سے بہتر کوئی سوال سنا ہے؟ صحابہ کرام نے نفی میں جواب دیا۔اس کے بعد سید الکونین ﷺ نے فرمایا کہ اے اسماء! جاؤ اور اپنی بہنوں کو بتادو کہ تم میں سے کسی عورت کا اپنے شوہر کے ساتھ حسن سلوک، اس کی رضا جوئی اور اس کے مزاج کے مطابق شریعت کے اندر رہتے ہوئے اتباع اور اس کی خدمت ان تمام باتوں کے برابر ہے جن کا ذکر تم نے مردوں کے متعلق کیا ہے۔

یہ ارشاد سن کہ تو سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے دل کی کلی کھل گئی اور انہوں نے تمام سوال پوچھنے والی عورتوں کو اس خوشخبری کی بشارت سنائی ۔رسول اللہ ﷺ کے دور میں بہت سی صحابیات رضی اللہ علیہن لکھنا پڑھنا جانتی تھیں ۔وہ اپنے وقت کی عالمہ، فاضلہ اور محدثہ تھیں۔

تعلیم کیا ہے؟

تعلیم کا لفظ علم سے نکلا ہے جس کے لغوی معنی واقفیت حاصل کرنا اور جاننے کے ہیں ۔یعنی تعلیم ایسے عمل کا نام ہے جس سے طلبہ کو کچھ ایسی معلومات فراہم کی جائیں جو پہلے سے نہ جانتے ہوں ۔حصول تعلیم کا عمل ایک ایسی کوشش ہے کہ جس کے دوران انسان کچھ کچھ سیکھتا رہتا ہے ۔گویا تعلیم قدم بہ قدم آگے بڑھنے کا نام ہے ۔تعلیم کا مفہوم خواہ سائنس کے لئے استعمال ہو خواہ فلسفہ یا منطق کے لئے اس کے مفہوم میں تجربہ و مشاہدات از خود داخل ہیں ۔لیکن خیال رہے کہ صرف تجربوں اور مشاہدوں کو جمع کرنے کا نام علم نہیں ہے بلکہ علم اشیاء کی حقیقتوں اور ماہیتوں کا ادراک حاصل کرنے کی کوشش سے عبارت ہے۔

Marfat.com

کسی بھی قوم یا معاشرہ کو بنانے یا سنوارنے میں تعلیم کی اہمیت وافادیت مسلمہ ہے' معاشرہ کے افراد کی ذہنی واخلاقی تربیت اور تعمیر وسیرت وکردار میں شعبۂ تعلیم مرکزی کردارادا کرتا ہے۔لوگوں کو ملی روایات و مذہبی عقائد وعبادات سے آگاہ کرنے اور اعلی قومی مقاصد کے حصول کے لئے تعلیم ایک بہترین ذریعہ ہے اور تعلیم کے بغیر افراد کے اخلاق وکردار اور عقائد واعمال میں انقلاب پیدا نہیں کیا جاسکتا ہے۔

علم قبل از اسلام

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پیشتر کی ترقی، علم کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں ارتقائے علم محض دینیاتی دائرے میں محدود تھا اور انسانی تصرفات نے اس دائرے کو بہت تنگ کر دیا تھا۔ افلاطونی تصور علم میں روحانی مسرت وانبساط کو سرچشمہ علم قرار دیا گیا۔ فلاطینس نے اس امر پر زور دیا کہ انسانی ذہن کو بیرونی دنیا اور کائنات کے خارجی احوال پر غور وفکر کی بجائے اپنے باطن میں غور وخوض کرنا چاہئے' یہ ایک ایسا نقطہ نظر تھا جس سے علم کے بحر بیکراں کو ایک تنگنائے میں تبدیل کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ کیونکہ انسانی فطرت کی تکمیل صرف مشاہدہ باطن کی محتاج نہیں' بلکہ مشاہدہ کائنات بھی اس کے لئے از حد ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں یونانیوں نے قابل ذکر خدمات سرانجام نہیں دیں اور انہوں نے عورتوں پر تعلیم کے دروازے بند کر دئے۔

اسلامی تعلیمات کی رو سے تعلیم ایک سراسر ذریعہ تعمیر ہے بلکہ تعمیر کا واحد ذریعہ ہے جو ایک انسان (مرد، عورت) کو زیور تعلیم سے آراستہ کرتا ہے' اس طرح تعلیم حاصل کر کے ایک عام آدمی ایک عظیم انسان بن جاتا ہے۔ اور بہتر آدمی وہ ہے جو اپنی ذہنی صلاحیتوں اور فکری تحقیق کو انسانیت کی فلاح اور بہتری کے لئے استعمال کرے اور اس میں مرد اور عورت کا کوئی تصور کارفرما نہیں۔

تعلیم کا مقصد

علم ایک روشنی ہے۔ جس کا کام قلب وذہن کی تاریکیوں میں اجالے پھیلانا ہے

Marfat.com

اسی روشنی سے انسان ایک طرف اپنی شناخت کرتا ہے تو دوسری طرف اشرف المخلوقات کی حیثیت سے زندگی گذارنے کے انداز و اطوار بھی سیکھتا ہے۔ حصول تعلیم علم میں تسلسل کا نام ہے جس کے ذریعہ انسان انفرادی اور معاشرتی میدانوں میں زندگی کی تہذیب کرتا ہے۔ تعلیم سے مذہب، سیاست، معیشت، تجارت، ثقافت اور معاشرت کا ہر شعبہ متاثر ہوتا ہے۔ اسلام دین فطرت کی حیثیت سے اپنی تمام ہمہ گیریوں کے ساتھ تعلیم جیسے اہم شعبہ کو بھی اپنے نصب العین سے اہم آہنگ کر کے اسے مکمل مقصدیت عطا کرتا ہے۔ تاکہ فرد اپنی ذات اور اللہ تعالیٰ کے قوانین کو سمجھ کر اسلامی ریاست کا بہترین پرزہ بن جائے۔ گویا اسلام کے نزدیک تعلیم کا بنیادی مقصد فرد کی سیرت و کردار کی تشکیل کے ساتھ ساتھ ایک ایسا اجتماعی نظام تدوین کرنا ہے جو انسانوں کو جانوروں کے دوسرے گروہوں سے ممتاز کرے اور انسان نظام کائنات میں خالق کے نائب کا کردار ادا کر سکے۔ اس عظیم تر کائناتی مقصد کے لئے ضروری ہے کہ عقیدہ اور نظام تعلیم میں مکمل ہم آہنگی پائی جائے تاکہ تعلیم سے صحیح نتائج اخذ کئے جائیں۔ چونکہ تعلیم کا مقصد اخلاق حسنہ کی تشکیل اور سیرت کی تعمیر ہے، اس لئے قرآن و حدیث سے اکتساب فیض کئے بغیر صالح افراد کی تیاری مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے۔

تعلیم سے اتنے اچھے اور جامع نتائج اسی وقت حاصل کئے جا سکتے ہیں جب قرآن و سنت کی روشنی میں نظام تعلیم کی تدوین کی جائے۔ سلسلہء تعلیم میں عقائد و مبادیات کو شامل کیا جائے اور تدریس کے اطوار اسلامی اصولوں کے تناظر میں پرکھے جائیں۔ عقیدہ یا ایمان جس پر ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں کوئی توجہ نہیں دی جاتی، حالانکہ اسی سے تعلیم کی ساری عمارت بلند کی جاتی ہے اور اسی سے اچھا انسان بننے یا بنانے کا عمل شروع ہوتا ہے۔

ایک مسلم معاشرہ میں تعلیم کا مقصد کسی مجرد اشتراکی سرمایہ دارانہ یا منافقانہ معاشرہ سے یکسر مختلف ہوتا ہے' ایک مسلمان (مرد، عورت) کے لئے تعلیم کا مقصد ایسی

Marfat.com

شخصیت کی تعمیر وتشکیل ہے جس کی زندگی اپنی ذات اور تمام اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لئے بہتری اور بھلائی کا نمونہ ہو اور جس کا وجود سینہء کائنات پر احسن تقویم کا شاہکار لگے۔
اس سے معلوم ہوا کہ اسلام ہی علم کا بنیادی مقصد و مدعا یہ قرار پاتا ہے کہ انسان اپنی ذات اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں، مظاہر کائنات کی حقیقت اور خالق کائنات سے آگاہی حاصل کرے تاکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نائب کی حیثیت سے وہ اپنے حقوق و فرائض کی تکمیل کے قابل ہو سکے۔

تعلیم وجہالت کا فرق

قرآن ایک صاحب علم شخص کو بینا اور ایک جاہل آدمی کو نابینا قرار دیتے ہوئے اپنے مخاطبین سے پوچھتا ہے۔ ''کیا اہل علم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟''

ان دونوں جملوں میں استفہام انکاری سے کام لیا گیا ہے۔

ترجمہ:۔مگر ان مثالوں کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں۔

ترجمہ:۔فرما دیجئے !اے اللہ! میرے علم میں اضافہ فرما۔(طٰہٰ)

ترجمہ ومفہوم:۔تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔ (البقرۃ۔۱۵۱)

دنیا کا کوئی معاشرہ، قوم یا ملک اشاعت علم کی ان کوششوں کی مثال پیش نہیں کرسکتا جو عرب کے ایک اُمی نے جاہلیت وجہالت کے مرکز میں کیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم کے نور کی طرف راہنمائی کی اور لکھنے پڑھنے کی فضیلت بیان کی' کیونکہ لکھنے پڑھنے میں اتنے بے شمار فوائد ہیں جن کا احاطہ خدا تعالیٰ کی ذات ہی کرسکتی ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تعلیم ہر فرد خواہ وہ مرد ہو یا عورت سب کے لئے لازمی ہے۔ بلکہ لڑکیوں کے لئے تعلیم بہت ضروری ہے۔ اگر آپ ایک مرد کو تعلیم دے رہے ہیں تو آپ صرف ایک فرد کو تعلیم دے رہے ہیں اگر آپ ایک لڑکی کو تعلیم دے رہے ہیں تو گویا آپ ایک خاندان کو زیور تعلیم سے آراستہ کر رہے ہیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

مجھ کو معلوم ہیں پیران حرم کے اندازا
ہو نہ اخلاص تو دعویٰ نظر لاف وگزاف
اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف
اس کی تقدیر میں محکومی و مظلومی ہے
قوم جو کر نہ سکی اپنی خودی سے انصاف
فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

آپ ﷺ نے تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے ایک عام حکم ارشاد فرمایا روایات میں آتا ہے کہ سیدنا زید ثابت رضی اللہ عنہ ایک مشہور صحابی تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو عبرانی یا سریانی یا دونوں زبانیں سیکھنے کا حکم دیا' تو سیدنا زید ثابت رضی اللہ عنہ نے معمولی سے عرصہ میں ان زبانوں پر عبور حاصل کر لیا۔ محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا ''جو شخص اس نیت سے علم حاصل کرتے کرتے موت کی نیند سو گیا' تو وہ احیائے دین کی جدوجہد کرے گا' جنت الفردوس اس کے اور انبیائے کرام علیہم السلام کے مابین صرف ایک درجہ ہے۔''

آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ نبوت سے قریب ترین درجہ عالم اور مجاہد کا ہے۔

Marfat.com

سینے میں رہے راز ملوکانہ تو بہتر
کرتے نہیں محکوم کو تیغوں سے کبھی زیر
تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر
تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیر

علم آگے پہنچانے کا نام تعلیم ہے اس معنی میں قرآن پاک ایک مکمل تعلیمی کتاب ہے۔

اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

یہاں نور کا لفظ علم کا استعارہ ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ سے علم وحکمت کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ''علم وحکمت نور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے' علم کثرت مسائل کا نام نہیں۔''

عورتوں کی تعلیم احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے کسی راستہ پر چلا، تو اللہ تعالی اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

☆ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی علم کی تلاش میں نکلا تو وہ اپنی واپسی تک اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہے۔ (ترمذی شریف)

☆ سیدنا سنجرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا کہ جس آدمی نے علم طلب کیا گویا وہ اس کے پہلے گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔ (جامع ترمذی)

☆ سیدنا زر بن جیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سیدنا صفوان بن عسال المرادی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا تو انہوں نے فرمایا کہ کیسے آنا ہوا، میں نے کہا کہ علم کے لئے آیا ہوں، تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر وہ آدمی (مرد یا عورت) جو اپنے گھر سے علم حاصل کرنے کے لئے نکلتا ہے تو فرشتے خوشی سے اپنے پر اس کے لئے بچھا دیتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

☆ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جو فرد علم حاصل کرنے کے لئے کسی راستہ پر چلا تو اللہ تعالیٰ اسے اس علم کی وجہ سے جنت کے راستہ پر چلائے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ کے فرشتے خوشی سے طالب علم کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ (سنن ابی داؤد، ترمذی)

☆ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ اے ابوذر اگر تم قرآن کی ایک آیت سیکھنے کے لئے نکلو تو وہ تمھارے لئے ایک سو رکعت نماز نفل سے بہتر ہے اور اگر تم علم کا ایک باب سیکھنے کے لئے نکلو (خواہ) اس پر عمل کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو تو وہ تمھارے حق میں ایک ہزار نوافل سے بہتر ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

☆ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علم کو اپنے اوپر لازم کر لو قبل اس کے کہ قبض کر لیا جائے اور علم کا اٹھا لیا جانا ہی اس کا قبض ہونا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کی درمیانی انگلی اور انگوٹھے کے ساتھ والی ملا کر فرمایا کہ اس طرح اٹھا لیا جائے گا پھر فرمایا کہ عالم اور متعلم دونوں ثواب میں شریک ہیں اور باقی لوگوں میں جو علم سیکھتے ہیں اور ہی لوگوں کو سکھاتے ہیں تو ان کے لئے کوئی خیر نہیں۔ (سنن ابن ماجہ)

☆ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی (مرد یا عورت) کے ساتھ اللہ تعالی بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، تو اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ میں قاسم ہوں تقسیم کرنے والا ہوں۔ اور جب تک یہ امت اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہے گی غالب رہے گی انہیں کسی کی مخالفت نقصان نہیں دے گی یہاں تک کہ اللہ کا حکم غالب آجائے گا۔ (صحیح بخاری)

☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا...... اے ابو ہریرہ! فرائض سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ، کیونکہ یہ آدھا علم ہے جو بھول بھی جاتا ہے اور یہ وہی پہلی چیز ہے جو میری امت سے اٹھالی جائے گی۔ (سنن ابن ماجہ)

☆ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ کی قسم اگر تمہاری وجہ سے اللہ تعالی ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

☆ سیدنا ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک مثال اس چیز کی جو علم اور ہدایت دے کر مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے، اس بارش کی سی ہے جو پہنچی ہو زمین کہ جس کا کچھ حصہ خشک تھا جس نے پانی قبول کر لیا اور اس نے گھاس اور خوب چارہ اگایا اور کچھ حصہ اس کا خشک تھا جس نے پانی کو روک لیا پس اس کے زریعے اللہ تعالی نے لوگوں کو نفع عطا فرمایا انہوں نے پانی پیا، مویشیوں کو پانی پلایا اور چرایا۔ (صحیح بخاری میں ہے کہ لوگوں نے خوب کھیتی باڑی کی) اور وہ بارش پہنچی ایک اور حصہ کو جو چٹیل میدان ہیں یہ میدان نہ تو پانی کو روک سکتے ہیں اور نہ یہاں گھاس کو اگا سکتے ہیں۔ بس یہ مثال اس آدمی کے لئے ہے جس نے سمجھ حاصل کی اللہ کے دین کی اور اللہ تعالیٰ نے اسے نفع دیا اس ہدایت اور علم کے ساتھ جو اللہ تعالی نے

Marfat.com

مجھے دے کر بھیجا ہے، پس اس نے خود بھی علم سیکھا اور سکھایا اور مثال اس آدمی کی جس نے اس ہدایت کی طرف سر نہیں اٹھایا اور نہ اس نے وہ ہدایت قبول کی جو ہدایت مجھے دے کر بھیجا گیا ہے۔

☆ سیدنا ابو امامہ الباہلی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں دو آدمی آئے ان میں سے ایک عابد ہے اور ایک عالم ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تمہارے ایک ادنیٰ سے فرد پر۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تحقیق اللہ تعالی اس کے فرشتے اہل آسمان اور اہل زمین حتی کہ بلوں میں چیونٹیاں اور حتی کہ مچھلیاں بھی لوگوں کو خیر کی تعلیم دینے والے کے لئے دعائے خیر کرتی ہیں۔ (صحیح ترمذی)

☆ سیدنا ابو درداء رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک عالم کے لئے ہر وہ چیز استغفار کرتی ہے جو آسمانون اور زمین میں اور مچھلیاں پانی کے اندر اور عالم کی فضیلت عابد پر اس قدر ہے جس قدر چودھویں رات کے چاند کی تمام ستاروں پر، تحقیق علماء وانبیاء کے وارث ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام دینار اور درہم اپنے ورثہ میں نہیں چھوڑتے ۔ وہ تو علم کی وراثت چھوڑتے ہیں جس نے اس کو حاصل کیا تو اس نے اس کا کامل حصہ لے لیا (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

☆ سیدنا معاذ بن انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے علم کو سکھایا تو اسے اس پر عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا، اور عمل کرنے والے کے اجر وثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی ۔ (ابن ماجہ)

☆ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک عالم فقیہ شیطان پر ایک ہزار عبادت گذارروں سے

Marfat.com

سخت ہے تر ہے۔(ترمذی ابن ماجہ)

☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین صدقہ یہ ہے کہ بندہ مسلم خود علم سیکھے اور پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھائے۔(ابن ماجہ)

☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو آدمی میری اس مسجد میں کسی خیر و بھلائی کی تعلیم حاصل کرنے اور تعلیم دینے کے لئے آیا تو وہ ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا مجاہد ہے اور جو اس کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے آیا تو وہ ایسے ہے جیسے کوئی آدمی کسی سامان وغیرہ کو دیکھ رہا ہو۔(ابن ماجہ)

☆ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو آدمی مسجد کی طرف چل پڑا اور اس کا مقصد خیر و بھلائی کا خود علم حاصل کرنا یا دوسروں کو علم سکھلانے کے علاوہ کچھ اور نہ تھا تو اسے اس حاجی کے حج کا ثواب ملے گا جس کا حج مکمل ہو۔(صحیح مسلم)

اسلامی تناظر میں تعلیم کا مفہوم

تعلیم کا لفظ علم سے نکلا ہے' جس کے معنی ہیں کسی چیز کا جاننا یا ادراک کرنا ہے لغت کی رو سے علم کے معنی معلوم کرنے یا جاننے کے ہیں' چنانچہ تعلیم کا لغوی معنی معلومات بہم پہنچانا اور علم سے مستفید کرنا ہے اور سادہ کلیہ کے طور پر ایک نسل کا اپنے تجربات کو اگلی نسل کی طرف منتقل کرنا تعلیم کہلاتا ہے۔

انسان اور حیوان میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ حیوان کی سطح صرف جبلی ضروریات کی تکمیل ہے۔یعنی وہ صرف اپنی حیاتیاتی ضروریات کی تکمیل کا محتاج ہے۔ اس کے برعکس انسان جائز اور طیب فطری ضروریات کے خلاف نہیں، لیکن وہ بنیادی طور پر زندگی کی معنویت اور مقصدیت کا طالب ہے۔اس پس منظر میں انسان اور حیوان

Marfat.com

کے درمیان فیصلہ کن چیز روحانی فرق ہے۔ معاشرتی، معاشی، سیاسی، اخلاقی، تعلیمی نیز جمالیاتی پہلو اسی روح کے ساتھ ہی وابستہ ہیں اور انسان کو یہ مقصد علم ہی عطا کرتا ہے۔

تعلیم کا مرکز تصور چند بیادی حقائق سے متعلق افکار کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان، کائنات، آخرت، یہ انسانی زندگی کے اہم حقائق ہیں۔ ان کے متعلق اثباتا یا نفیا کوئی نہ کوئی رائے یا عقیدہ قائم کئے بغیر چارہ نہیں۔ اس حوالہ سے زندگی کا اساسی نظریہ درحقیقت عرفان الٰہی، شعور کائنات، تصور انسان، تصورِ علم اور تصورِ قدر پر مبنی ہوتا ہے۔

تعلیم جسم، ذہن اور روح کی متوازن، صحت مند اور جامع نشوونما کا نام ہے' اسلامی تعلیم نہ تو ترک دنیا کی قائل ہے اور نہ ہی غلو فی الدنیا کی' وہ بدن کے حقوق اور روح کے مطالبات کی منصفانہ تکمیل کی قائل ہے۔ چنانچہ اسلامی نتناظر میں متوازن شخصیت وہ ہوگی' جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کی تعمیل بجالائے' اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے بلاچون و چراسر تسلیم خم کرے اور ہر اس قول وفعل سے اجتناب کرے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا باعث ہو۔ اس کے برعکس جو شخص نفس امارہ کے تابع ہوگا عدم تسویہ کا شکار ہوگا۔ اسلام تناظر میں تعلیم کا ایک اہم مفہوم یہ بھی ہے کہ انسان کو عمدہ اخلاق سے مزین کر کے فلاح وسعادت کے راستہ پر ڈالا جائے۔ اور انسان میں نیکی کی صلاحیت فطرتاً موجود ہے جبکہ تعلیم کا یہ کام ہے وہ انسان میں پہلے سے موجود نیکی کو بروئے کار لائے۔ بحیثیت مجموعی تعلیم کا مطلب ہے تہذیب نفس اور ذات کو خوب سے خوب تر بنانے کی کاوش، کالیکن اس تہذیب نفس کی اساس اسلامی نظریہ حیات ہی ہے۔

اسلامی نظام تعلیم کی خصوصیات

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اسلام ہمیں ہر شعبہ ہائے حیات کے لئے راہنمائی فراہم کرتا ہے اسلامی نظام کی یہ خصوصیت ہے کہ اسے اختیار کر کے انسان فلاح دارین حاصل کرسکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے انسانی معاشرہ تہذیب وتمدن

Marfat.com

کے اصول وضوابط سے ناواقف تھا۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا اصول کارفرما تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے نظام تعلیم کی بنیاد رکھی جس کی بدولت انسانی تاریخ میں ایک انقلاب برپا ہوا۔ وہ معاشرہ جو اجڈ اور تہذیب وتمدن کے قوانین سے نابلد تھا۔ اسی نظام تعلیم کی بدولت مثالی معاشرہ بنا۔ موجودہ دور میں بھی اسی نظام تعلیم کی بدولت ہم اپنے معاشرہ کو مثالی بنا سکتے ہیں۔ آج ہم اسلامی تعلیم کی خصوصیات کو فراموش کر کے دنیا میں اپنا اسلامی اور انفرادی تشخص گنوا بیٹھے ہیں' جبکہ نظام تعلیم کسی مملکت کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اور کسی ملک کی ترقی کا راز نظام تعلیم ہی میں مضمر ہے۔ ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ نظام تعلیم کا بنظر غائر جائزہ لینا چاہئے اور اس دور کے نظام تعلیم میں پائی جانے والی خامیوں کو دور کرنا چاہئے اور ہمارے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلامی نظام تعلیم کا مینارہ نور کی حیثیت رکھتا ہے۔

اگرچہ آج کے ترقی یافتہ معاشرہ میں وسائل خوب صورت عمارات، بڑی بڑی شاہراہوں، کارخانوں اور موٹر گاڑیوں کی بہتات ہے۔ سکول کالج اور یونی ورسٹی ہر بڑے شہر اور قصبہ میں موجود ہیں انسان نے سائنسی ترقی میں چاند پر کمند ڈالنے کے بعد خلا کو تسخیر کر لیا ہے اور جدید ترین ذرائع ابلاغ ریڈیو اور ٹیلی ویژن انسانی اخلاق و کردار کو سنوارنے میں مصروف ہیں' مساجد اور مدارس میں بھی روحانی فیض کا سلسلہ جاری ہے لیکن اس کے باوجود بھی معاشرے سے دیانت داری' ادب' اخلاق نیک نیتی اور ضمیر و عزت جیسی اعلیٰ اقدار مفقود ہوتی جا رہی ہیں' جس کی بنیادی ہمارا ناقص نظام تعلیم ہے۔ جو ہمارے نظریاتی اور قومی تقاضوں سے متصادم ہے۔

اسلامی نظام تعلیم کی ایک سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں نصاب ایک ہی ہے اور دونوں اجناس کے لئے تعلیم حاصل کرنے کے الگ الگ مقامات ہیں' اسلام غیر مرد اور غیر عورتوں کے باہمی رابطہ اور ملاپ کو سختی سے منع فرماتا ہے' اسلام خواتین طلباء اور مرد طلباء کے لئے جدا جدا نشست گاہوں کا بندوبست کرتا ہے۔

Marfat.com

اسلام اور عورت کے معاشی حقوق

اسلام نہ صرف یہ کہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، یہ بلکہ تمام انسانیت کو جینے کا ڈھنگ بتانے کے ساتھ ساتھ تمام مسائل کا حل بھی پیش کرتا ہے۔ اسلام امن و سلامتی کا دین ہے، اس کے ہاں ایمانداری، تقویٰ، نیکی پاکبازی، راستی و حق گوئی، اخوت، شرافت، ہمدردی، محبت و دیانت اور مخلص پن کا حسین امتزاج بھی موجود ہے۔ اسلام انسان کو نہ صرف امن و سلامتی کا درس دیتا ہے بلکہ انسان کو امن و سلامتی سے زندگی گذارنے کے طریقوں سے بھی آگاہی دلاتا ہے اور یہ انسان کو حقانیت و واحدانیت پرستی کی بھی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام وہ دین متین ہے جو ہر متنفس کا خیال رکھتا اور اس کے بنیادی حقوق کی ضمانت دیتا ہے۔ اسلام تمام اجناس کی زندگی کو ایک جتنا لازمی گردانتا ہے مگر مرد اور عورت کے حقوق پر کچھ زیادہ زور دیتا ہے۔ وہ دسرے مذاہب سے بالاتر ہو کر مرد اور عورت کو برابر کے حقوق سے نوازتا ہے۔ دیگر مذاہب عالم میں عورت کے حقوق مکمل طور پر سلب کر لئے گئے تھے مگر اسلام نے نئے سرے سے مٹی پر پڑی ہوئی عورت کو اٹھا کر اس کے تمام حقوق اس کی جھولی میں ڈال دئے۔ اسلام سے قبل عورت کو برے القاب سے یاد کیا جاتا تھا بدھ مت اور جین مت اسے نروان یعنی روحانی ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ ہندومت نے عورت کو قابل فروخت شے قرار دیا اور اس کو ہر قسم کے حقوق سے یکسر محروم کر دیا، عرب عورت کو لونڈی سے بھی بدتر تصور کرتے تھے، سوتیلی ماں خاوند کی وفات کے بعد سوتیلے بیٹے کے حرم میں آجاتی یا پھر فروخت کر دی جاتی تھی۔ ایک معاشرہ عورت کی مار پیٹ کا قائل ہے کہ عورت جس خصلت کی بھی مالک ہو اس کا مارنا پیٹنا لازمی ہے ورنہ وہ اپنی عادات کو خراب کر لے گی۔ مگر اسلام نے ہر طرح کی برائی کا خاتمہ کیا ہے۔ محمد ﷺ نے مرد اور عورت کے حقوق میں مساوات قائم کی آپ ﷺ نے عورت کا مقام متعین فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے بہتر انسان وہ ہے جو اپنی بیوی کے حق میں سب سے بہتر ہے۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ خاوند پر فرض ہے کہ جب کوئی چیز اپنے لیے خریدے تو اسی طرح

کی چیز اپنی عورت کے لئے بھی خریدے اور جو چیز وہ خود کھائے اسی طرح کی چیز اپنی عورت کے لئے بھی پسند کرے۔ اپنی اوقات کے مطابق اس کو نئے نئے لباس پہنائے اس کے مونہہ پر تھپڑ نہ مارے اور نہ اسے گالی دے۔ اور ساتھ ہی فرمایا کہ اگر تم اپنی بیوی میں نقص دیکھو تو اس سے نفرت نہ کرو بلکہ اگر تم غور سے دیکھو گے تو تمھیں اس میں بہت سی اچھی باتیں بھی مل جائیں گی۔

اسلام نے سابقہ تمام روایات کو توڑ کر عورت کو عزت وعظمت کے منبر پر کھڑا کیا اور اسے دوسرے درجہ کی مخلوق تصور کئے جانے کی بجائے برابر کا معیار زندگی عطا فرمایا ہے۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے عورت کی ہلاکی کو ختم کیا ورنہ اسلام سے پہلے تو کیا آج آپ اپنے ہمسائے میں سب سے بڑی جمہوریہ ہونے کی دعویدار ریاست میں عورت کو ستی کے نام پر ہلاک کیا جاتا ہے۔ قبل از اسلام کا دور تو جہالت کا تھا مگر آج تو تعلیم یافتہ طبقات ہر طرف اپنی راگ الاپ رہے ہیں، تو یہ کیا ہو رہا ہے کہ عورت کو شوہر کی وفات پر شوہر کے ساتھ ہی جبری رخصت کر دیا جاتا ہے۔ جبکہ اسلام نے عورت کی پیدائش کو رحمت اور اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت قرار دیا ہے۔ اس کی مناسب پرورش پر اللہ تعالیٰ نے جنت کی بشارت دی اور بشارت بھی بڑی عظیم کہ جس نے اپنی دو بیٹیوں کی پرورش کی اللہ تعالیٰ اس کے جنت میں اپنے حبیب ﷺ کا ہمسایہ ہونے کا اعزاز بخشیں گے۔

دوسرا معاملہ اسلام میں رشتوں کی تقدیس کا ہے اسلام میں عورت کو مرد سے اونچے مقام پر فائز کیا گیا ہے۔ عورت کا روپ اگر ماں کا ہے تو قابل صد تکریم، عورت اگر بہن ہے تو عزت و وقار بن جاتی ہے اور اگر عورت بیوی ہے تو گھر کا سکون اس کے وجود میں پنہاں ہے اور اگر عورت بیٹی ہے تو اس کا وجود سراسر رحمت الٰہی کا موجب ہے۔ بلکہ اسلام نے تو عورت پر اپنی نئی نسل کی پرورش کی انتہائی اہم ذمہ داری بھی ڈال رکھی ہے اور اس اہمیت سے کون منکر ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حقوق دے کر اپنی ذات بابرکات پر اعتماد واعتبار کو بہت زیادہ مضبوط کر دیا ہے۔ قرآن فرماتا ہے:۔

Marfat.com

عورتوں کے لئے معروف طریقہ پر ایسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں' البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب اقتدار رکھنے والا حکیم و دانا ہے۔ ﴿البقرہ۔ ۲۲۸﴾

اسلام کے علاوہ دنیا کے دوسرے مذاہب اور تہذیبوں میں مروجہ قوانین، عورت کی معاشی حیثیت کو قابل توجہ تصور نہیں کرتے' اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ کسی بھی معاشرہ میں کسی فرد کی عزت کا معیار دولت ہی ہے۔ اور دوسرے مذہب اور تہذیبیں عورت کو معاشی آزادی دینے میں ناکام رہی ہیں۔ اور عورت کی کمتری میں یہی وجہ سب سے زیادہ سبب بھی بنی ہے۔ یورپ اس بات کا بھونڈا دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے عورت کو ترقی کے معراج پر کھڑا کر رکھا اور اس نے عورت کے معاشی حقوق کے قوانین مرتب کئے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان قوانین نے عورت کو ذلالت کی عمیق گہرائیوں میں دھکیل دیا ہے۔ وہ اپنی بھی کفالت کرے اور اپنے بچوں کی بھی کفالت کرے۔ اس کشمکش میں اس بیچاری عورت کو اپنے بچوں کے باپ کا بھی علم نہیں رہتا کہ اس کے بچے کا باپ کون ہے اور اس کا مذہب کیا تھا اور اس کا یہ حق اس کو صرف ایک پیسہ کمانے والی مشین بنا کر رکھ دیتا ہے۔

جبکہ دین اسلام میں عورت کفیل نہیں اس کی کفالت کا ذمہ داری اسلام نے ماں ہونے کی صورت میں اولاد پر ڈال دی، بیوی ہونے کی صورت میں شوہر اس کا کفیل ہے،. بہن ہونے کی صورت میں بھائی اس کی ضرورتوں کے ذمہ دار ہیں اور بیٹی ہونے کی صورت میں والد اس کی معاشی کفالت کا ذمہ دار ہے' بلکہ یوں کہیے کہ اسلام نے تو عورت کو گھر کی ملکہ بنا کر رکھ دیا ہے' وہ صرف اپنے گھر کی ملکہ ہے' جس طرح ملکہ کے کام مخصوص ہوتے ہیں اسی طرح اسلام میں عورت کے کام بھی مخصوص حدود میں رہ کر مخصوص ہیں۔

بیوی کو نان نفقہ، کپڑا، کھانا اور گھر دینا اس کے مرد کا کام ہے تاکہ

Marfat.com

وہ اپنے بچوں کی نگرانی کی ذمہ داریاں نبھا سکے۔ جس کو گنجائش ہو
اس کو چاہئے کہ اپنی گنجائش سے خرچ کرے اور جس کی آمدنی نپی
تلی ہے تو جتنا اس کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ اس کے موافق خرچ
کرے اللہ تعالیٰ نے جس کو جتنا دیا ہے اس سے زیادہ تکلیف کسی کو
نہیں دیتا۔ ﴿البقرہ۔ ۲۲۳﴾

بیوی کی جائز خواہشات وضروریات کا پورا کرنا بھی خاوند کی ذمہ داری میں ہے' اس میں خوردونوش، لباس اور رہائش وغیرہ جیسی ضروریات شامل ہیں' اس ضمن میں اسلام نے کوئی حد مقرر نہیں فرمائی بلکہ خاوند کی حیثیت پر انحصار کرنے کا کہا گیا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے:۔

مالدار پر اس کی طاقت کے مطابق ذمہ داری ہے اور مفلس پر اس کی
حیثیت کے مطابق بوجھ ہے ﴿البقرہ﴾

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے اعمال کے پلڑے میں جو چیز سب سے پہلے رکھی جائے گی وہ اس کے اپنے کنبے پر خرچ کیا ہوا مال ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:۔

جب کوئی انسان اپنے گھر والوں کے کام کے لیے باہر نکلتا ہے تو اللہ
تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلہ ایک درجہ لکھتا ہے اور جب وہ اس کام
سے فارغ ہوتا ہے تو اس کلی مغفرت کر دیتا ہے۔ ﴿بخاری شریف﴾

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اہل وعیال کی اچھی پرورش کرنے سے انسان اعلیٰ درجات اور مغفرت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

فقہا نے نفقہ کی ادئیگی کو واجب کہا ہے بیوی مالدار ہو یا تہی دست' شوہر کی اطاعت گذار ہو تو اس کا نفقہ لازم ہے اور یہ عورت کا حق ہے۔ شوہر اگر مفلس ونادار ہے تو بیوی پر ازراہ محبت لازم ہے کہ وہ اس کا ساتھ نہ چھوڑے' اس کے ساتھ حسن سلوک

Marfat.com

کرے اور اس کے لئے وہ قابل ستائش ہے لیکن شرعی طور پر اس کا حق محفوظ ہے۔اسلام میں شوہر کو مناسب مدت تک مہلت دینے کے بعد تفریق کا حکم ہے۔نان نفقہ مرد کے معیار زیست کا مطابق ہوگا' اس کی ادائیگی مرد کی زندگی میں اور اس کی موت کے بعد بھی اس پر فرض ہے۔قرآن فرماتا ہے:۔

> تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں' تو ان کو چاہئے کہ اپنی بیویوں کے حق میں وصیت کر جائیں کہ ایک سال تک ان کو نان نفقہ دیا جائے اور وہ گھر سے باہر نہ نکالی جائیں پھر اگر وہ خود چلی جائیں تو اپنی ذات کے معاملے میں معروف طریقے سے وہ جو کچھ بھی کریں اس کی ذمہ داری تم پر نہیں۔اللہ تعالیٰ سب پر غالب اقتدار والا اور حکیم ہے۔﴿البقرہ ۲۴۰﴾

> طلاق کی صورت میں مطلقہ عورت کی عدت کے دوران میں بھی نان ونفقہ مرد کی ذمہ داری ہے' اسی طرح جن عورتوں کو طلاق دے دی گئی ہے انہیں بھی مناسب طور پر کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کیا جائے' یہ ہے حق متقی لوگوں پر۔﴿البقرہ ۲۴۱﴾

اس گھمبیر مسئلہ کے بارہ میں سید الصفاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

> ترجمہ:۔ جیسا خود کھاتے ہو ویسا ہی اپنی رفیقہ حیات کو کھلاؤ خود جو لباس زیب تن کرتے ہو اپنی شریکہ حیات کو بھی ویسا ہی لباس دو اس کے چہرہ پر مارنے سے احتراز کرو اور ڈانٹ ڈپٹ اور گھریلو سزا کی ضرورت پیش آئے تو بھی گھر کے اندر یعنی لوگوں سے بچ کر دو تا کہ وہ معاشرہ میں ذلیل ورسوا نہ ہوتی پھرے۔

یورپی ممالک میں عورت آزاد ہے اس پر گھر بار کی پابندیاں نہیں' وہ جہاں چاہے

Marfat.com

رہے اور جس کے ہمراہ چاہے گھومے پھرے مگر اسلامی معاشرہ میں عورت کو گھر بار کی کافی ذمہ داری سنبھالنا پڑتی ہیں۔ لیکن اسے معاشرہ میں وہ تمام حقوق حاصل ہیں جو ایک مرد کو دئے گئے ہیں۔ لیکن کفالت کی ذمہ داری مرد کی ہے۔ قرآن کریم نے عورت کو اجازت دی ہے کہ وہ اپنی جائز ضروریات کے لئے اسلام کے اصولوں کو مدنظر رکھ کر باہر جاسکتی ہے۔ وہ کام کام کے لئے باہر جاسکتی ہے، کاروبارِ زندگی میں حصہ لے سکتی ہے۔ وہ تجارت کو اپنا پیشہ اپنا سکتی ہے، وہ جو کمائے گی اس پر اسی کا ہی حق ہے وہ چاہے تو اپنے شوہر کے حوالے کردے اور چاہے تو خود اس کو استعمال کرے مگر اس کے باوجود پھر بھی کفالت کی ذمہ داری شوہر کی ہے۔

اس طرح اسلامی قوانین کے سبب عورت کی معاشی حیثیت اتنی مضبوط و مستحکم ہوگئی ہے کہ بسا اوقات وہ مرد سے مالی طور پر زیادہ بہتر حالت میں آجاتی ہے۔ اسلام کی جانب سے عورت کو عطا کئے گئے معاشی حقوق میں حق وراثت بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے، یہ دین فطرت عورت کو وراثت کے نہائیت وسیع حقوق دیتا ہے، باپ، شوہر، اولاد اور دیگر اقربا سے اس کو وراثت ملتی ہے۔ وراثت جیسے مشکل اور گھمبیر مسئلہ کو قرآن نے یوں حل فرمایا:۔

> اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ تمھاری اولاد کی میراث میں سے ہر لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اور اگر صرف لڑکیاں ہوں تو ان کو دو تہائی ملے گا اس مال کا جو وارث چھوڑ کر مرا ہے اور اگر ایک ہی لڑکی ہے تو اس کو نصف ملے گا۔ ﴿النسآء﴾

اسلام نے ایک مرد اور ایک عورت کے نکاح سے ایک نئی فیملی یا خاندان کی بنیاد رکھی ہے اور اس نئے خاندان میں مرد کے حقوق عورت پر ہیں اور عورت کے حقوق اس کے مرد پر ہیں، ان دونوں کے درمیاں حقوق وراثت بھی ہیں، ان حقوق کو غصب کر کے انسان اپنی آخرت تباہ و برد کرنے کی کوشش کرسکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق تو

Marfat.com

معاف فرما سکتے ہیں مگر کسی انسان کے حقوق وہ کبھی بھی معاف نہیں کریں گے تا آنکہ وہ خود نہ معاف کر دے۔ ترکہ کی تقسیم کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:۔

مال وراثت جو تمھاری بیویوں نے چھوڑا ہے ان کی اگر اولاد نہ ہو تو تم کو آدھا ملے گا اور اگر ان کی اولاد ہو تو تم کو ان کے ترکہ میں سے ایک چوتھائی ملے گا۔ بہر حال یہ میراث اگر وصیت کر گئی ہوں تو وصیت اور قرض کی ادائیگی کے بعد ملے گی۔ اور جس کو تم چھوڑ جاؤ اور تمھارے کوئی اولاد نہ ہو تو ان بیویوں کو ترکے کا چوتھائی ملے گا اور اگر تمھاری کچھ اولاد ہو تو ان کو تمھاری ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا۔ مگر یہ میراث تمھاری وصیت پوری کرنے اور قرض کی ادائیگی کے بعد ملے گی۔ ﴿النساآء ۱۲﴾

میراث کتنی ہی قلیل کیوں نہ ہو اسے حق داروں میں تقسیم کرنا لازمی ہے۔ قریب تر رشتہ دار کی موجودگی میں دور کے رشتہ دار اس کے حق دار نہیں اگر متوفی کے ذمہ قرض ہے تو اس کی ادائیگی اولین شرط ہے۔ اس کے بعد جائداد کی تقسیم ہوگی۔ عورت کو ماں، بیوی، بہن بیٹی کی حیثیت سے وراثت میں ایک حصہ جو قرآن نے مقررہ کر رکھا ہے اسے ملے گا۔ اسی حصہ کو دیکھتے ہوئے بعض اذہان میں یہ سوال اٹھ سکتا ہے کہ اسلام نے عورت و مرد کو مساوی حقوق تو دئیے ہیں تو پھر عورت کو ترکہ میں سے آدھا حصہ کیوں دیا گیا ہے؟ اس کا جواب اس طرح ہے کہ عورت کے ذمہ خود اس کا اپنا اخرچ بھی نہیں ہوتا۔ باپ بھائی شوہر کی شکل میں مرد ہی اس کی کفالت کرتا ہے پھر اس کو شوہر کی جانب سے حق مہر بھی ملتا ہے، جب کہ مرد کو ایک پورے خاندان کی کفالت کرنا ہوتی ہے اولاد کی تعلیم و تربیت وغیرہ بھی جبکہ عورت نے دوسرے گھرانہ میں جا کر رہنا ہوتا ہے اس لئے اس کو اس نئے گھرانے میں پھر حقوق مل جاتے ہیں اس طرح وہ اپنے باپ کے گھرانہ سے بھی مال لے جاتی ہے اور اس کے آگے سے بھی مل جاتا ہے جبکہ سابقہ گھرانہ میں کسی طرف

Marfat.com

سے مال نہیں آتا اس لئے اس کو لڑکے کی نسبت آدھا حصہ دیا گیا ہے اور یہ بات بھی ضروری ہے کہ عورت کا نفقہ اس کے شوہر پر ہی واجب نہیں بلکہ اس کے بھائی، باپ اور اولاد پر بھی واجب ہے۔

حق مہر عورت کی معاشی حقوق میں سے ایک اہم حق ہے۔ جو کہ اسے شوہر کی جانب سے ملتا ہے اس میں ملکیت اور قبضہ کے تمام تر اختیارات عورت کو حاصل ہیں اس حق میں مداخلت کا اختیار اس کے شوہر کو حاصل ہے اور نہ ہی اس کے بھائی باپ کو اور اس حق کی وہ بلا شرکت غیرے وہی مالک ہے۔ قرآن فرماتا ہے:۔

اور (تم) عورتوں کے مہر خوش دلی سے ادا کر دو البتہ اگر وہ اپنی خوشی سے مہر کا کوئی حصہ معاف کر دیں تو تم اس کو مزے سے کھا سکتے ہو۔ ﴿النسآء ۴﴾

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فیصلہ فرمایا کہ اگر عورت ایک بار کسی مجبوری کی بنا پر یا محبت کے زور پر یا پھر شوہر کی مجبوری کو دیکھتے ہوئے اپنے حق مہر کا کوئی حصہ معاف کر دے یا سارا معاف کر دے اور پھر اس کو مانگنا چاہے تو اس کو اس کا حق مہر لوٹایا جائے گا۔ اس سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ وہ اپنی رضامندی سے اپنے حق مہر کا کوئی حصہ چھوڑنا نہیں چاہتی۔

مہر کا حق شریعت نے عورت کی تکریم کو بلند کرنے اور اس کے وقار کی حفاظت کے مقرر کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

اپنی بیویوں کا حق مہر ادا کرنا تم پر فرض ہے۔ ﴿النسآء﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

جس نے زر مہر کے عوض کسی عورت سے نکاح کیا اور یہ نیت رکھی کہ

Marfat.com

وہ ادانہ کرے گا تو وہ زانی ہے۔

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بابرکت نکاح وہ ہے جو مالی لحاظ سے آسان ہو اور عورت زیادہ مصارف کے لئے مرد کو پریشان نہ کرے، بلکہ جو مل جائے اس پر قناعت کرے۔

قرآن پاک میں مہر کا لفظ موجود نہیں ہے بلکہ اس کی جگہ ''صدقہ یا اجور'' کا لفظ آیا ہے۔ قرآن پاک میں اس امر کی توثیق کی گئی ہے۔ کہ عورت کا حق مہر اس کی کسی خدمت کا معاوضہ نہیں بلکہ اس کے نام پر ایک تحفہ ہے۔ قرآن پاک میں اس کی کوئی حد بھی مقرر نہیں کی گئی۔ یہ باہمی رضامندی سے طے کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کی ادائیگی استطاعت کے مطابق ہونا چاہئے۔ ہر حال میں لازم ہے۔ اس لئے مہر کی ادائیگی کے لئے بہتر نکاح کے موقع پر ہی ادا کر دیا جائے لیکن اگر کبھی ایسا ہو جائے کہ بوقت نکاح مہر ادانہ کیا گیا ہو تو اسے بعد میں بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔ حق مہر سے کوئی قانون عورت کو محروم نہیں کرتا بلکہ تمام قوانین عورت کے اس مہر کی تصدیق کرتے ہیں۔ عورت اپنے اس حق کا مطالبہ کسی بھی وقت کر سکتی ہے۔ حق مہر کی کل رقم کی ادائیگی لازمی ہے اور یہ وہ حق ہے کہ جو موت کے بعد بھی عورت کا حق ہی رہتا ہے اور ساقط نہیں ہوتا۔

مولانا مودودی فرماتے ہیں کہ مہر وہ حق ہے جو ایک بار ادا کر دیا جائے تو اس کو واپس مانگنے کا کسی کو حق نہیں۔ حق مہر کو واپس مانگنا اسلام کے اخلاقی اصولوں کی نفی کرتا ہے کہ اگر کوئی انسان کسی کو کوئی چیز ہبہ کر دے یا تحفہ دے دے تو وہ اس کو واپس نہ مانگے بلکہ اس کو استعمال کرنے دے اور اس ذلیل حرکت کو انتہائی قبیح حرکت تصور کیا گیا ہے۔ ہمارے ہاں یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ شوہر طلاق کے وقت ہر وہ چیز عورت سے رکھوا لیتا ہے جو اس نے کبھی اس کو دی تھی۔ اگر شوہر سے کہا جائے کہ عورت کو وہ اس حال میں کر دے جس حال میں کہ یہ عورت اس کے حوالے کی گئی تھی تو اس کے زبان گنگ ہو جائے گی۔

Marfat.com

اس کے برعکس اسلام جو بتاتا ہے وہ یہ ہے کہ جب انسان کسی عورت کو طلاق دیتا ہے تو اس کو کچھ نہ کچھ دے دلا کر رخصت کرے۔ اور جس طرح اسلام نے مرد کو طلاق کا حق دیا ہے اسی طرح عورت کو خلع کا بھی حق دے رکھا ہے اگر خاوند بیوی کے معاشی و ازدواجی حقوق ادا کرنے سے قاصر ہو تو باگزیر حالات میں عورت اس سے خلع لے سکتی ہے جس کی شکل یہ ہے کہ بیوی کچھ معاوضہ دے کر یا حق مہر معاف کر کے شوہر سے چھٹکارا حاسل کر سکتی ہے۔ یہ حق اسلام پہلے عورتوں کو حاصل نہیں تھا لیکن اسلام سے نے آکر عورتوں کے حقوق کی حفاظت فرما کر ان کو بہت بلند مقام پر فائز فرما دیا ہے۔

اسلام دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جس نے عورت کے حقوق کا تصور پیش کیا ہے۔ دین اسلام کے پیش کردہ تمام اصول وقوانین اٹل ہیں ان میں کسی قسم کی تحریف نہیں کی جاسکتی۔ تعلیم اگر مرد پر فرض ہے تو عورت پر بھی فرض ہے۔ اسلام نے عورت کو ایک با عزت مقام پر سرفراز فرمایا ہے اور عورت کو مرد کی کمائی کو خرچ کرنے کا اختیار دیا ہے۔ حق ملکیت سے نوازا بلکہ اس کے حقوق کو تحفظ اس وقت ملا جب اس کو حق ملکیت دیا اور اس کی کفالت کا ذمہ دار اس کے مرد، بھائی، بیٹے اور باپ کو قرار دیا۔ اللہ تعالی نے اس کو قوت برداشت اور قوت صبر وشکر بھی عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت دی تو اس کی حکمت یہ ہے کہ مرد ہی اس کے ہر قسم کے تحفظ کا ذمہ دار ہے اور اس سلسلہ میں کوتاہی پر اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ بھی ہے۔

خواتین کی عسکری خدمات

مسلمان عورتوں نے نہ صرف چادر اور چاردیواری کے تقدس کی حفاظت فرمائی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے میدان جنگ میں بھی بڑی گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ انہوں نے جنگ میں شمشیر زنی کے علاوہ زخمیوں کی عیادت، کھانا وخوراک کی تیاری اور مجاہدین کی نگہبانی شامل تھا۔

دمشق میں اسلامی فوجیں اسلام کی سربلندی کے لئے لڑ رہی ہیں۔ ان فوجوں

Marfat.com

میں سیدنا اُم ابان رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ان کے شوہر کو رومی جنرل توما نے شہید کر دیا۔ تو تمام مسلمانوں نے یہ عہد کیا کہ رومیوں سے بدلہ ضرور لیا جائے گا۔سیدنا اُم ابان رضی اللہ عنہ نے عہد کیا کہ وہ اپنے شوہر کا بدلہ جنرل توما سے خود لیں گی اور اس رومی جنرل کو اپنے خنجر سے ہلاک کریں گی۔ یہ عہد کر کے وہ جنگ میں شریک ہوگئیں۔جنرل توما اپنی فوج کے وسط میں تھا اور جب وہ سیدنا اُم ابان رضی اللہ عنہ کو نظر آیا تو انہوں ایسا نشانہ باندھ کر تیر چلایا کہ جنرل توما کی آنکھ میں جا کر لگا اور وہ اسی وار سے ہلاک ہوگیا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کا دور حکومت ہے اور امت مسلمہ رومیوں کے خلاف یرموک کے مقام پر داد اشجاعت دے رہی ہے۔رومیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔مگر مسلمانوں کا حوصلہ ان سے مضبوط تھا۔ایسے میں جو خواتین لشکر کے ہمراہ تھیں انہوں نے خیموں کی لکڑیاں اکھاڑ لیں اور لشکر اسلام کے سپاہی بن کر کھڑی ہوگئیں۔ ایک طرف تو یہ خواتین رومیوں پر حملے لڑ رہیں تھیں اور دوسری طرف پیچھے ہٹنے والے مجاہدوں کے حوصلے بڑھا رہی تھیں۔ان کی اس بہادری سے لشکر اسلام کے قدم جم گئے اور انہوں رومیوں کے ٹڈی دل لشکر کو تباہ کر کے رکھ دیا۔سیدہ اسماء انصاریہ رضی اللہ عنہا نے ایک بلی سے نو کافروں کو قتل کیا۔سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا اپنے شوہر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ گھوڑے پر سوار تھیں۔ جدھر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ جاتے ادھر سیدنا اسماء رضی اللہ عنہ بھی جاتیں اور دونوں ملکر کافروں پر حملہ کرتے۔ سیدنا اسماء رضی اللہ عنہ کی بہادری کا یہ عالم تھا کہ وہ ہر وار میں ایک سر زمین پر گراتی تھیں۔

حجاج بن یوسف اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا تنازعہ کھڑا ہوگیا اور حجاج ان کی جان کا دشمن بن گیا تو عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنی کی خدمت آیا اور ماں سے مشورہ چاہا تو شیر دل ماں نے بیٹے کی خوب حوصلہ افزائی کی اور اس سے فرمایا کہ اگر تمھارا مقصد دنیاوی مال و دولت ہے تو تباہ ہو رہا ہے اور اگر تیرا نصب العین اسلام ہے تو کامیاب

Marfat.com

رہے گا۔ ماں کے مشورہ نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی رگوں کے خون کو گرم کر دیا اور وہ اسلام کی خاطر باطل قوتوں سے ٹکرا گئے۔

سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا بنت عمرو عرب کی ایک مشہور شاعرہ تھیں۔ جنگ قادسیہ میں ان کے چار فرزند داد شجاعت دے رہے تھے۔ انہوں نے اپنے تمام بیٹوں کو بلا کر ثابت قدم رہنے کی نصیحت فرمائی' اس کے تمام بیٹے بڑی بہادری سے لڑے اور جنگ میں شہید ہو گئے' اس شیر دل ماں نے بیٹوں کی شہادت پر اف تک نہ کی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس کو شہیدوں کا ماں ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔

لاثانی خواتین

اسلام نے جو مقام خواتین کو دیا کسی دوسرے مذہب نے اس کے بارے میں سوچا تک بھی نہیں اس کے جواب میں مسلم خواتین نے جو اسلام کی خدمت کی وہ کسی سے مخفی بھی نہیں ہے۔ مسلم خواتین نے حدود کے دائرہ میں رہ کر میدان میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ یہاں میں ان میں سے چند ایک کا تذکرہ پیش خدمت ہے۔

سب سے پہلے حق کی تصدیق

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال ہو گئی تو ایک دن آپ ﷺ غار حرا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے قاصد سیدنا جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ ﷺ کو پہلی وحی پہنچا کر واپس لوٹ گئے۔ اس وحی سے آپ ﷺ کو بہت ڈر لگنے لگا۔ آپ پسینہ آ گیا۔ آپ ﷺ فوراً اپنے گھر کی طرف لوٹے یہ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی پہلی وحی تھی۔ آپ ﷺ گھر آئے اور آپ ڈر اور خوف سے کانپ رہے تھے۔ آپ نے اپنی بیوی سیدہ خدیجہ سے کہا کہ مجھے کمبل اوڑھا دو۔ مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو۔ زوجہ محترمہ نے آپ ﷺ کو کمبل اوڑھا دیا۔ یہاں تک کہ آپ کا ڈر جاتا رہا۔ پھر آپ ﷺ نے ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے سارا واقعہ سنایا اور کہا کہ مجھے جان کا ڈر ہے ام المومنین کہا کہ اللہ جل شانہ آپ ﷺ کو

Marfat.com

کبھی پریشان نہیں کرے گا کیونکہ آپ ﷺ غریبوں کی مدد کرتے ہیں، بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ برائیوں کو دفع کرتے ہیں، مہمان نوازی آپ ﷺ کا شیوہ ہے اور آپ بیواؤں کی مدد کرتے ہیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دلاسہ سے آپ ﷺ کا حوصلہ بلند ہوا اور آپ ﷺ کا ڈر جاتا رہا۔

جونہی آپ ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اللہ کے حکم کا تذکرہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً آپ کے کلام پر سر تسلیم خم کرلیا اور مسلمان ہوگئیں اور دنیا میں آپ ﷺ پر سب سے پہلے جس ذی روح نے اسلام کے بارہ میں مہر تصدیق ثبت فرمائی وہ خاتون سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں' گویا آپ نے سب سے پہلے اسلام قبول فرمایا اور امت کی خواتین کا سر ہمیشہ کے لئے بلند کردیا کہ سب سے پہلے اسلام ان کے ہی سینہ مبارک میں داخل ہوا۔ اس کے علاوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زندگی میں ہونے والے تمام معجزات کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والی بھی خاتون ہی تھی اور یہ سعادت بھی سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے حصہ میں آئی۔

ناپاک ارادے کی اطلاع

جب اہل کفر رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے لازوال حوصلوں سے عاجز آگئے تو ایک دن انہوں نے مکہ میں کانفرنس بلائی تاکہ اہل اسلام کے بارہ میں کوئی حتمی فیصلہ کیا جائے کیونکہ ان کا ظلم وستم مسلمانوں کو راہ راست سے بھٹکانے سے عاجز آچکا تھا۔ آخر کار کانفرنس میں یہ طے پایا کہ (نعوذ باللہ) رسول اللہ ﷺ کو شہید کردیا جائے۔ جونہی اہل کفر نے اتفاق رائے کیا تو ایک خاتون سیدھی دوڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی اس نے ان کے فیصلہ کے بارہ میں آپ کو مطلع کیا کہ اہل کفر آپ ﷺ کو شہید کرنے کا فیصلہ کرچکے ہیں۔

تابوت کا رواج

اہل اسلام کفر کی ظلم ستانیوں سے تنگ آکر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے یہ

کچھ عرصہ بعد مہاجرین واپس لوٹ آئے۔ان مہاجرین میں سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نامی ایک صحابیہ بھی تھیں۔انہوں نے وہاں حبشہ میں عیسائیوں کو تابوت اٹھائے ہوئے دیکھا تو انہیں یہ طریقہ بہت پسند آیا اور انہوں نے اس بات کا ذکر رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں کیا کہ اہل حبشہ تابوت کا استعمال کرتے ہیں۔آپ ﷺ اس صحابیہ کی اس رائے سے خوش ہوئے اور اسلام میں تابوت کا رواج پڑ گیا۔گویا اسلام میں تابوت کی رائے سب سے پہلے ایک خاتون نے ہی دی۔

میزبانی

جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو مدینہ میں سب سے پہلے جہاں آپ ﷺ کی میزبانی کی گئی اس گھر کی مالک ایک خاتون تھیں جن کا نام سیدہ اُم سعید رضی اللہ عنہا تھا۔گویا سیدہ اُم سعید رضی اللہ عنہا وہ خاتون ہیں جنہیں ہجرت کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ اس سعادت پر بہت خوش ہوئیں کہ ان کے مہمان اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔

بحری سفر

اسلام میں سب سے پہلا بحری سفر کرنے والی خاتون سیدہ اُم حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حجتہ الوداع کے بعد رسول اللہ ﷺ سیدہ اُمّ حرام رضی اللہ عنہا بنت ملحان کے گھر تشریف لائے' آپ رضی اللہ عنہ رسول امی ﷺ کی خالہ تھیں۔انہوں نے حسب معمول آپ ﷺ کو کھانا کھلایا اور آنجناب ﷺ کا سر مبارک سہلایا۔جس سے رسول اللہ ﷺ کو نیند آ گئی۔پھر آپ ﷺ بیدار ہوئے تو آپ ﷺ مسکرا رہے تھے۔اُم حرام رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا تو آپ ﷺ نے اپنے خواب کا ذکر اس طرح فرمایا'' کہ میری اُمت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے جو اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے تھے'' وہ سمندر کے بیچوں بیچ تختوں پر بڑے اچھے انداز میں آرام سے بیٹھے تھے۔اُم سیدہ حرام رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ

ﷺ سے درخواست کی کہ اے اللہ کے رسول میرے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ میں بھی ان خوش نصیبوں میں شامل ہو جاؤں ۔ آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ پھر سو گئے ۔ جب سرور دو عالم ﷺ بیدار ہوئے تو آپ ﷺ مسکرا رہے تھے ۔سیدہ اُم حرام رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس آئیں اور مسکراہٹ کی وجہ دریافت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے سامنے میری امت کے چند لوگ پیش کئے گئے تھے جو اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے تھے ۔سیدہ اُم حرام رضی اللہ عنہا نے سرور انبیاء ﷺ سے گذارش کی کہ اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ میرے لئے بھی دعا فرمائیں کہ میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو پہلے والے لوگوں میں سے ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا کو ۲۸ھ میں شرف قبولیت عطا فرمائی۔ جب سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک بحری بیڑے میں سائپرس موجودہ قبرص پر حملہ کرنے کے لئے گئے ۔اس لشکر میں کئی جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے' ان میں سیدہ اُم حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اپنے شوہر کے ہمراہ شامل تھیں ۔ یہ بیڑہ حمص کے ساحل سے روانہ ہوا اور قبرص فتح ہو گیا۔ جب کامیاب لشکر واپس آرہا تھا تو دوران سفر سیدہ اُم حرام رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر سوار ہونے لگیں تو ناقہ نے لات ماری جس کی ضرب سے آپ رضی اللہ عنہ وہاں شہید ہو گئیں۔ (صحیح بخاری)

پہلی طبیبہ

اسلامی تاریخ میں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے سب سے پہلے شفا خانہ قائم کرنے والی بھی ایک خاتون تھیں جن کا نام سیدہ رفیدہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا تھا۔اس سے پہلے ہر لڑائی میں چند خواتین لشکر کے ہمراہ جاتیں تاکہ زخمیوں کی مرہم پٹی کی جاسکے مگر سیدنا رفیدہ اسلمیہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک باقاعدہ طبی سنٹر کا قیام عمل میں لایا گیا

Marfat.com

جو کہ ایک مسجد میں قائم کیا گیا۔

غیر مسلموں کے ہدیہ جات کی قبولیت

ہدیہ جات کی قبولیت کی ابتداء میں بھی ایک خاتون نے ہی کی۔ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ فتیلہ بنت عبد العزیٰ نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو طلاق دے دی۔ ایک بار وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کچھ سامان بطور ہدیہ لے کر آئی تو نے غیر مسلم ہونے کی وجہ سے اس کا ہدیہ قبول نہ فرمایا تو وہ خاتون گھر واپس چلی گئی اور ایک آدمی اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اس معاملہ کا ذکر فرمایا تو اس وقت اللہ جل شانہ کی طرف سے ایک آیت نازل ہوئی جس میں غیر مسلم کا ہدیہ قبول کرنے کی اجازت تھی۔ اس طرح ایک خاتون کی وجہ سے اس معاملہ کا بھی حل مل گیا کہ کیا غیر مسلم کا ہدیہ قبول کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

تیمّم کی اجازت

جب امت مسلمہ رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں غزوہ بنو مصطلق سے واپس آ رہے تھے تو دوران سفر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا لوگ اس ہار کو تلاش کرنے میں لگ گئے۔ اس کی تلاش میں کافی وقت ضائع ہو گیا۔ اس طرح نماز کا وقت ہو گیا اس وقت مسلمانوں کے پاس پانی ختم ہو چکا تھا اور نزدیک کہیں پانی نہیں تھا اس طرح مسلمانوں کو وضو کرنے کی فکر لاحق ہوئی۔ اس موقع چند لوگوں نے غلط باتیں کیں جن کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے پانی نہ ملنے کی صورت میں اہل اسلام کو تیمّم کرنے کا حکم دیا۔ اس طرح تیمّم کے حکم میں بھی عورت کا حصہ شامل ہے۔

Marfat.com

صلح حدیبیہ

جب رسول اللہ ﷺ اور مشرکین مکہ کے درمیان صلح حدیبیہ کا معاہدہ طے پا گیا تو کئی جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم قدرے افسردہ ہو گئے۔ اس معاہدہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اس مرتبہ مسلمان بغیر حج کے واپس چلے جائیں اور اگلے سال آ کر حج کریں اس بات نے ان کو اور زیادہ افسردہ کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو قربانی کا حکم دیا تو انہوں نے حکم کی تعمیل میں کچھ تاخیر کی۔ ان حالات میں رسول کریم ﷺ بھی کچھ پریشان ہوئے اور اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ آپ کی حالت دیکھ کر ام المومنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو مشورہ دیا کہ پہلے آپ خود قربانی فرمائیں، تو اس طرح تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی پیروی کریں گے چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے قربانی کے جانور طلب فرمائے اور ان کو قربان کر دیا، آپ کے اس عمل کو دیکھ کر تمام مسلمانوں نے اپنے احرام کھول دئے اور قربانیاں ذبح کیں۔ گویا ایک جلیل القدر خاتون کے مشورہ سے صلح حدیبیہ پر عمل درآمد شروع ہوا۔

وراثت میں حق

اسلام سے قبل عورتوں کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ ان کو اپنے والدین کی جائداد میں کسی قسم کا حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔ جب سیدنا اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو اس کے بھائی نے اس کی جائداد پر قبضہ کر لیا۔ ان کی بیوی اور دو بیٹیاں بقید حیات تھیں۔ کسی کو بھی مرحوم کی جائداد میں حصہ نہ دیا گیا۔ مرحوم کی زوجہ سیدہ اُم کحتہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں شکایت لے کر آئیں تو اس وقت اللہ تعالی کی طرف سے حکم نازل ہوا کہ مرد کے مقابلہ میں لڑکی کا آدھا حصہ اور لڑکی کے مقابلہ میں لڑکے کو دوگنا حصہ ملے گا اور مرحوم کی بیوہ کے لیے آٹھواں حصہ مخصوص رہے گا۔

پانی کی دستیابی

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رحمت اللعالمین ﷺ

Marfat.com

صحابہ کے ہمراہ ایک مہم پر روانہ تھے کہ اسلامی لشکر ایک ایسی جگہ قیام پذیر ہوا جہاں پانی کی بہت زیادہ کمی تھی بلکہ وہاں پانی ناپید تھا' پانی کی وجہ سے اہل لشکر کو بہت زیادہ پریشانی لاحق ہوئی۔ کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم پانی کی تلاش میں نکلے انہیں کیمپ کے علاقہ میں ایک خاتون ملی جس نے پانی کی مشک اٹھا رکھی تھی' جب اس سے دریافت کیا گیا' کہ یہاں سے پانی کتنی دور ہے تو اس نے کہا کہ پانی یہاں سے ایک دن کی مسافت پر ہے۔ اس عورت کو رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا' آپ ﷺ نے اس پانی میں برکت کی دعا فرمائی' تمام اہل لشکر نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور جب وہ عورت جانے لگی تو اس کو کچھ غلہ بھی دیا گیا تا کہ وہ اس کو استعمال کر سکے۔ وہ عورت اپنے قبیلہ میں گئی اور رسول اللہ ﷺ کے بارہ میں اپنے گھر والوں کو بتایا اور ان کو آپ کی تعلیمات کی صداقت کا یقین دلایا تو تمام قبیلہ اسلام لے آیا۔ یہ قبیلہ اس خاتون کی تبلیغ پر مشرف بہ اسلام ہوا۔

عکرمہ بن ابو جہل کا اسلام

عکرمہ اسلام کے دشمن ابو جہل کا بیٹا تھا وہ بھی باپ کی طرح اہل حق کا سخت مخالف تھا۔ اس نے اسلام کے خلاف ہر لڑائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جب مکہ فتح ہو تو عکرمہ مکہ سے روپوش ہو گیا۔ اس کی اہلیہ نے اسلام قبول کر لیا تھا اور وہ چاہتی تھی کہ اس کا شوہر بھی اسلام قبول کر لے۔ لہذا اُس نے اپنے شوہر کو تلاش کرنے کی پوری کوشش کی۔ رسول اللہ ﷺ نے جن لوگوں کے قتل کو مباح قرار دیا تھا ان میں عکرمہ کا نام بھی تھا مگر نیک سیرت بیوی نے دربار رسالت ﷺ سے اس کے لئے معافی نامہ حاصل کر لیا تھا اور وہ اپنے شوہر کو تلاش کرنے کے لیے یمن کی طرف چل پڑیں جہاں دوران سفر ان کا خادم بے ایمان ہو گیا۔ آخر پاکباز خاتون اپنے شوہر کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئی اور اس کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس طرح عکرمہ نے ایک عورت کی کوششوں سے اسلام قبول کیا۔

ابو طلحہ کا اسلام

سیدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا ایک نیک سیرت اور پاکباز صحابیہ ہوئی ہیں۔ ان کے ایک بیٹے کا نام سیدہ انس رضی اللہ عنہ بن مالک تھا۔ جب مالک کا انتقال ہو گیا اور آپ رضی اللہ عنہا نے نکاح کرنا چاہا تو ابو طلحہ نے ان کی خدمت میں اپنے نکاح کا پیغام بھیجا۔ جس کو سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ تم ایک پتھر کو پوجنے والے ہو اور میں اللہ تعالیٰ کی پجاری ہوں۔ بھلا آگ اور پانی کا کس طرح ملاپ ہو سکتا ہے۔ سیدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے یہ بات بڑے زوردار لہجے میں کہی۔ آپ کی اس بات کا ابو طلحہ پر بہت زیادہ اثر ہوا اور انہوں فوراً بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ ابو طلحہ کے اسلام لانے میں سیدنا اُم سلیم رضی اللہ عنہا کی باتوں کا بھی حصہ ہے۔

عثمان بن عفان کا اسلام

جب سرور دو عالم ﷺ نے اسلام کی تبلیغ کا اعلان کیا تو کئی لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور کئی کسی نہ کسی وجہ سے اسلام سے دور ہی رہے۔ عثمان غنی بھی اُن سے دور رہنے والوں میں شامل تھے' ان کی خالہ جس کا نام سعدیٰ تھا۔ وہ بڑی بہادر کا قادر کلام خاتون تھیں، ایک دن عثمان ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسول اُمی ﷺ کی دعوت حق کے بارہ میں مشورہ کرنے لگے' انہوں نے ان کو آپ ﷺ کی صداقت کے بارہ میں مشورہ دیا کہ آپ حق پر ہیں چنانچہ ان کے مشورہ پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ سعدیٰ کی دانش مندی تھی کہ خلیفہ سوم نے اسلام قبول کر لیا۔

حُبِّ رسول ﷺ

جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتے تھے اسی طرح صحابیات کرام رضوان اللہ علیھن بھی رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتیں تھیں۔ صحابیات کرام رضوان اللہ علیھن کی محبت کی چند لازوال واقعات اس طرح ہیں۔

Marfat.com

باپ بیٹی

مسلمانوں اور کفار مکہ کے درمیان صلح حدیبیہ کا معاہدہ ہوا تھا جس کو کفار مکہ نے غلط فہمی سے توڑ دیا۔ جب ان کو اس وعدہ خلافی کا علم ہوا تو ان کو احساس ہوا کہ سرور عالم اب ان پر حملہ کریں گے اور اس کے نتائج بہت زیادہ خطرناک ہوں گے۔ لہٰذا اس بات کا احساس کر کے کفار مکہ کا سردار ابوسفیان باہمی مشاورت مدینہ آیا تا کہ مسلمانوں کے ساتھ پھر مصالحت کا عہد ہو سکے۔ ابوسفیان سیدھا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا مگر انہوں نے اس کی بات نہ سنی تو پھر وہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا مگر انہوں نے بھی ان کی بات نہ سنی۔ مسلمانوں کا یہ رویہ دیکھ کر ابوسفیان بہت زیادہ گھبرایا کہ اب ضرور کوئی بڑا مسئلہ کھڑا ہونے والا ہے۔ ابھی وہ کچھ سوچ ہی رہا تھا۔ اس کو احساس ہوا کہ اس کی بیٹی رملہ جن کو سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کہا جاتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی ہے اس کے پاس چلتے ہیں تا کہ صلح کی کوئی صورت نکل آئے، وہ سیدھا اپنی بیٹی کے گھر۔ دروازہ کھلا ابوسفیان بیٹی کے گھر میں داخل ہوا اس کا خیال تھا کہ اس کی بیٹی اس کا پرزور استقبال کرے گی مگر بیٹی نے ایسا نہ کیا پھر جب ابوسفیان رسول اکرم ﷺ کے بستر مبارک پر بیٹھنے کے لئے بڑھا تو اُم المومنین رضی اللہ عنہا نے فوراً آگے بڑھ کر نبی ﷺ کا بستر مبارک اکٹھا کر دیا۔ اور سردار مکہ کو اس پر نہ بیٹھنے دیا۔ باپ نے حیران ہو کر بیٹی سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا تو بیٹی نے جواب دیا کہ تم ناپاک ہو اور جس کا یہ بستر ہے وہ اللہ کے رسول ہیں میں بھلا کس طرح ایک ناپاک آدمی کو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے مبارک بستر پر بٹھا دوں؟ یہ سن کر ابوسفیان کر مایوس ہو گیا اور اٹھ کر سیدھا مکہ لوٹ آیا۔ اُم المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا انمول خزانہ ہے۔

بہن اور بھائی

اللہ جل شانہ کے خاص کرم سے اسلام کو عزت عطا فرمانے کے لئے اس وقت

Marfat.com

45 آدمی مسلمان ہو چکے تھے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی کلمہء حق پڑھ چکے تھے، سولہ عورتیں بھی کلمہ پڑھ چکی تھیں، مگر ابھی اسلام کو قوت و دبدبہ وضیاء وحشمت نہیں ملی تھی۔ ابھی کعبہ میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں تھی، نبی ﷺ نے دعاء کی! کہ اے مولا! انتخاب تیرے ذمہ، اور مانگنا میرے ذمہ۔ میرے مولا! مجھے دو عمروں میں سے ایک عمر عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کی دعا عرش چیر کر پہنچ گئی ہے۔ اب عمر کا انتخاب میں خود کروں گا۔

میں نے ابوجہل کے دل کو دیکھا وہ مردہ، افسردہ، وہ زندیق، بے دین، بدترین، لعین ہے، وہ تیرا دشمن ہے، میں ابوجہل کو کتے کی موت مرواؤں گا، ہاں بچوں سے قتل کراؤں گا، اس کو قلیب بدر میں ڈلواؤں گا، اس کو پتھروں سے مرواؤں گا، اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھواؤں گا، اس کی قبر کا نام ونشان مٹاؤں گا، ابوجہل کو تیرا دشمن بناؤں گا، اس کے گلے میں لعنت کا طوق ڈلواؤں گا، تیری دعاء پر میں عمر بن خطاب کو تیرے دروازہ پر لاؤں گا، استقبال کراؤں گا، نعرہ تکبیر لگواؤں گا، خوشی منواؤں گا، فاروق سے کلمہ پڑھواؤں گا، اس کی بیٹی! تیرا گھر بساؤں گا۔ اس کو ساتھ بھیج کر کعبہ کا در کھلواؤں گا، اسے فاروق بناؤں گا، اسے تیرا خلیفہ بناؤں گا، تیرے بعد اس کے ہاتھ سے دین کا جھنڈا لہراؤں گا، دیکھ لینا قیامت تک روضہ میں اس کو تیرے ساتھ سلواؤں گا اور تیرے ساتھ اُٹھا کر قیامت کے دن جنت میں لے جاؤں گا۔

ادھر عمر ابن الخطاب، محمد ﷺ کو ختم کرنے کے لئے تلوار لے کر نکل پڑتا ہے، ہاتھ میں ننگی تلوار ہے، ارادہ خطرناک ہے، انداز بدلے ہوئے ہیں، راستے میں نبی ﷺ کے صحابی سیدنا نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ مل گئے دیکھا کہ عمر کے تیور بدلے ہوئے ہیں۔ پوچھا عمر کہاں جا رہے ہو؟ کہا کہ محمد ﷺ کا خاتمہ کرنے جارہا ہوں (نعوذ باللہ) صحابی رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا۔ کہا اے عمر...... ! پہلے گھر کو تو سنبھالو!۔ یہ سنتے ہی عمر کی آنکھیں سرخ ہوگئیں۔ پوچھا کیا مطلب؟ کہا وہ جو تیرے بہن اور بہنوئی ہیں وہ محمد (ﷺ) کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں اور دل میں یہ جذبہ اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ جب تک جسم میں جان

Marfat.com

ہے محمد ﷺ کی نیند پر قربان ہے۔

اب طوفان کا رخ بدلا، عمر بن الخطاب سیدھا بہن کے گھر پہنچا، تو اندر سے قرآن پڑھنے کی آواز آرہی تھی۔ دروازہ کھٹکھٹایا اندر جا کر حالات سے اندازا ہوا کہ کچھ چھپایا جارہا ہے، پوچھا اے بہن تو کیا پڑھ رہی تھی؟ بہن سہم گئی اور عمر بن الخطاب بہن کو زدو کوب کیا۔ بہن بھی آخر عمر کی تھی اس نے کہا! کہ اے عمر! تو جتنا چاہے مار لے۔ جب تک منہ میں زبان ہے تو دل میں اللہ کا قرآن ہے اور مصطفیٰ ﷺ کی محبت ہمارا ایمان ہے۔

عمر ابن الخطاب کا دل نرم ہوا، جب قرآن پڑھا تو عمر، عمر نہ رہا...... غلام تھا، امام بن گیا......، چرواہا تھا...... خلیفہ وقت بن گیا، مفلوک الحال تھا...... خوشحال بن گیا، خون مصطفیٰ ﷺ کا پیاسا تھا غلام محبوب ذوالجلال بن گیا۔ بہن کے عزم و استقلال سے عمر سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ بن گیا۔

اُم ایمن

جب رسول اکرم ﷺ کی وفات ہوئی تو سیدہ اُم ایمن رضی اللہ عنہا زور زور سے رو رہی تھیں۔ ان کو دیکھ کر سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ کیوں روتی ہو موت تو ہر ایک پر برحق ہے۔ سیدہ اُم ایمن رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اس لئے نہیں رو رہی کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں، بلکہ میں تو اس لئے رو رہی ہوں کہ اب وحی کا سلسلہ رک گیا ہے اور اب اس کے بعد کوئی وحی نہیں آئے گی۔

اُم سراقہ رضی اللہ عنہ

اپنوں کی موت کا ہر کسی کو بہت زیادہ غم ہوتا ہے مگر اسلام میں ایسی جانثار خواتین بھی پیدا ہوئی ہیں جن کو اپنے رشتہ داروں کی اموات کا بالکل غم نہیں ہوتا تھا ان کو فکر تھی تو صرف رسول اللہ ﷺ کی جان مبارک کی۔ غزوہ بدر کی خبر جب مدینہ منورہ میں پہنچی تو ہر طرف ماتم ہونے لگا مگر سیدنا حارث بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی ماں ایک ایسی ماں تھی کہ

Marfat.com

جس نے اپنے بیٹوں کی وفات کا یہ کر غم کرنا چھوڑ دیا کہ اگر ان کے اعمال بہتر تھے تو ان پر رونے کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر ان کے اعمال بہتر نہ تھے تو ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا مگر میں آپ ﷺ سے دریافت کروں گی کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے اور میرے بیٹوں کا ٹھکانہ کہاں ہے۔

شوہر بیوی

رسول مقبول ﷺ کے وسال شریف کے بعد کئی منافقین نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ان مدعیان نبوت میں سے اسود عنسیٰ بھی تھا۔ مسلمانوں کی افواج اس کا محاصرہ کرلیا۔اسود عنسیٰ کی بیوی اسلام لا چکی تھی۔مسلمانوں کا محاصرہ طویل ہورہا تھا ایسے میں اسود عنسیٰ کی مومنہ بیوی سے مسلمانوں کی ملاقات ہوگئی تو اس نے مسلمانوں کو صحیح حملہ کرنے کا رخ بتایا۔اس مومنہ کے بتانے سے اس جھوٹے مدعی نبی کو قتل کیا گیا۔ یہ تھا ایک بیوی کا اپنے شوہر کے خلاف رسول اللہ ﷺ سے پیار، جس کی خاطر وہ اپنی تمام متاع حیات کو تو قربان کرسکتی تھی مگر رسول اللہ ﷺ کی ذات صفات پر کسی کو حملہ کرنے کی اجازت نہ دیتی تھیں۔

یوم حرہ

رسول اللہ ﷺ کی سوتیلی بیٹی جن کا نام سیدہ زینب رضی اللہ عنہا تھا۔اس کے دو بیٹے ایک لڑائی میں شریک تھے۔ یہ لڑائی مسلمانوں کے دوگروہوں کے مابین ایک غلط فہمی کی وجہ سے ہوگئی تھی اور اس لڑائی میں اس کے دو فرزند شہید ہوگئے تھے۔ جب ان کی نعشیں ماں کے سامنے لائی گئی تو اس نے کہا کہ ایک تو گوشہ نشین تھا اور دوسرا مسلمانوں کے ہی خلاف لڑا ہے اس لئے مجھے اس کے انجام کی فکر ہے۔مگر پہلے والا تو جنت کا حق دار ہے اور یہ دوسرے والا ہوسکتا ہے کہ اپنی آخرت کو خراب کر گیا ہو۔

Marfat.com

عورت کی آزادی

ایک مومنہ جن کا نام سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا بنت عقبہ بن ابی معیط تھا، انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا مگر ان کے شوہر نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ یہ مومنہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر ہی مدینہ کی طرف ہجرت کر کے چلی آئی دور خلافت میں عورتوں کو اس حد تک آزادی تھی کہ وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ادا کرنے میں خوب سختی سے کام لیتیں۔ خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک ایسی بہادر خاتون کے سامنے آ گئے' تو اس نے کہا اے عمر تم وہی ہو جس کو عکاظ کے میلہ میں لوگ عمیر کہہ کر پکارا کرتے تھے اور اسلام نے اب تم کو حاکم بنا لیا ہے۔ دیکھو رعایا اور محکومین کے معاملات کے بارہ میں اللہ جل شانہ سے درتے رہو اور اس کے قہر اور غضب سے خود بھی ڈرو اور لوگوں کو بھی اس کا حکم دو۔ یہ تھی مسلمان خواتین کی حقیقی آزادی جس میں وہ خلیفہ وقت کو بھی راہ راست کی تلقین فرماتیں۔

خواتین اسلام کا ایثار

اسلام میں خواتین کا اہم کردار رہا ہے۔ میدان جنگ ہو یا یا گھر کی چار دیواری، چادر کا تقدس ہو یا ماں باپ یا اہل خانہ کی عزت کا احترام وہ ہر معاملہ میں انتہائی احتیاط کو مضبوطی سے تھام لیتیں اور اسلام کی سر بلندی کی خاطر ہر طرح کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہ کرتیں۔ مسلمان خواتین کے ایثار کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

سیدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا کا ایثار

سیدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا ایک تنگ دست اور مفلس خاتون تھیں۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو اس وقت ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے کوئی تحفہ نہ تھا۔ صرف ان کے پاس ایک ننھا سا لڑکا تھا وہ اس لڑکے کو لے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آئیں اور سردار الانبیاء ﷺ کی خدمت میں اپنے بیٹے کی انگلی پکڑ کر فرمایا کہ میرے پیارے آقا میرے پاس تحفہ دینے کے لئے تو کچھ نہیں ہے لیکن

میرے پاس یہ بیٹا ہے اس کو آپ بطور تحفہ قبول فرمائیں۔ یہ وہی لڑکا تھا جس نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال خدمت کی، ان کا نام سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ تھا۔ جہاں اس طرح کے ایثار کرنے والی خواتین ہوں تو وہاں اسلام کو کس طرح عروج نہ ملے۔

چھوٹی لڑکی بڑا کام

جب رسول اکرم ﷺ ہجرت کے لیے یار غار کے ہمراہ غار حرا میں تھے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی بیٹی سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے انتہائی بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دونوں معزز مہاجروں کے لئے کھانا انتہائی رازداری سے پہنچایا اور اپنے دادا جان کو بھی مطمئن فرمایا کہ تمام مال دولت ہمارے پاس ہی رکھا ہوا ہے۔ جب ابوجہل کو خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ اپنے محبوب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے ہمراہ یہاں سے کوچ کر گئے ہیں تو وہ ابوقحافہ کے گھر آیا اس نے دروازے پر دستک دی' دروازہ ہونہار بیٹی سیدہ اسماء رضی اللہ تعالی عنہا نے کھولا۔ جب کافر نے پوچھا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کہاں ہے؟ تو بیٹی نے انتہائی دلیری کے ساتھ فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔ اس کافر نے انتہائی غصہ میں آکر سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے مونہہ مبارک پر زوردار طمانچہ مارا طمانچہ کھا کر بھی بیٹی نے نبی ﷺ اور ان کے ساتھی کے بارہ میں کچھ نہ بتایا۔ ان کی ہی اولاد میں سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے تھے) ان کے بطن سے مدینہ منورہ میں پہلا بیٹا پیدا ہوا تھا جس کا نام سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تھا۔

سیدہ سعیرہ اسدیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں اور اپنی مرض کا ذکر کیا اور گذارش کی کہ میری صحت کے لئے دعا کریں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم کہو تو میں تمھارے لئے دعا کروں اور تم اچھی ہو جاؤ اور اگر تم صبر کرو تو یہ تمھارے لئے بہت بہتر ہے۔ تو اس مومنہ نے گذارش کی کہ میں اللہ تعالیٰ سے اجر کی خواہاں ہوں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کو خبر ملی کہ ان کے بیٹے سیدنا طلیب رضی اللہ عنہ کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں ابوجہل نے درخت کے ساتھ باندھ کر مارا۔ اس

Marfat.com

امر کی اطلاع لوگوں نے صابرہ ماں کو اس طرح دی کہ اگر تم نے محمد ﷺ کا دین اختیار نہ کیا ہوتا تو آج تم کو اس طرح مار نہ پڑتی؟ دلیر ماں نے فخریہ انداز میں کہا کہ ہماری خوش بختی کا وہ دن بڑا عظیم ہے جس دن ہم نے رسول اللہ ﷺ کی حمایت کی تھی۔

تاریخ اسلام کے اوراق اس طرح کے ایثارات سے بھرے پڑے ہیں، جن کی تعریف قرآن نے کچھ یوں فرمائی:۔

ترجمہ:۔اے نبی برحق ﷺ آپ ﷺ اپنی ازدواج سے کہہ دیجئے کہ اگر تم حیات دنیاوی اور متاع فانیہ کی خواہش رکھتی ہیں تو آؤ میں تمہیں دوں اور پھر چھوڑ دوں، لیکن اگر تم اللہ تعالیٰ اور رسول اور دار آخرت کی خواہش رکھتی ہو تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کے لئے ثواب بہت زیادہ ہے۔

خواتین اسلام کی ثابت قدمی

ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کو بہت زیادہ مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر خواتین کو تو اس طرح دکھ ملے کہ ان کی روداد سن کر انسان کا کلیجہ مونہہ کو آتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کو بہت زیادہ مارا مگر انہوں نے اسلام کو نہ چھورا۔ سیدہ لبینہ رضی اللہ عنہا سیدنا عمر کی لونڈی تھیں انہوں نے ابتدائی دنوں میں اسلام قبول کرلیا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ پیٹا کرتے تھے۔ وہ آپ کو خوب مارتا اور جب تھک جاتے تو کہتے ذرا آرام کرلوں پھر تجھے ماروں گا یہ اللہ کی شیران کو کہتی کہ میرے آقا اگر تم اسلام قبول نہیں کرو گے تو اللہ بھی تیرے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے گا۔

اسی طرح ایک اور مومنہ جن کا نام سیدہ زنیرہ رضی اللہ عنہا تھا، کافران کو بہت مارتے اور ایک دن مار کی وجہ سے ان کی بینائی جاتی رہی مگر وہ مومنہ اسلام پر ڈٹی رہی۔ ابوجہل کہتا کہ دیکھو زنیرہ یہ ہمارے لات ومناۃ کی نافرمانی کی وجہ سے ایسا ہوا ہے اگر

Marfat.com

اب بھی تم ان مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ دو گے تو میں تمھیں آزاد کرادوں گا۔اس پہاڑ دل مومنہ نے کہا کہ یہ مٹی اور پتھر کے بت میرا کیا نقصان کر سکتے ہیں۔یہ بینائی کا جانا صرف اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھر واپس آسکتی ہے۔لہٰذا کچھ عرصہ بعد ہی ان کی بینائی لوٹ آئی۔

سیدہ حمنہ رضی اللہ تعالی عنہا ایک مجاہدہ کا بھی یہی حال تھا۔آپ بھی سابقون الا اولون کے زمانے میں مشرف بہ اسلام ہوئیں۔آپ کو بھی قریش کے ظلم وستم کا نشانہ بننا پڑا۔آپ ایک کافر سردار کی خادمہ تھیں۔آپ کا مالک آپ رضی اللہ عنہ کو شکنجے میں کس کر سزا دیتا تھا۔وہ ظالم آپ کا کھانا پینا بند کر دیتا تھا۔اللہ جل شانہ نے آپ کی آزادی کا بندوبست فرمایا۔اور ایک دن سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے اس مومنہ کو ظلم کا نشانہ بنتے ہوئے دیکھا تو زر فدیہ دے کر آپ کو آزاد کر دیا۔

دونوں جنس کی فضیلت

اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں متعدد بار اس بات کا اعادہ فرمایا ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فوقیت حاصل ہے۔اگر ہم دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ اللہ تعالی نے مرد اور عورت دونوں کی جسمانی حالت مختلف بنائی ہے۔فریضہ جہاد کی ادائیگی، روزگار زندگی کا حصول اور گھر سے باہر کے امور وغیرہ مردوں کے لئے مخصوص ہیں۔عورتوں کو ان سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی جسمانی حالت کچھ اس طرح بنائی ہے کہ وہ جسمانی مصائب برداشت کرنے کے قابل نہیں۔جبکہ مرد کے اعصاب بہت مضبوط ہیں اور ہر طرح کے مسائل کے سامنے ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں۔اس کا یہ مطلب نہیں کی خواتین کچھ نہ کریں بلکہ قرآن نے اس طرح ان کی حد مقرر فرمائی کہ:۔''مر عورتوں کے محافظ ہیں۔''

اس کا مفہوم کچھ اس طرح ہوگا کہ مردوں کو عورتوں پر جو فضیلت عطا کی گئی ہے وہ اسی لئے ہے کہ مرد عورتوں کی حفاظت نگہداشت اور کفالت وحمایت کے ذمہ دار ہیں۔

Marfat.com

عورتوں کے ذمہ اپنی اولاد کی تربیت اور پرورش کا ایک ضروری فرض رکھا گیا ہے اور اس خاص فرض کے ادا کرنے کے لئے جو قوت فطرت نے اسے دی ہے وہ صرف اسی کے ساتھ مخصوص ہے اور عورت کے بغیر اس کائنات کا وجود ناممکن ہے۔ اور جو فرائض مردوں کے لئے رکھے گئے ہیں فطرت نے ان کو پورا کرنے کی صلاحیت مرد میں ڈال دی ہے۔

تفسیر المنار کے مطابق مندرجہ بالا آیت کا مفہوم اس طرح ہے:۔

یعنی مردوں کو عورتوں کا محافظ ونگہبان بتایا گیا اس کا مقصد یہ ہے کہ محکوم حاکم کے ماتحت رہ کر اپنے ارادہ اور اختیار کے مطابق ذاتی اعمال وافعال میں تصرف کرتا ہے اور عورت کو ایسا بھی نہیں بنایا کہ اس کا حاکم جس طرح چاہئے اس کی باگ جدھر چاہے پھیر دے بلکہ اس کو چاہئے کہ وہ اسلامی قانون جس کی وضاحت قرآن پاک میں موجود ہے اس پر عمل کرے۔

تعلیم اور خواتین اسلام

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علم حاصل کرنا تمام مرد وعورتوں پر فرض کیا گیا ہے۔ عورتوں کی تعلیم وتربیت کے لئے بوقت بیعت رسول اللہ ﷺ جو حلف لیا کرتے تھے وہ بذات خود تعلیم وتربیت کا ایک انمٹ نقشہ تھا۔ آپ ﷺ کو عورتوں کی تعلیم کا بہت زیادہ احساس تھا اور کئی بار نماز کے بعد آپ ﷺ ان کو بذات خود تعلیم دیا کرتے تھے۔

ارشاد نبوی ﷺ اس طرح ہے کہ:

علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد وعورت) پر فرض ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد مبارکہ سے یہ بات کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ تعلیم پر کسی کی اجارہ داری نہیں بلکہ یہ تو ہر مرد عورت، بچے اور بوڑھے پر فرض ہے۔ اسلام ہر معاملہ میں مرد اور عورتوں سے یکساں سلوک کا داعی ہے۔ اسلام کے

Marfat.com

ہر شعبہ میں عورتوں کے لئے ایک مناسب مقام موجود ہے شرط صرف یہ ہے کہ اس شعبہ کو مومنہ خاتون اسلام کی حدود میں رہ کر عمل کرے۔ اسی لیے اسلام مرد کے ساتھ ساتھ عورتوں کے لئے بھی تعلیم کو لازمی قرار دیتا ہے۔ اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا علم و فضل میں تمام خواتین میں افضل مقام پر فائز ہیں۔ آپ علوم قرآنیہ اور سنت رسول ﷺ کی ماہر تھیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ اور دیگر کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بھی آپ سے مشورے فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ بیعت رضوان میں شامل تھے وہ تمام کے تمام جنت میں جائیں گے تو سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا وہاں موجود تھیں انہوں نے فوراً عرض کیا کہ قرآن مجید تو یہ فرماتا ہے کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں کہ جو کوئی جہنم میں جائے گا۔ یہ جواب سن کر رسول اللہ ﷺ نے اپنے جواب کی ایک اور حدیث مبارکہ سے تشریح فرمائی۔

اسلام میں عورتوں کے حقوق

اسلام عورتوں اور مردوں پر مساوی حقوق کا خواہاں ہے۔ اسلام نے جتنے حقوق عورت کو دیئے اتنے کسی مذہب نے عورت کو حقوق عطا نہیں فرمائے۔ جس طرح عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں اسی طرح مردوں پر عورتوں کے حقوق بھی ہیں۔ اور عورتیں اپنے شوہروں سے ان حقوق کا زبردست انداز میں مطالبہ کرسکتی ہیں۔ مسلمان عورتوں نے جس آزادی اور جرات سے اسلام کی عدالت میں اپنے حقوق کی بحالی کے لئے مطالبہ کیا وہ ایک قابل تحسین قدم ہے۔

سیدہ بریرہ رضی اللہ تعالی عنہا ایک غلام صحابیہ تھیں، ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا، آزادی سے قبل ان کی شادی سیدنا مغیث رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔ اسلامی قانون میں آزادی کے بعد (غلام) عورت چاہے تو اپنے سابقہ خاوند سے آزادی حاسل کرسکتی ہے اور اگر چاہے تو اسی نکاح پر قائم رہ سکتی ہے مگر انہیں سیدنا مغیث رضی اللہ عنہ سے نفرت تھی۔ چنانچہ سیدنا بریرہ رضی اللہ عنہا نے ان

Marfat.com

سے اپنا نکاح فسخ کردیا۔ ان کا شوہر ان کی جدائی کے غم میں بہت پریشان تھا اور گلیوں میں روتا پھرتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغیث کی اس حالت کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اگر تم ان سے رجوع کرلیتیں تو بہتر ہوتا، سیدہ بریرہ نے کہا اے اللہ کے رسول کیا یہ آپ کا حکم ہے؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ میں مغیث کی سفارش کرتا ہوں تو سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے حق کا بھرپور مظاہرہ کیا اور ان سے نکاح نہیں کیا۔ سیدہ خنساء بنت خذام رضی اللہ عنہ کا نکاح ان کے والد محترم نے بچپن میں کردیا تھا مگر جوان ہو کر وہ اس نکاح کو توڑنا چاہتی تھیں وہ شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور سارا واقعہ سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا معاملہ سن کر اس کو نکاح فسخ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ گویا اسلام کسی طرح بھی نکاح میں کوئی سختی نہیں برتتا بلکہ مرد اور عورت کی باہمی رضامندی کا خیال رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ اسلام نے عورت کے عہد کی بھی بڑی احتیاط سے حفاظت فرمائی۔ ایک مرتبہ سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے کسی آدمی کو پناہ دے دی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کی امان کو ناجائز سمجھا اور ان سے جنگ کرنا چاہی' یہ معاملہ دیکھ کر سیدہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور اس واقعہ سے کی آپ کو خبر دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس فرد سے جنگ نہ کرنے کا فرمایا اور مزید فرمایا کہ اے اُم ہانی جس کو تم نے پناہ دی اس کو ہم نے پناہ دی۔ اسی طرح سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے اپنے شوہر کے لئے فتح مکہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ لی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو زندگی کے تمام امور میں دخل انداز ہونے کا حق مرحمت فرمایا۔

اسلام نے عورت کو سب سے زیادہ حقوق دیئے۔ اس کو گھر کی مالکہ بنایا۔ اپنے بچوں کی جنت اس کے قدموں میں رکھ دی۔ اس کو گھر کا سکون اور عزت قرار دیا۔ اسلام میں عورت کا مہر بھی اس کا حق ہے۔ اسلام خواتین کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے جائز حقوق کی خاطر رسم و رواج کی پابند نہ رہیں بلکہ وہ یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے

جو قانون مرتب فرمایا ہے وہ کیا ہے اور کیا وہ اس کی حفاظت کر رہی ہیں کیونکہ اسی میں حقیقی فلاح اور کامرانی ہے۔

عورت ناقص العقل

رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو دین کے معاملات میں ناقص العقل شمار فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا جو بھی حکم ہے وہ ناقابل انحراف ہے آپ ﷺ نے جو فرمایا وہ حد درجہ درست اور صادق ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اس معاملے حدیث مبارکہ اس طرح ہے:۔

ترجمہ۔ یعنی میں نے تم سے زیادہ باوجود نقص العقل الدین ہونے کے مردوں کو مدہوش کر دینے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ ﴿صحیح بخاری﴾

عورتوں نے جب یہ سنا تو رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں گذارش کی کہ اے اللہ کے رسول ہماری عقل اور دین کا نقصان کیا ہے؟ آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا عورت کی شہادت مرد کی نصف شہادت کے برابر نہیں ہے؟ عوروں نے جواب دیا۔ یہ تو ٹھیک! ہے آپ ﷺ نے پھر سوال فرمایا کہ کیا ایام مخصوصہ میں عورتوں کو نماز اور روزہ کی چھوٹ نہیں ہے؟ اور یہی اس بات کی علامت ہے کہ عورت دین کے امور میں ناقص ہے۔ شاہ ولی اللہ نے شرح موطا میں لکھا ہے کہ شریعت نے دو عورتوں کی شہادت کو ایک مرد کے برابر اس لئے کہا ہے کہ عورت کا حافظہ کمزور ہوتا ہے تا کہ وہ ایک دوسری کو واقعات کے بتلانے میں مدد کریں اور ان کی شہادت مکمل ہو جائے۔ آپ ﷺ نے بعض اوقات ایک ہی عورت کی شہادت پر فیصلہ فرما دیا۔

سیدنا عقبہ رضی اللہ عنہ بن حارث فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ایک خاتون سے شادی کا ارادہ کیا تو ایک عورت نے آ کر کہا کہ میں نے بچپن میں تم دونوں کو دودھ پلایا ہے یہ معاملہ نبی ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا جس کو آپ نے درست قرار دیا۔ گویا کہ عورت ہر معاملہ میں ناقص العقل نہیں ہے بلکہ دین کے معاملات میں اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

اس میں خامی ڈال دی ہے' اس لئے یہ مخصوص اوقات میں مخصوص امور کی ادائیگی میں ناقص ہے۔ جبکہ عورت کو تو اللہ جل شانہ نے ایک بڑا مقام عطا فرما رکھا ہے کہ انسان اپنے مدارج انسانیت کی تکمیل کیلئے عورت کا محتاج ہے۔ یہاں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عورت انسانیت کو مکمل کرنے والی مخلوق ہے۔

......☆......

باب 2:

جہاد فی سبیل اللہ

جہاد

جہاد عربی زبان کا لفظ ہے یہ جہد کے مادہ سے بنا ہے، جہد کا مطلب ہے کوشش کرنا، لیکن اصطلاحاً جہاد سے مراد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کو دشمنوں سے خطرہ لاحق ہو اور وہ اسے مٹانے پر تلے ہوئے ہوں اس وقت محض اس نیت سے کفار کے ساتھ قتال کرنا کہ دین حق کی شمع روشن رہے اور اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین اس دنیا میں اپنی اصل حالت میں قائم و دائم رہے۔

دوسرے لفظوں میں جہاد کے معنی کسی کام کے لئے اپنی پوری کوشش اور توانائی خرچ کرنے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے اور دشمن کی طاقت ختم کرنے کے لئے جان و مال، زبان و قلم کی پوری طاقت صرف کر دینا کہ دنیا ایک بار پھر اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کی طرف لوٹ آئے جہاد کہلاتا ہے۔ اس طرح ہر وہ کوشش جو دین اسلام کی سربلندی، دشمنان رب کی سرکوبی کے لئے کی جائے جہاد ہے۔ جہاد صرف اللہ تعالیٰ کے اسم کی سربلندی کے لئے ہی ہوسکتا ہے۔ ہوس ملک گیری، عصبیت، قومیت، اظہار طاقت اور مال و دولت کو جمع کرنے کی خاطر لڑی جانے والی جنگ جہاد نہیں کہلاتی کیونکہ یہ تو کھلم کھلا انسانیت کے خلاف بلکہ یوں کہیں کہ اللہ جل شانہ کے خلاف جنگ ہے۔

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ جہاد کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ

Marfat.com

جہاد کی تین اقسام ہیں:۔

ا۔واضح اور کھلم کھلا دشمن سے لڑائی کرنا۔اس دشمن میں مسلمان قوم کے وجود کو مٹانے والے اور اللہ کے نام کو جھٹلانے والے لوگ شامل ہیں۔

۲۔دوسرے شیطان اور اس کے پیدا کئے ہوئے خیالات کا مقابلہ کرنا۔

۳۔خود اپنے نفس کی ناجائز خواہشات کا مقابلہ کرنا۔یعنی کہ نفس امارہ کے خلاف جنگ جو کہ بہت مشکل ترین جنگ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو چیز بھی اللہ تعالی کی فرمانبرداری کے راستہ میں رکاوٹ ہے اس کی مدافعت جہاد ہے اور یہ رکاوٹ عادتاً نہیں تین اطراف سے ہوتی ہے اس لئے جہاد کی تین اقسام ہوگئیں امام راغب نے یہ تین اقسام بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ ارشاد ربانی ہے''و جاهدوا فی الله حق جهاده ''یعنی کہ جہاد کرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔پورا جہاد تو یہ ہے کہ اس میں جہاد کی تینوں اقسام کو شامل کیا جائے۔

بعض روایات میں نفس کی ناجائز خواہشات کا مقابلہ اسی لئے جہاد قرار پایا ہے کہ یہ بہت مشکل ہے اور اس سے لڑائی کرنا صرف اسلام کی حدود میں رہ کر ہی ممکن ہے۔ قرآن کریم کی کئی آیتوں میں جہاد کے لئے مال خرچ کرنے کو بھی جہاد کہا گیا ہے یعنی کہ تم جہاد کرو اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے۔رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی غازی کو سامان جہاد دے دیا تو اس نے بھی جہاد کیا۔

ایک حدیث میں زبان کے جہاد کو بھی جہاد قرار دیا ہے۔قلم چونکہ ادائے مضمون میں زبان ہی کے حکم میں ہے اس لئے قلمی جہاد دفاع کو بھی علماء امت نے جہاد میں شامل فرمایا ہے۔گویا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں رکاوٹوں کا مقابلہ اور مدافعت کے لئے عام معنی میں استعمال ہوتا ہے۔مگر عرف عام میں جب لفظ جہاد بولا جاتا ہے تو عموماً اس کے معنی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے دشمنوں کے مقابلہ میں جنگ ہی تصور کی جاتی ہے۔ جس کے لئے لفظ قتال یا مقاتلہ استعمال کیا جاتا ہے۔

اسلام کا نظریہ جہاد

جہاد کے حکم سے رب قدوس کا یہ ارادہ نہیں کہ کافروں (اپنے مخالفین) کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اس کا دین دنیا میں غالب رہے۔

''تا کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو'' (بخاری و مسلم)

اسلام کا نظریہ جہاد بنی نوع انسان کو شرک و بت پرستی کے اندھیروں سے نکالنے وقت کے طرز فرعونی، ھامانی اور قارونی طاقتوں کے پنجہ استبداد سے نجات دلائے اور ان کیلئے ایک حسین و مثالی معاشرے کی تعمیر کا بیڑہ اٹھاتا ہے جس میں وہ عزت و احترام امن و سلامتی اور آزادی و اُخوت کے ساتھ زندگی گذار سکیں، چنانچہ اسلام اپنے (مخالفین) کے نفس اور وجود کا دشمن نہیں بلکہ ان کی ایسی شوکت کے خلاف ہے جو اسلام اور اہل اسلام کے لئے خطرے کا باعث ہو۔

اللہ تعالیٰ جہاد کی تیاری کا قرآن کریم میں یوں حکم فرماتے ہیں:۔

(1) اور جہاں تک ہو سکے طاقت سے اور گھوڑوں کے ساتھ تیار رہو تا کہ اس کے ذریعہ تم اللہ تعالیٰ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان کے علاوہ دوسرے اعداء کو خوفزدہ کر دو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ تعالیٰ انہیں جانتا ہے۔ ﴿الانفال ۶۰﴾

تم نکلو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہلکے ہو یا بوجھل اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو اپنے مالوں سے اپنی جانوں۔ ﴿التوبہ ۴۱﴾

لیکن ساتھ ہی اللہ تعالی نے رسول کریم ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ

مت مارو کسی جان جو اللہ تعالیٰ نے منع فرمادی ہے بغیر کسی حق کے

Marfat.com

﴿بنی اسرائیل ۳۳﴾

حدیث نبوی ﷺ ہے:۔

کہ جب تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکل پڑنے کے لئے پکارا جائے تو تم نکل پڑو۔﴿صحیح مسلم﴾

رسول کریم ﷺ انسان کے مقدس خون کی حرمت اس طرح بیان فرماتے ہیں:۔

قیامت کے دن بندے سے سب پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا اور پہلی چیز جس کا فیصلہ لوگوں کے درمیان کیا جائے گا وہ خون کے دعوے ہیں۔﴿حدیث نبویؐ﴾

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''میں نے انسان اور جن کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے اس کو لوٹ مار اور قتل و غارت کے لئے دنیا میں نہیں بھیجا۔''

﴿مفہوم، الذاریات ۵۶﴾

فرضیت جہاد

جب اہل اسلام کفر کی ہرزہ سرائیوں سے تنگ آ کر مکہ سے ہجرت کر گئے تو ہجرت کے دوسرے سال سرور عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی وحی آئی:۔

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ان لوگوں سے قتال کرو جو تم سے قتال کرتے ہیں، لیکن حد سے آگے نہ بڑھو! (البقرہ: ۱۹)

اس وحی الٰہی نے مسلمانوں کے تمام شکوک رفع کر دئے جو مسلمانوں کے دلوں میں کفار کے متعلق تھے۔ اسلامی جہاد کا سلسلہ سنہ ۲ھ سے شروع ہوا۔ اور وقتاً فوقتاً جہاد

Marfat.com

کے اصول وضوابط بھی نازل ہوتے رہے۔ اسلام کے اس رکن اعظم کے لئے عمر وغیرہ کی کوئی قید نہیں بس بوقت ضرورت تمام مسلمانوں پر اپنی استعداد کے مطابق جہاد فرض ہو جاتا ہے اور ہر مسلمان پر زبان وقلم ،فکر ونظر ، ہوش وجذبات ، مال ودولت ۔خوشی وغمی اور دعوت وتبلیغ جس کی وہ استطاعت رکھتا ہے اس پر فرض ہوتا ہے اور اسلام کسی پر تنگی اور جبر ہرگز روا نہیں رکھتا۔

جہاد کی تیاری

دو جنگوں کے درمیان کے عرصہ کو امن کا دور کہا جاتا ہے اور اپنی سپاہ اور گھوڑوں کو اسی درمیانی عرصہ میں تندرست اور بہتر حالت میں تیار کیا جاسکتا ہے ۔قرآن کریم مسلمانوں کو ہر گھڑی باطل سے ٹکرانے کے لئے تیار رہنے کی تلقین کرتے ہوئے اور فرماتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے طاقت سے اور گھوڑوں کے ساتھ تیار رہو، تا کہ اس کے ذریعہ تم اللہ تعالیٰ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان کے علاوہ دوسرے اعداء کو خوفزدہ کردو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ انہیں جانتا ہے ۔بغیر تیاری کے کوئی بھی کام بطریق احسن سرانجام نہیں پاسکتا۔ میدان جنگ میں اللہ تعالیٰ پر یقین ،اسلام کی سربلندی کے لئے لڑنے کا عزم اور تیاری وہوشیاری ہی مرد مومن کے ہتھیاروں میں شامل ہیں۔

جہاد کی نیت

اسلام میں ہر کام کی بنیاد اس کے کرنے والے کی نیت پر ہے اس لئے نماز روزہ ، زکواۃ اور حج سب ہی کی ادائیگی میں نیت کا درست کرنا فرض قرار پایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا واضح ارشاد ہے کہ۔

ترجمہ:۔اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر انسان کو اپنے عمل کے بدلہ میں وہی چیز ملتی ہے جس کی اس نے نیت کی۔

یعنی عبادات کا مکمل ثواب اس کے کرنے والے کو اس وقت ملتا ہے جب اس کی

Marfat.com

نیت پاک اور صاف ہوگی۔اگر اس انسان کی نیت میں خالص اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہوا، دنیاوی مال ومتاع یا جاہ وحشمت راستہ کی ٹھوکر نہ بنے تو یہ عبادت اللہ تعالیٰ کے ہاں منظور ہوگی۔اور اگر نیت میں اخلاص، اللہ تعالیٰ کی رضا، رسول اللہ کی پیروی نہ ہو اور دنیاوی ساز وسامان راستہ کی ٹھوکر بن جائے تو یہ عبادت اللہ تعالیٰ کے ہاں منظور نہیں ہوگی، بلکہ یہ ریا کاری کے زمرہ میں آ کر اس کے لئے ایک بہت بڑا عذاب بن جائے گی۔علماء اور فقہاء نیت کو اسلام کا چوتھا حصہ قرار دیتے ہیں' کیونکہ اسلامی تعلیمات کا زیادہ تر حصہ اسی پر انحصار کرتا ہے۔

وہ عالم جو دنیا کی شہرت اور نام ونمود کے لئے علمی خدمات انجام دیتا ہے۔یا وہ غازی جو جہاد میں شہرت وانعام کی خاطر جانبازی کرتا اور شہید ہوجاتا ہے اور وہ شخص جو نام ونمود کے لئے دینی خدمات میں بڑی فیاضی سے مال خرچ کرتا ہے۔تو ان تینوں کے متعلق حدیث مبارکہ ہے کہ ان کو یہ کہہ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا کہ تو نے جس مقصد کے لئے علم دین کو استعمال کیا یا جس مقصد کے لئے جان دی یا جس مقصد کے لئے مال خرچ کیا وہ مقصد ہم نے تجھے دنیا میں عطا کر دیا، کہ لوگوں میں عالم، ماہر فاضل، عقل مند، دولت مند، ایک عظیم مجاہد اور بہادر ہونے کی شہرت ہم نے تمھیں دنیا میں ہی دے دی۔ تجھے غازی کے لقب سے پکارا گیا بعد از موت تیری قبر پر غازی کی تختی لگوائی گئی، تیری جرأت کے چرچے ہر سو اڑائے گئے۔ تجھے شہید ہونے کے انعامات دنیا میں دئے، تیری شہادت کے ہر سو چرچے کئے گئے، تیری قبر کے تعویذ پر شہید کا نام لکھا گیا، تیرے اہل خانہ کو شہید کا وارث کہا گیا، تجھے مال خرچ کرنے پر بڑا سخی ہونے کا اعزاز دیا گیا، تیری فیاضی کے ڈنکے ہر طرف بجائے گئے، تیری رحم دلی کے ہم نے خوب چرچے کروائے کیونکہ تیری یہی خواہش تھی۔اب اس دنیا میں تیرا کچھ نہیں......اب ہم سے کیا چاہتے ہو......؟ معاذ اللہ۔

جہاد دنیاوی اور اُخروی اعتبار سے بہت زیادہ افضل اور نیک کام ہے اور اسی

Marfat.com

طرح ارکان السام بھی جب نیک ٹھیک ہواور اگر نیت میں شہرت اور ریا کاری کا جذبہ ہوتو ان نمازیوں کے لئے جو دکھاوے کی نمازیں ادا کرتے ہیں' جو محتاج کا کھانا نہیں کھلاتے جو مسکین ،یتیم کے سر پر ہاتھ نہیں رکھتے ہلاکت ہے بوقت جہاد مجاہد کو چاہئے کہ وہ یہ نیت کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ،اسلام کے لئے اور سب سے بڑھ کر مسلمانوں کی حفاظت کے لئے بلکہ دشمنان دین کی سرکوبی کے لئے لڑائی کرنا ہے۔ دنیا کے ثمرات و نتائج اور انعامات بھی اللہ تعالی ان کو عطا فرمائیں گے لہٰذا بوقت جہاد اپنی نیت کو صاف رکھے اور ان دنیاوی چیزوں کے لالچ میں نہ آئے۔

مجاہد کا سامان جنگ

متحارب فوجیں اپنے حریف پر غلبہ پانے کے لئے طرح طرح کے سامان حرب جمع کرتی ہیں۔ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے جنگی داؤ پیچ استعمال کرتے ہیں۔ موجودہ دور میں اس تیاری و ہوشیاری کی کوئی حد نہیں رہی۔ اور اسلام بھی سامان حرب سے لیس ہونے کا حکم دیتا ہے۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے معلوم ہوتا ہے کہ ماضی میں مسلمانوں کے پاس دشمنوں کے مقابلہ میں سامان حرب کم تر ہی رہا لیکن جب میدان جنگ سجا تو میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں رہا ایسا کیوں ہے؟ اور ان کی تعداد بھی کم تھی اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے پاس جذبہ جہاد ،صبر وشکر ،اللہ تعالی کی نصرت وغیبی مدد اور ایمان کامل کے ایٹمی میزائلوں کے وافر مقدار میں اسلحہ خانے موجود تھے جس کی وجہ سے وہ کامیاب ہوئے۔ کسی بھی میدان جنگ میں اگر مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی نصرت وغیبی مدد پر ایمان رکھا ،صبر وشکر کا دامن ہاتھ میں تھام لیا اور اتحاد کی رسی کو مضبوطی سے پکڑا تو یہی ان کے سب سے بڑے ایٹمی میزائل ہیں۔ ان میزائلوں کا دشمن کے پاس ہرگز کوئی توڑ نہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ:۔

(1) اے ایمان والوں مدد مانگو اللہ تعالیٰ سے صبر اور نماز کے ذریعہ سے۔

(2) نیکو کار وہ لوگ ہیں جو تنگ دستی اور بیماری میں اور دشمنوں سے جہاد کے وقت صبر

Marfat.com

کرنے والے یعنی ثابت قدم رہنے والے ہیں یہی لوگ صادقین ہیں اور یہی متقی ہیں۔﴿البقرہ﴾

(3) جہاد میں نکلنے والوں نے کہا اے ہمارے رب عطا کردئے ہم کو صبر اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں کی قوم کے مقابلے پر ہماری مدد فرما۔﴿البقرہ﴾

(4) اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کی کوئی جنگی تدبیر تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی۔﴿ال عمران﴾

(5) بلاشبہ اگر تم نے صبر اور تقویٰ اختیار کیا اور دشمن فوراً ہی تم پر ٹوٹ پڑے تو ہمارا رب پانچ ہزار نشانہ کرنے والے فرشتوں سے تمھاری مدد کرے گا۔﴿ال عمران﴾

(6) اور اگر تم نے صبر اور تقویٰ اختیار کیا تو یہی ہمت کے کام ہیں۔ ﴿آل عمران﴾

(7) اے ایمان والو! صبر کرو یعنی ثابت قدم رہو اور دوسروں کو بھی ثابت قدم رکھو اور دل لگائے رہو، عبادت میں تاکہ تم فلاح وکامیابی حاصل کرلو۔﴿آل عمران﴾

(8) موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو، اور ثابت قدم رہو بلاشبہ زمین اللہ ہی کی ہے، وہ اپنے بندوں میں جس کو چاہے اس کا وارث بنا دے، اور انجام کار کامیابی تقویٰ شعار لوگوں کی ہی ہے۔﴿الاعراف﴾

(9) اور اپنے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کی وجہ سے پورا ہوگیا۔ اور ہم نے فرعون کے اور اس کی قوم کے خودساختہ پُرداختہ کارخانوں کو اور جو کچھ وہ اونچی اونچی عمارات بنواتے تھے سب کو درہم برہم کردیا۔ ﴿الاعراف﴾

(10) اس لئے کہ جو شخص صبر وتقویٰ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکار لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔﴿یوسف ۹۰﴾

ان آیات سے اللہ تعالی اپنے مجاہدین کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، ان طریقوں میں اللہ تعالی نے انسان کے تمام اہم مقاصد خصوصاً جہاد میں اللہ تعالیٰ کی غیبی تائید اور نصرت وامداد حاصل کرنے کا نسخہ بتلایا گیا ہے۔ اس نسخہ میں مشترک چیزیں صبر، تقویٰ

اور نماز ہے، یہی وہ چیزیں ہیں جو مسلمان کے ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کے ساتھ ایمان کی تمام شرائط کو پورا کرتے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی نصرت مسلمانوں پر تمام ہو جاتی ہے۔

جہاد کرنے والوں کے انعامات

جس کام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بار ہا ارشاد فرمایا' نبی ﷺ کی زندگی جس کام سے بھری پڑی ہے اور ہمارے اسلاف نے جس کام میں اپنی زندگیاں قربان کر دیں آخر اللہ تعالیٰ اس کام کے بدلہ میں ہمیں کیا اجر دیں گے؟ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

''یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صفیں باندھ کر لڑتے ہیں گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں''۔
﴿الصّف:4﴾

حدیث نبوی ﷺ میں سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے کہ شہید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سات چیزیں تحفہ میں دی جائیں گی:۔

☆ اس کے خون کے پہلے قطرہ کے ساتھ ہی اسے بخش دیا جائے گا۔

☆ وہ مرنے سے پہلے جنت میں اپنی جگہ دیکھ لے گا اور ایمان کا ذائقہ چکھ لے گا۔

☆ 72 حور عین اس کے نکاح میں دی جائیں گی۔

☆ وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔

☆ وہ حشر کے خوفناک دن محفوظ، مامون اور مطمئن رہے گا۔

☆ اسکے سر پر وقار کا تاج رکھا جائیگا جسکا ایک ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔

Marfat.com

☆ وہ اپنے خاندان میں سے ستر افراد کی شفاعت کر سکے گا۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کی خاطر اپنے گھر سے نکلا پھر اس نے تین انگلیوں، درمیانی انگلی، انگشت شہادت اور انگوٹھے کے ذریعہ اپنی ذات، اپنے ہتھیار اور اپنے گھوڑے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس وقت مجاہدین کہاں ہیں اور مجاہدین کے ساتھ جا ملنے کے لئے کھڑا ہوا' پھر اگر وہ اپنی سواری سے گر کر مر جائے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے بلکہ وہ اپنے بستر پر ہی مر گیا تو بھی اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جو اچانک موت سے مر گیا تو وہ بھی جنت کا مستحق قرار پائے گا''۔

ہجرت کے موقع پر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ دیکھیں سراقہ آ گیا ہے۔ سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا، ہاتھ میں تلوار ہے، گھوڑے پر سوار ہے، بالکل قریب آ رہا ہے، بڑا بہادر ہے اور جب وہ قریب آیا تو نبی ﷺ اتنا فرمایا کہ ''این السراقه؟'' کہاں ہے سراقہ؟ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے چہرہ کا غضب آلود نقشہ اور آپ کی آنکھوں میں شوخی' تو فرمایا ''من این''؟ جب 'این' کہا تو زمین پھٹ گئی اور اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا اور سراقہ تڑپ کر محمد ﷺ کے قدموں میں آ گیا اور کہنے لگا کہ میں آپ ﷺ کی نبوت کو بھی مانتا ہوں اور آپ ﷺ کی حقانیت کو بھی مانتا ہوں۔

یہ نبی ﷺ کی بہادری ہے۔ جب قرآن کی یہ آیت اتری:۔

و اللہ یعصمک من الناس۔

Marfat.com

اے مکرم نبی ﷺ! اب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سیدنا انس رضی اللہ عنہ، سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، یہ صحابہ کرام رضی اللہ علیہم آپ کا پہرہ نہ دیں میرے نبی ﷺ! تیرا پہرہ میں خود دوں گا۔ معلوم ہوا کہ نبی کا محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا

"لیس المؤمن بجبان"

فرمایا جو مؤمن ہوگا وہ بہادر ہوگا۔

نبی ﷺ بہادر تھے، آپ ﷺ کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔

نبی ﷺ غزوہ نجد میں ایک درخت کے نیچے سو رہے ہیں' تلوار لٹکائی ہوئی ہے 'یہودی آتا ہے اور تلوار اٹھا کر کہتا ہے:۔

اے محمد ﷺ! بتا تو جو کہتا ہے اللہ تعالیٰ بچاتا ہے، اب بتا تجھے کون بچائے گا؟ نبی ﷺ نے ننگی تلوار کے نیچے فرمایا اللہ! میرا اللہ مجھے بچائے گا' آپ ﷺ کی آواز میں اتنی گرج تھی کہ اس کافر کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی اور آپ ﷺ نے تلوار اٹھا کر فرمایا کہ اب بتاؤ تم کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ جب اس مشرک نے دیکھا کہ اب تو جان کے لالے پڑ چکے ہیں مگر اس کو یہ بھی معلوم تھا کہ محمد ﷺ ایک حلیم بھائی ہیں اور ایک حلیم بھائی کے بیٹے ہیں آپ ﷺ ایک حلیم اور شریف خاندان کے سپوت ہیں آپ کبھی بھی ایک نہتے انسان پر وار نہیں کریں گے۔ لیکن اس کے باوجود پھر بھی اس کی ٹانگیں کانپ رہیں تھی اور اس نے اسی وقت اسلام قبول کیا اور ملت اسلامیہ کا ایک عظیم رکن بن گیا۔

فلسفہ جہاد

لفظ ''جہاد'' ہماری زبان میں بالکل صحیح مفہوم میں مستعمل ہے عربی زبان کے

Marfat.com

بعض الفاظ ایسے بھی ہیں جو اردو میں آکر اپنے اصل مفہوم کی بجائے دوسرے معنی میں استعمال ہونے لگے ہیں لیکن لفظ ''جہاد'' اردو میں بھی بالکل اسی مفہوم میں استعمال ہوتا ہے جو مفہوم اس کا عربی میں ہے۔ جہاد ایمان کا رکن ہے، اس کو اب آپ اس حوالہ سے اس سمجھیں کہ ایمان کے دو درجے ہیں ایک قانونی ایمان جس کی بنیاد پر ہم دنیا میں ایک دوسرے کو مسلمان سمجھتے ہیں اور اسی کے لئے اصطلاح ہے اسلام۔ اسلام میں ایمان کا ''اقرار باللسان'' والا جزو شامل ہے، یعنی

''اشهد ان لاالهٰ اللّٰہ و اشهدان محمد الرسول اللّٰہ''

کی گواہی اسلام کا پہلا رکن ہے اس کے ساتھ چار ارکان اور شامل کر لیجئے نماز، روزہ، حج اور زکواۃ تو یہ پانچ ارکان ہوگئے جن پر اسلام کی عمارت قائم ہوتی ہے، اب ایمان کے دوسرے جزو ''تصدیق بالقلب'' کو لیجئے جس کا تعلق حقیقی ایمان سے ہے اس کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کو شامل کیجئے تو یہ ایمان کے دو رکن ہیں اور رکن ثانی عمل میں جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

یہ دنیا ایک ایسا گھر ہے کہ جہاں برائی اور بھلائی کی طاقتیں ایک ساتھ پروان چڑھ رہی ہیں۔ یہاں بھلائی کی بھی ترقی کی منازل کی طرف قدم بڑھا رہی ہیں اور برائی کی طاقتیں بھی اپنے ناخداؤں کی قیادت میں اپنے ہوس کو آگ میں دنیا کو لپیٹ رہی ہیں۔ دونوں کو اپنے اپنے طور پر ترقی کرنے اور بڑھنے کے مناسب موقع موجود ہیں، اسی آزادی کی وجہ سے یہ دونوں طاقتیں باہم متصادم رہتی ہیں۔ یہ دونوں طاقتیں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے برابر زور لگاتی رہتی ہیں برائی کی طاقتوں کے پاس مال و اسباب اور ظاہری رکھ رکھاؤ کا سامان موجود ہے جبکہ بھلائی کی طاقتیں ایمان باللہ اور ایمان بالرسول ﷺ کی گرمی سے میدان عمل میں برسر پیکار ہیں۔ اس لئے یہ فطری بات ہے کہ مادہ پرست قومیں اسلام کی راہ کو روکنے میں بضد و متحد ہیں اور حتی الوسع مسلمانوں کی راہ میں رکاوٹوں کے پہاڑ کھڑے کرنے میں مگن ہیں اور کامیاب بھی نظر آتے ہیں

Marfat.com

۔اس دلدل سے نکلنے کے لئے اُمت مسلمہ کا رویہ کیا ہونا چاہیئے ؟اس کے جواب میں اسلام ہدایت دیتا ہے کہ خواہ کسی بھی قسم کی رکاوٹ جو بظاہر یا در پردہ اسلام کو نقصان پہنچا رہی ہو اس کو فوراً ختم کیا جائے' چنانچہ ان رکاوٹوں کو ختم کرنے کی کوشش کو جہاد فی سبیل اللہ کا نام دیا گیا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے کا مفہوم یہ ہوا کہ صرف اللہ تعالیٰ کے دین کی پیروی اور شہادت کا حق ادا کرنے کے لئے وہ سب کچھ کر ڈالا جائے جو اس ناتواں انسان کے دائرہ اختیار میں ہو۔

چنانچہ معلوم ہوا کہ اگر جہاد رک جائے تو ساری قیادت وسعادت کفر کے ہاتھ آجاتی ہے اور فتنہ پھیلنے لگتا ہے۔آج ہم نے بھی جہاد کی روح کو سمجھا ہی نہیں ہم دنیاوی بکھیڑوں میں اس قدر غرق ہو گئے ہیں کہ جہاد کے لئے وقت ہی نہیں ملتا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

> ''اگر تم جہاد کے لئے نہیں نکلو گے تو وہ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گا اور تمہاری جگہ ایک دوسری قوم لا کھڑی کرے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے''۔﴿التوبہ:39﴾

ایسے لوگ جو جہاد سے دور بھاگتے ہیں ان لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

> ''اور جب فرشتے ان کی روح قبض کریں گے اس حالت میں کہ انہوں نے اپنے اوپر ظلم کر رکھا ہو گا وہ ان سے پوچھیں گے کہ تم کہاں تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہم زمین میں مسکین اور مظلوم تھے وہ پھر کہیں گے کہ کیا اللہ تعالیٰ کی زمیں وسیع نہ تھی؟ کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم کا بدترین گڑھا ہو گا''۔﴿النساء﴾

بعض لوگوں کے نزدیک جہاد کا مفہوم یہ ہے کہ صرف لڑائی کے دنوں ہی میں

Marfat.com

میدان جنگ میں شامل ہونے کے عمل کو جہاد کہتے ہیں حالانکہ یہ سراسر غلط ہے اگر جہاد حیات امت اسلامی کے کسی مرحلہ کی عارضی ضرورت ہوتی تو قرآن کریم کے اندر اس کثرت سے تکرار اور تبلیغ کے تحریض کے ساتھ اس کا ذکر اس طرح نہ ہوتا۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اسے عارضی ضرورت کیسے قرار دیا جا سکتا خصوصاً جب کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا بیشتر حصہ پورے جوش وخروش اور سرگرمی کے ساتھ اس پر عمل کرتے گذر گیا ہو اور اگر جہاد کسی مرحلہ کی عارضی ضرورت ہی ہوتا تو رسول اللہ ﷺ قیامت تک پیدا ہونے والے ہر مسلمان کے لئے یہ وصیت چھوڑ کر نہ جاتے کہ:۔

"جو ایسی حالت میں مر گیا کہ اس نے زندگی بھر نہ تو کبھی جہاد کیا اور نہ اس بارہ میں کبھی سوچا ہوگا تو گویا وہ منافقت کی ایک خاصیت کے ساتھ مر گیا"۔

یہی جہاد کی اصلیت اور اس اصل روح ہے، اس روح میں جھانک کر دیکھیں تو صاف نظر آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا منشا امن وسلامتی ہی کے قیام کے لئے تلوار کا استعمال کرنا پڑا لیکن امن و سلامتی کو عام کرنے کے لئے خونریز فتنہ کا خون بہانا پڑا۔ کیونکہ خون کے دھبے اشکوں سے نہیں ،صرف خون کی ندیوں ہی سے دھوئے جا سکتے۔ ظلم واستبداد کا خاتمہ بے کسی و بے بسی اور کمزوری سے نہیں ، طاقت اور قوت ہی سے ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے قرآن حکم میں ارشاد فرمایا ہے!

"اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھر بار چھوڑے، اور جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے انہیں پناہ دی، اور مدد کی، یہی لوگ سچے مومن ہیں" ﴿ (الانفال ۷۴) ﴾

کئی علماء کے نزدیک جہاد "جہد بالضم یا جہد بالفتح سے مشتق ہے" جس کے معنی خوب محنت اور مشقت کے ہیں۔ لغت کی کتب میں جہاد کے لغوی معنی کو اس طرح بیان کیا

گیا ہے:۔

انسان کا اپنی کسی مرغوب ومحبوب چیز کو حاصل کرنے یا ناپسندیدہ چیز سے بچنے کے لئے انتہائی درجہ کی بھرپور کوشش کرنے کا نام ہے۔اس تعریف کی رو سے مسلمانوں کے نزدیک شہادت سب سے مرغوب شے ہے اور ناپسندیدہ چیز اس فانی دنیا کی محبت ہے۔

جہاد اور اہمیت

آج مسلمانوں کی حالت کو دیکھنے والا بڑی آسانی سے یہ اندازہ کرسکتا ہے کہ ان کی سب سے بڑی مصیبت ترک جہاد ہے آج ظالم حاکم زمین کے ہر کونے میں مسلمانوں کی گردن پر سوار ہوئے بیٹھے ہیں کیونکہ کفار کو جہاد کے علاوہ کسی چیز سے خوف محسوس نہیں ہوتا' دراصل ہمارا ایمان حقیقی معنوں میں موجود ہوگا تو جہاد لازماً موجود ہوگا۔

اللہ تعالیٰ تعالی نے فرمایا!

''اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں
گھربار چھوڑے اور جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے انہیں پناہ دی
اور مدد کی یہی لوگ سچے مومن ہیں'' (الانفال ۷۴)

اب یہاں یہ سوال ابھرتا ہے کہ جس بات کے لئے قرآن پاک میں اتنا زور دیا جارہا ہے وہ کیا ہے؟ اس کی ضرورت کیوں پیش آرہی ہے؟

اسلام کے بنیادی اصول لا الہ الااللہ میں اسی نصب العین کو پیش نظر رکھا گیا لا الہ خوف کی منفی قوت کی بیخ کرنے کے اصول کے ساتھ مزین ہے،اور الا اللہ توحید الٰہی یا اللہ تعالی کی ذات بابرکات پر ایمان غیر متزلزل کا نشان ہے مرد مومن اللہ تعالیٰ کے خلاف کسی قوت اور طاقت کو نہ تو قبول کرتا ہے اور نہ ہی الہامی قوتوں کے سامنے کسی

Marfat.com

نصب العین کو معیاری مانتا ہے، اور غیر اللہ کے مقابلہ میں لا الہ الا اللہ کی شمشیر اپنی خودی کی میانوں سے نکال کر اللہ تعالیٰ کے اسم کی سر بلندی کے لئے مٹ جانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

ایک صاحب ایمان خودی کی حیثیت سے مرد حق نہ صرف اللہ تعالیٰ کے سوا تمام قوتوں کو نا قابل ایمان اور نا قابل یقین تصور کرتا ہے بلکہ اس کے خلاف ڈٹ بھی جاتا ہے۔ بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے خلاف کھڑے ہونے والوں کے ہر طرح کے بتوں کو اپنے کلمہ کی شمشیر سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ جہاں کہیں اس مرد حق کو غلامی کی زنجیروں نے جکڑنے کی کوشش کی تو اس کے ایمان غیر متزلزل کے سامنے وہ تمام رکاوٹیں سطحی سی ہو کر رہ گئیں اور وہ خود اپنی بے بسی میں آ کر ٹوٹ گئیں۔ کیونکہ اس کا نعرہ تھا لا الہ ہے، جب یہ نعرہ کسی بھی انسان کے رگ و پے میں سرایت کر جاتا ہے تو وہ ایک کالے کلوٹے حبشی غلام بلال کو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے خطاب سے نواز دیتا ہے۔ یہ نعرہ انسان کی خفیہ طاقتوں کو بیدار کرنے کا باعث ہوتا ہے اور اس کے سوز سے انسانی جوہر میں جو توانائی پیدا ہوتی ہے اس کا مقابلہ آج کی ایٹمی توانائی بھی نہیں کر سکتی۔ لا الہ الا اللہ کی قوت غیر اللہ کی قوتوں کو درہم برہم کر کے انسان کو ایک نئی قوت و شخصیت بخشی ہے اور اس کو ایک نئے انداز میں اپنے دفاع کا موقع فراہم کرتا ہے۔ لا الہ الا اللہ کا اصول ہر انسان کو بدی کی بڑی بڑی طاقتوں کے خوف سے آزاد کرتا ہے اور کسی غیر اللہ چیز کسی قدر اور کسی نصب العین کو انسان کے لئے قابل تسلیم قرار نہیں دیتا بلکہ ان کے ساتھ نعرہ تکبیر بلند کر کے ٹکرا جاتا ہے۔ اور جہاں یہ نعرہ لگایا جاتا ہے وہاں جہاد فی سبیل اللہ کی کامیابی پر یہی نعرہ مہر تصدیق ثبت فرماتا ہے۔

یہ دنیا خیر و شر دونوں کا مسکن ہے۔ یہاں بھلائی کی بھی طاقتیں موجود ہیں اور برائی کی بھی، دونوں کو اپنے اپنے طور پر کام کرنے کی پوری آزادی ملی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دونوں آپس میں ٹکراتی رہتی ہیں اور برائی طاقتوں کے لیے اور ایک دوسرے کو

Marfat.com

نیچا دکھانے کے لئے برابر زور لگاتی رہتی ہیں۔اور برائی طاقتوں کے لیے یہ فطری بات ہے کہ اسلام کی راہ روکی جائے اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان رکاوٹوں کے بارہ میں امت مسلمہ کا رویہ کیا ہونا چاہیئے ؟اس کے جواب میں اسلام ہدایت دیتا ہے کہ خواہ کسی بھی قسم کی رکاوٹ جو بظاہر یا در پردہ اسلام کو نقصان پہنچا رہی ہو تو اس کو فوراً ختم کیا جائے' چنانچہ ان رکاوٹوں کو ختم کرنے کی کوشش کو جہاد فی سبیل اللہ کا نام دیا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے کا مفہوم یہ ہوا کہ صرف اللہ تعالیٰ کے دین کی پیروی اور شہادت کا حق ادا کرنے کے لئے وہ سب کچھ کر ڈالا جائے جو بس میں ہو۔

جہاد کی مصلحت

اللہ تعالیٰ نے اسلام کے تمام امور میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور رکھی ہے۔اسی طرح جہاد صرف دشمنوں کی گردن زنی کا ایک طریقہ ہی نہیں بلکہ اس میں کچھ مصلحتیں بھی ہیں:۔قرآن میں جہاد کے بارہ میں حکم آتا ہے ''کتب علیکم القتال'' تم پر قتال فرض کر دیا گیا ہے۔اس حکم کے پس پردہ دشمن کو ختم کرنا نہیں بلکہ روئے زمین میں فتنہ وفساد کی بیخ کنی کرنا اور شر کو دفع کرنا ہے۔قتال کو فرض کرنے میں یہ مصلحت نظر آتی ہے جس کا اظہار اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یوں فرماتے ہیں:۔

> اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ دفع نہ کرتا تو زمین فساد سے بھر جاتی مگر دنیا والوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے (کہ وہ فساد کے خاتمے کا بڑا احسن انتظام کرتا ہےجہاد کے ذریعہ سے)۔

﴿البقرہ ۲۵۱﴾

یہ حکم اللہ تعالیٰ نے طمع وہوس، بدامنی وفساد کو ختم کرنے کے لئے ہی نہیں دیا بلکہ دوسرے تمام مظلوم افراد کی اعانت وحمائت کا حکم دیا گیا ہے اور تاکید فرمائی گئی ہے کہ کمزوروں اور بے بسوں کو ظالموں کے پنجہ سے نجات دلائی جائے۔

Marfat.com

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

”تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان کمزور مردوں عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے، جو کہتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں اس بستی سے نکال دے جہاں کے لوگ بڑے ظالم ہیں۔اور ہمارے لئے اپنی طرف سے ایک محافظ و مددگار مقرر فرما۔“

دراصل اسلام نے نظریہ جنگ کو تبدیل کر کے انسانیت پر بہت بڑا احسان کیا ہے کیونکہ سابقہ نظریہ معصیت پر مبنی تھا لیکن جب دنیا میں اس سے بڑی معصیت پھیل گئی ہو اور سرکش لوگوں نے خلق خدا کو مٹانے کے لئے ہتھیار سنبھال لئے ہوں تو پھر اس ظلم و تشدد کو ختم کرنا صرف ضروری ہی نہیں بلکہ فرض ہو جاتا ہے۔یہ دین اسلام تو سراسر سلامتی کا دین ہے اور یہ باطل ادیان کے نظریات سے ٹکراتا رہتا ہے مگر غلبہ اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے۔قرآن فرماتا ہے:۔

وہی اللہ ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو ہدائت اور دین کے ساتھ تا کہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دے اگرچہ مشرکوں کو یہ ناگوار کیوں نہ ہو۔ ﴿الصف۔۹﴾

اسلام قتال کی فوراً اجازت نہیں دیتا بلکہ پہلے اسلام کے قبول کرنے کا مناسب موقع پیش کرتا ہے اور اگر پھر باطل قوتیں اسلام کی حقانیت کو قبول نہ کریں تو اسلام ڈٹ جانے کا حکم دیتا ہے۔قرآن فرماتا ہے:۔

پس جو تمہارے خلاف زیادتی کا مرتکب ہو تم بھی اس کو اسی زیادتی کے بقدر جتنی اس نے تمہارے ساتھ کی ہے بدلہ لو۔ ﴿البقرہ ۱۹۴﴾

تم سبھی مل کر مشرکین سے اس طرح لڑو جس طرح وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں ﴿التوبہ ۳۶﴾

Marfat.com

اے ایمان والو اپنے قریب والے کافروں سے جنگ کرو اور چاہیے کہ وہ تم میں سے اپنے لئے سختی محسوس کریں۔ ﴿التوبہ ۱۲۳﴾

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کافروں اور منافقوں کے خلاف جہاد کرو اور ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرو۔ ﴿ التحریم ۹﴾

اگر تم ان کو لڑائی میں پاؤ تو انہیں ایسی سزا دو کہ جو لوگ انکے پس پردہ ہیں وہ ان کو دیکھ بھاگ جائیں، عجب نہیں کہ ان کو اس سے عبرت ہو۔ ﴿الانفال ۵۷﴾

☆ جب تم کافروں سے تمہارا آمنا سامنا ہو جائے تو ان کی گردنیں اڑا دو یہاں تک کہ جب ان کو خوب ختم کر چکو تو ان کو مضبوطی سے قید کرلو پھر اس کے بعد یا تو احسان دکھ کر یا کچھ مال لے کر چھوڑ دو یہاں تک کہ لڑائی کے ہتھیار پھینک دے۔ ﴿محمد ۴﴾

اقسام جہاد

یوں تو جہاد کی بہت سی اقسام بتائی جاسکتی ہیں۔ ان اقسام میں سے ایک قسم میں کھلے دشمن کا مقابلہ کرنا، دوسرے شیطانی مکروفریب سے خلاصی حاصل کرنے کی کوشش کرنا اور تیسرا نفس امارہ کی ناجائز خواہشات کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا اس کے خلاف ہر طرح کی قوت اکٹھی کر کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہونا جہاد کی اقسام میں سے ہیں۔ مگر دور حاضر میں جہاد کی مندرجہ ذیل دو اقسام زیادہ مستعمل ہیں۔

۱۔ اپنے نفس کیخلاف جہاد۔

۲۔ دشمن کے خلاف جہاد۔

1: اپنے نفس کے خلاف جہاد

اس کی تشریح بڑی آسان ہے کہ اپنے آپ کو اسلام کے احکامات کا عامل بنانا اور یہ اسی وقت ہوگا جب ان احکامات، امر ونواہی کو اللہ تعالیٰ اور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کے مطابق عمل میں لایا جائے۔

2: دشمن کے خلاف جہاد

پھر دشمن کے خلاف جہاد کے چار ذرائع ہیں

ا۔ جہاد بالقلم۔

۲۔ جہاد بالمال۔

۳۔ جہاد باللسان۔

۴۔ جہاد بالنفس۔

قرآن پاک میں جہاد کی دو صریح اقسام بیان کی گئی ہیں ☆ جہاد بالنفس ☆ جہاد بالمال

جہاد بالنفس

جان کے ذریعہ جہاد کرنا یہ ہے کہ حق کی حمایت کے لئے ہر قسم کی جسمانی تکالیف اٹھائی جائیں یہاں تک کہ اپنی جان جوکھوں میں ڈال دینے، آگ میں جلائے جانے، سولی پر لٹکائے جانے، نیزے میں وغیرہ چھد جانے اور تلوار سے کٹ جانے کے لئے آمادہ ہو جانا جہاد بالنفس کے زمرہ میں آتا ہے اور یہی امر اسلام کیلئے عظیم ہے۔

جہاد بالمال

مال سے جہاد کرنا یہ ہے کہ حق کو کامیاب اور سر بلند کرنے کے لئے اپنی ہر ملکیت کو قربان، اپنی ہر دولت کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لٹانے کا مصمم ارادہ اور اپنے ہر سرمایہ کو

Marfat.com

وقف کرنے کے لئے تیار رہنا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مشرکین کے خلاف جہاد کرو اپنے مالوں سے اپنی جانوں سے اور اپنی زبانوں سے۔ مال کا جہاد تو یہ ہے کہ جہاد کے کاموں میں مال صرف کیا جائے اور زبان کا جہاد یہ ہے کہ لوگوں کو جہاد کی طرف بلایا جائے۔ ان کو جہاد کرنے پر آمادہ کیا جائے ان کے سامنے جہاد کے احکام بتلائے جائیں اپنی گفتگو اور تقریر سے دشمن کو مرعوب کرے اور ایسی نظمیں جن سے مسلمانوں میں جذبہ جہاد قوی ہو یا جن سے دشمنوں کی تذلیل ہو وہ بھی اسی جہاد میں شامل ہیں۔ جیسے سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جو شعراء صحابہ میں سے ہیں ان کی نظمیں جو مشرکین مکہ کے مقابلے میں کہی گئی ہیں ان کو جہاد قرار دیا گیا ہے اور قلم سے لکھنا بھی زبان سے بولنے کے قائم مقام ہونے کے سبب اسی حکم میں ہے۔ ﴿ابوداؤد، نسائی﴾

جہاد میں مال خرچ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ ثواب رکھا ہے۔ سید الصفاء ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ یعنی جہاد میں کچھ مال خرچ کرتا ہے تو وہ سات سو گنا لکھا جاتا ہے، یعنی ایک روپیہ خرچ کرے تو سات سو روپیہ کا ثواب اس کے حصہ میں لکھا جائے گا۔ ﴿ترمذی﴾

دوسری جگہ پر فرمایا گیا کہ جس شخص نے جہاد کے لئے کچھ کیا مگر جہاد میں نہیں گیا اس کو ایک درہم پر سات سو درہم کے برابر ثواب ملے گا۔ جس نے خود جہاد کیا اور اپنا مال بھی خرچ کیا تو اس کے لئے ایک درہم کا ثواب سات لاکھ درہم کے برابر ہوگا۔ ایک اور جگہ پر فرمایا گیا کہ سب سے افضل صدقہ جہاد کے لئے کوئی غلام خرید کر دینا ہے یا مجاہدین پر سایہ کرنے کے لئے کوئی خیمہ بطور رعائت کے لئے دے دینا ہے۔ ﴿ترمذی، النسائی۔﴾

Marfat.com

ترک جہاد اور اس کا وبال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے نہ کبھی جہاد کی اور نہ اپنے دل ہی میں جہاد کا ارادہ کیا وہ ایک قسم کے نفاق پر مرے گا۔ دوسری جگہ پر فرمایا گیا کہ جس شخص نے نہ کبھی جہاد کیا نہ کسی مجاہد کو سامان جہاد دیا اور نہ کبھی کسی مجاہد کو فی سبیل اللہ کی یہ خدمت انجام دی کہ اس کے اہل وعیال کی نگرانی بلا کسی غرض دنیوی کے پوری طرح کی تو قیامت سے پہلے پہلے اللہ تعالی اس پر عذاب نازل فرمائیں گے۔ ﴿ابوداؤد﴾

یہاں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جہاد کرنا ہر ایک مسلمان پر فرض ہے اور یہ بات بھی عیاں کر دی گئی ہے کہ کسی نہ کسی طرح جہاد میں حصہ لیا جائے اگر محاذ پر جا کر لڑنے کی طاقت نہیں تو مجاہدین کو سامان فراہم کرنے میں حصہ لے اور یہ بھی نہ ہو سکے تو مجاہدین کے اہل وعیال کی خدمت خالص اللہ کے لئے دینوی اغراض سے پاک ہو کر کرے اور جو لوگ جہاد کے کسی کام میں حصہ نہ لیں وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور مصائب کو دعوت دیتے ہیں۔

سید الصفا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ جو شخص قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح حاضر ہو گا کہ اس کے بدن پر کوئی نشان جہاد نہ ہو گا تو وہ ایک عیب کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملے گا۔ ﴿ابن ماجہ وترمذی﴾

چنانچہ معلوم ہوا کہ اگر جہاد رک جائے تو ساری قیادت وسعادت کفر کے ہاتھ آ جاتی ہے اور فتنہ پھیلنے لگتا ہے۔ آج بھی ہم نے جہاد کی روح کو سمجھا ہی نہیں ہم دنیاوی بکھیڑوں میں اس قدر غرق ہو گئے ہیں کہ جہاد کے لئے وقت ہی نہیں ملتا ارشاد خداوندی ہے:

"اگر تم جہاد کے لئے نہیں نکلو گے تو وہ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلاء کر دے گا اور تمہاری جگہ ایک دوسری قوم لا کھڑی کرے گا اور تم

اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔(التوبہ:۳۹)

بعض اہل فکر یہ کہتے ہیں کہ دردناک عذاب سے مراد دنیا میں یہ ہے کہ مسلمانوں کے دشمن مسلمانوں پر مسلط کر دیئے جائیں گے اور آخرت میں ان کو درزخ میں ڈالا جائے گا یہ بات طے شدہ ہے کہ جو قومیں جہاد ترک کر دیتی ہیں وہ تباہ و برباد ہو جاتی ہیں ان کے دلوں پہ اللہ تعالیٰ دشمن کا خوف طاری کر دیتا ہے اور وہ مختلف حیلے بہانے بنا کر جہاد کا راستہ اختیار نہیں کرتیں جب کہ وہ مسلمانوں پر ظلم وستم ہوتا دیکھ رہے ہوتی ہیں مگر ان کی دادرسی کو نہیں پہنچتیں ایسے لوگ جو جہاد سے دور بھاگتے ہیں ان لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"اور جب فرشتے ان کی روحیں قبض کریں گے اسی حالت میں کہ انہوں نے اپنے اوپر ظلم کر رکھا ہوگا وہ ان سے پوچھیں گے کہ تم کہاں تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہم زمین میں مسکین اور مظلوم تھے وہ پھر کہیں گے کہ کیا خدا کی زمیں وسیع نہ تھی؟ کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم کا بدترین گڑھا ہوگا"۔
(النسآء)

بعض لوگوں کے نزدیک جہاد کا مفہوم یہ ہے کہ یہ صرف اور صرف جنگ کے دنوں ہی میں میدان جنگ میں ایک عمل کو جہاد کہتے ہیں حالانکہ یہ سراسر غلط ہے اگر جہاد حیات امت اسلامی کے کسی مرحلے کی عارضی ضرورت ہوتی تو قرآن کے اندر اس کثرت سے تکرار اور تبلیغ کے تحریض کے ساتھ اس کا ذکر یوں ہر پارے میں نہ ہوتا اور اسے عارضی ضرورت کیسے قرار دیا جا سکتا خصوصاً جب کہ رسول اللہ کی زندگی کا بیشتر حصہ پورے جوش وخروش اور سرگرمی کے ساتھ اس پر عمل کرتے گزر گیا ہو اور اگر جہاد کسی مرحلے کی عارضی ضرورت ہی ہوتا تو رسول اللہ قیامت تک پیدا ہونے والے ہر مسلمان کے لئے یہ وصیت چھوڑ کر نہ جاتے کہ:۔

Marfat.com

''جو ایسی حالت میں مر گیا کہ اس نے زندگی بھر نہ تو کبھی جنگ کی ہوگی نہ اس بارے میں کبھی سوچا ہوگا تو گویا وہ منافقت کی ایک خاصیت کے ساتھ مر گیا''۔

ترک جہاد کے وبال سے متعلق اللہ تعالیٰ سید الصفاء ﷺ سے فرماتے ہیں:۔

آپ اے محمد کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ دادا، تمہارے بیٹے تمھارے بھائی، تمہاری عورتیں، تمھارے کنبے اور خاندان وہ مال جو تم نے کمائے اور وہ تجارت جس کی کساد بازاری کا تمہیں ڈر ہے اور وہ مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر تم انتظار کرو تا کہ اللہ تعالیٰ اپنا امر لے آئے، اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں کرتا۔ ﴿التوبہ ۲۴﴾

اللہ کے راستہ میں نکلنے کا یہ حکم اس قدر اہم ہے کہ اس پر عمل پیرا ہونے اور اس سے روگردانی کی صورت میں قرآن کریم میں عذاب الیم سے دوچار ہونے کی خبر دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اگر تم اس کی راہ میں نہ نکلے تو وہ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا اور تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو اٹھائے گا۔ ﴿التوبہ۔۳۹﴾

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب تم پر دوسری قومیں اس طرح ٹوٹ پڑیں جس طرح تم کھانے کے برتن لینے کے لئے ٹوٹ پڑتے ہو۔ ثوبان نے عرض

کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں اے اللہ کے رسول کیا ہماری یہ حالت قلت تعداد کی وجہ سے ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں تعداد میں تو تم زیادہ ہو گے لیکن تمہارے اندر کمزوری پڑ جائے گی۔ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول کمزوری سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے دل میں دنیا کی محبت بیٹھ جائے گی اور تم جہاد سے موںہہ موڑ لو گے۔ ﴿سنن ابی داؤد، مسند احمد﴾

جہاد کے انسانی زندگی پر اثرات

جہاد مومنین میں بہادری و سرفروشی کے جذبات کو پروان چڑھاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مومن کو اپنی تمام متاع حیات کو قربان کرنے کے لئے تیار کرتا ہے۔

اسلام اپنے ماننے والوں میں جہاد کے ذریعہ استقامت و ثابت قدمی کی روش اپنانے کیلئے تربیت فراہم کرتا ہے۔ یہ انسان کے عزت نفس اور اس کی خوداری کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ کیونکہ مجاہد اپنی عزت نفس کو برقرار رکھتے ہوئے باطل طاقتوں سے ٹکرا جاتا ہے اور اپنی خودداری و عزت نفس کو مجروح نہیں ہونے دیتا۔

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو بہت سی ذمہ داریاں سونپ رکھی ہیں۔ ان ذمہ داریوں کو وہ مومن بطریق احسن سرانجام دیتا ہے اور یہ جہاد ہی ہے جو انسان میں احساس ذمہ داری کا جذبہ موجزن کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں یہ بات ودیعت کر رکھی ہے کہ جب وہ اپنی نظروں سے کوئی غلط کام ہوتا ہوا دیکھتا ہے تو وہ اس کو روکنے کی کوشش کرتا ہے، بعض اوقات ایسا کرنا جھگڑا اور کی وجہ بنتا ہے جبکہ اسلام مسلمانوں کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ ان کو اسلام کی بھٹی سے فساد کر ضبط نفس کی برابر تربیت کرتا ہے اور یوں ایک مومن اپنے نفس پر کنٹرول کر لیتا ہے اور وہی کام کرتا ہے جس کی اسلام اجازت دیتا ہے۔

Marfat.com

سے ایک مومن کے دل میں اُخروی فلاح کا جذبہ موجزن ہے اور یہی جذبہ رضائے الٰہی کا حصول بن جاتا ہے۔

جہاد انسان کو ایسے مقام پر پہنچا دیتا ہے جہاں وہ اللہ تعالیٰ کے اسم کی سربلندی کو اپنا فرض منصبی تصور کرتا ہے۔ اسلام فساد کے خاتمہ اور بھائی چارہ پر مبنی معاشرہ کی تشکیل کا خواہاں ہے اور اپنے ماننے والوں کو بھی اس بات کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ اطاعتِ امیر جیسے سنہری اصولوں کی نہ صرف تلقین کرتا ہے بلکہ ان کو مناسب حد تک خود کو آزمانے کا موقع بھی فراہم کرتا ہے۔

جہاد سے مظلوم کی دادرسی، نظام الٰہی کے نفاذ اور معاشرتی امن وسکون کی تربیت میسر آتی ہے۔ اور جہاد کو اگر معاشرتی حسن کا سنگھار کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

اس بات کو سمجھ لینے سے وہ اصل مسئلہ حل ہو جاتا ہے کہ آیا جہاد فرض کفایہ ہے یا فرض عین۔ ہمارے ذہنوں میں یہ تصور بھی قائم ہوگیا کہ یہ فرض کفایہ ہے' فرض عین وہ ہوتا ہے جو ہر آن فرض ہو جیسے نماز فرض عین ہے۔

اس وقت امت مسلمہ کی یہی سب سے بڑی خرابی ہے حالانکہ جہاد ہر دور میں کسی نہ کسی صورت میں زندہ رہا ہے' آج ہمارے اندر دراڑیں پڑ چکی ہیں جو ہم کو جہاد جیسے عظیم کام سے روک رہی ہیں' آج بھی ہم متحد ہو جائیں اور جہاد کا راستہ اختیار کر لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے بدترین سے بدترین دشمنوں کو پاؤں تلے نہ روند ڈالیں۔

یاد رکھیں جب تک کسی قوم کی اجتماعی سوچ ایک نہ ہوگی تو اس وقت تک وہ قوم کسی بھی کام میں کامرانیاں حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ جہاں نفاق ہوگا وہاں سے رحمت الٰہی رخصت ہو جاتی ہے۔

ہماری تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ہمارے اسلاف نے کبھی بھی جہاد ترک نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود مجاہدین کے سب سے بڑے سردار تھے جب بھی جنگ کا بازار

Marfat.com

گرم ہوتا اور صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے دفاع کی خاطر ان کے گرد حصار باندھنے کی کوشش کرتے تو آپ سیدنا ﷺ کو دشمن سے سب سے زیادہ قریب پاتے یہاں پر جہاد کی اہمیت کے حوالے سے رسول اللہ کی حیات طیبہ کے ایک پہلو کی جھلک دیکھتے ہیں۔

نبی ﷺ کے کل غزوات کی تعداد 27 ہے اور وہ جنگیں جن میں آپ ﷺ نے باقاعدہ خود حصہ لیا 9 ہیں اس طرح آپ ﷺ اپنے 23 سالہ دور نبوت میں بلکہ یوں کہیے کہ 13 سالہ دور مدینہ میں 27 مرتبہ میدان جنگ میں نکلتے ہیں اور 47 سرایا بھیجتے ہیں تو اسلام اور جہاد کا آپس میں تعلق اور اس کی ضرورت صاف واضح ہوتی ہے۔ حساب لگایا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ دو ماہ میں نبی ﷺ کوئی نہ کوئی سریہ بھیجتے تھے یا خود جنگ کے لئے نکلتے تھے اور ان کے اسی طریقہ پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم چلتے رہے حقیقت میں آسمانوں سے اترتا ہوا قرآن اس نسل کی تربیت کر رہا تھا انہیں جہاد کا حکم دے رہا تھا اور انہیں دنیا میں غرق ہو جانے سے ایسے ہی بچا رہا تھا جیسے ہم میں سے کوئی اپنے ''سانپ کے کاٹے دوست'' کو پانی سے بچاتا ہے۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ جنگ کے لئے نکلے حالانکہ ان کی ایک آنکھ پہلے ہی جنگ کی نذر ہو چکی تھی ان سے کہا گیا کہ آپ معذور ہیں آپ آرام کیجئے نکلنے کو اور بہت سے لوگ موجود ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ نہیں اللہ تعالیٰ نے خفیف اور ثقیل ہر شخص کو نکلنے کے لیے کہا ہے اگر میں جنگ نہیں کر سکتا تو کیا ہوا مسلمانوں کے گروہ میں اضافہ کا سبب ہی بنوں گا اور ان کے پیچھے ان کے سامان کی حفاظت کروں گا' یہ ہے شوق جہاد۔ وہ لوگ جہاد کی فضیلت و اہمیت کو سمجھتے تھے ان کو یقین تھا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ نے کہا بے شک وہ سچ ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں نے بارہا قلیل تعداد تھوڑے ساز و سامان اور کم ہتھیاروں کے ساتھ اپنی بے پناہ قوت ایمانی جذبہ جہاد اور جفاکشی کے باعث بڑی بڑی طاقتوں پہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے فتح حاصل کی اور آج بھی ایسا ہونا ممکن ہے۔

Marfat.com

دشمنان حق کے مقابلہ میں دعوتی اور فکری جہاد کرنے والوں کی جب اللہ تعالیٰ بڑی طاقتوں پر مدد فرماتا ہے تو ان لوگوں کی وہ کیسے مدد نہیں کرے گا جو اس کے دین کے لئے اپنی آخری پونجی بھی نثار کر دینے کے لئے میدان میں اتر آتے ہیں' چنانچہ وہ ایسے لوگوں کو اپنا مددگار ہی نہیں بلکہ اپنا محبوب بھی ٹھہراتا ہے۔ اب انسان خود سوچ لے کہ جس انسان کو کائنات کی سب سے بڑی بلند و برتر ہستی محبوب قرار دے رہی ہے وہ عظیم الشان ہستی اپنے محبوب کی خاطر اپنے محبوب کی خوشی کے لئے اپنے محبوب کے آرام کے لئے کیا کچھ نہیں کر سکتا' یقیناً اللہ تعالیٰ سب چیزوں پر قادر ہے۔

جہاد کی صورتیں

دشمن کے خلاف جہاد کی دو صورتیں ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ا۔ دفاعی جہاد۔ ۲۔اقدامی جہاد۔

دفاعی جہاد

جہاد کی اس قسم سے مراد یہ ہے کہ اگر کفار میں سے کوئی گروہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو تو تم اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرو جہاد کی اس قسم کے بارہ میں اللہ جل شانہ اس طرح فرماتے ہیں۔

ترجمہ:۔اور قتال کرو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی مت کرو' تحقیق اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔﴿البقرہ:۱۹۰﴾

دوسری جگہ قرآن مجید فرماتا ہے۔

ترجمہ:۔مسلمانوں کو ان کافروں سے جہاد و قتال کی اجازت دی گئی ہے جو کافر مسلمانوں سے لڑتے ہیں اس وجہ سے کہ مسلمان ستم رسیدہ ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد پر قادر ہے یہ مسلمان

Marfat.com

اپنے گھروں سے بلاوجہ نکالے گئے سوائے اس کے کوئی وجہ نہ تھی کہ
وہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار ایک اللہ ہے۔﴿الحج:۳۹۔﴾

یعنی اپنے ملک پر حملہ کرنے والے کفار سے دفاعی جنگ لڑنا یہ اہم ترین فریضہ ہے اور یہ فریضہ قرآن مجید کے احکامات کی روشنی میں اس وقت جہاد عین فرض ہوتا ہے۔

☆ جب کفار مسلمانوں کے کسی شہر، گاؤں یا بستی پر حملہ کریں یا قبضہ کر لیں۔
☆ جب کفار مسلمانوں کے کچھ آدمیوں کو گرفتار کر لیں۔
☆ ایک مسلمان عورت اگر گرفتار ہو جائے تو اسے کافروں سے نجات دلانا تمام عالم اسلام پر فرض ہو جاتا ہے۔
☆ جب امام پوری قوم یا پھر کچھ افراد کو جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دے۔
☆ جب مسلمانوں اور کفار کی افواج آمنے سامنے آجائیں اور جنگ شروع ہو جائے۔

﴿(نہایۃ المحتاج ص ۵۸ ج ۸)﴾

اقدامی جہاد

اس جہاد سے مراد یہ ہے کہ جب کفر کی قوت اور شان وشوکت سے اسلام کی آزادی کو خطرہ ہو تو ایسی حالت میں اسلام اپنے پیروکاروں کی یہ حکم دیتا ہے کہ تم دشمنان اسلام پر جارحانہ حملہ کرو، کیونکہ جب دشمن کی طرف سے خطرہ ہو تو احتیاط اور حفظ ماتقدم کے طور پر ایسا کرنا ہی بہتر ہے، اس طرح اسلام اور مسلمان اہل کفر کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

مسلمانوں کا مقصد صرف یہ ہی ہونا چاہئے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر ظلم نہ ڈھائے، کوئی طاقت اور قوت ان کو ان کے سچے دین سے نہ ہٹا سکے اور کوئی طاقت قانون خدا کے نفاذ میں رکاوٹ نہ بن سکے۔ اس سلسلہ میں عقل وفہم وفراست کا تقاضا یہی ہے کہ خطرہ کے پیش آنے سے پہلے ہی خطرے کا سدباب کر دیا جائے۔ اس انتظار میں رہنا کہ جب دشمن حملہ کرے گا اس کا جواب دیا جائے گا تو یہ سوچ بڑی خطرناک ہے

Marfat.com

اور اس سے نقصان زیادہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے جنگلی جانور کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی اس کا تدارک کرنا عقل مندی ہے۔ کفار سے اس حد تک لڑو کہ اسلام غالب آ جائے اور کفر کی مغلوبیت کا احتمال باقی نہ رہے۔ اور یہ احتمال کس طرح ختم ہو سکتا ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔

(1) اول تو یہ ہے کہ کفار مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیں۔ مسلمانوں کو جزیہ دیں اور اسلامی حکومت کے زیر سایہ بن کر رہیں۔

(2) دوم یہ کہ وہ مسلمانوں سے پر امن معاہدہ کریں اور اس معاہدہ کی پابندی بھی کریں۔

(3) سوم یہ کہ وہ مسلمانوں کی پناہ میں آ جائیں۔ اس طرح کے لوگوں سے اسلام لڑائی کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

اسم الٰہی کی سربلندی

اسلام میں محض دنیاوی مال ومتاع اور صرف مادی اغراض ومقاصد کے حصول کے لئے اقدامی جہاد کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ ان چیزوں کو ضمنی طور پر ان فوائد میں شمار کیا گیا ہے جو جہاد کے نتیجہ میں غالب آنے والے مسلمانوں کو حاصل ہوتے ہیں مگر صرف انہیں بنیاد بنا کر جہاد کرنے کو اسلام نے گوارا نہیں کیا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دیہاتی آدمی نے آ کر عرض کیا:۔

”اے اللہ کے رسول! ایک شخص مال غنیمت کے لئے لڑتا ہے، ایک شخص نام کے لئے لڑتا ہے اور ایک شخص ریاکاری کے لئے لڑتا ہے ان میں سے جہاد فی سبیل اللہ کا مصداق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے لڑتا ہے اس کی لڑائی فی سبیل اللہ ہے“۔ ﴿صحیح بخاری﴾

Marfat.com

ایک مسلمان شخص اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا اور کہا:۔

''اگر کوئی شخص جہاد کا ارادہ رکھتا ہو اور اس کے ذریعہ دنیا کا مال و متاع بھی حاصل کرنا چاہتا ہو تو اس کے بارہ میں کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''لا اجر له'' اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی اجر نہیں۔

جب لوگوں نے اس آدمی سے نبی ﷺ کا یہ ارشاد مبارک سنا تو وہ بڑے حیران ہوئے اور اسے کہنے لگے کہ تم اللہ کے رسول ﷺ سے یہی سوال دوبارہ کرو کیونکہ ممکن ہے کہ تم پہلے اپنے سوال کو واضح نہ کر سکے ہو چنانچہ اس نے دوبارہ اللہ کے رسول ﷺ سے یہی سوال کیا' تو آپ ﷺ نے وہی جواب دیا۔ اس نے تیسری مرتبہ بارہ یہی سوال کیا تو پھر بھی آپ ﷺ نے یہی جواب دیا''۔ ﴿سنن ابو داود﴾

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جہاد کا مقصد صرف اور صرف اللہ کے نام کی سربلندی ہے۔

انسداد فتنہ

اللہ تعالیٰ کی زمین کو فتنہ و فساد سے پاک کرنا ''اور ان سے (دشمنوں) لڑو یہاں تک کہ فتنہ (فساد) نہ رہے ﴿البقرہ﴾

اللہ تعالیٰ ﷺ نے بحیثیت سپہ سالار مقاصد جنگ کے تعین کے ساتھ ہی طریق جنگ میں بھی تغیر برپا کیا اور اس کیلئے اہل قتال اور غیر اہل قتال کی اصطلاح بتائی اور فرمایا ''غیر اہل قتال وہ ہیں جو عقلاً اور عرفاً (یعنی عام طور پر) جنگ میں حصہ نہیں لیتے مثلاً عورتیں (علاوہ ان کے جو باقاعدہ لڑنے والی ہوں) بچے، بوڑھے اور بیمار، نبی ﷺ نے ان لوگوں کے قتل کرنے یا نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دی۔ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم میدان جنگ میں دشمن کی ایک عورت کی لاش پڑی دیکھی تو ناراض ہو کر فرمایا ''یہ تو لڑنے والوں میں شامل نہ تھی اور آئندہ کیلئے حکم فرما دیا کہ کوئی شخص عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہیں کریگا۔ ﴿مسلم﴾

آگ سے احتراز

دشمن کو آگ میں جلانا، آپ ﷺ نے دشمن کو آگ میں جلانے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ آگ کا عذاب دینا سوائے آگ کے پیدا کرنے والے کے کسی کیلئے جائز نہیں ہے۔

قتل عام اور آتش زنی، عام لوگوں کو قتل کرنے اور عام املاک کو آگ لگانے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا۔ اسلام نے اس بات کی اجازت نہیں دی کہ دشمن کو آگ میں جلا کر انتہائی وحشیانہ طریقہ سے قتل کیا جائے کیونکہ اسلام سے پہلے غیر مسلموں کے ہاں شدت انتقام میں دشمن کو وحشیانہ طریقہ سے قتل کرنا اور آگ لگا کر اس کے مرنے کے نظارے سے خوش ہونے کا حیوانی مادہ پایا جاتا تھا اور دور حاضر میں ایسی مثالیں دیکھنے اور سننے کو ملتی ہیں مگر اسلام ایسے وحشیانہ فعل کو حرام قرار دیتا ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ شکر کی روانگی سے پہلے فرمایا کہ: ''اگر تمہیں فلاں فلاں مل جائیں تو انہیں آگ لگا دینا' پھر جب ہم نے روانگی کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں کو جلا دینا لیکن آگ ایک ایسی چیز ہے جس کی سزا صرف اللہ تعالی ہی دے سکتا ہے' اس لئے اگر وہ تمہیں ملیں تو انہیں قتل کرنا اور آگ میں نہ جلانا''۔ ﴿صحیح بخاری﴾

دشمن کی بے حرمتی

دور جاہلیت میں فاتح قوم کے افراد جوش انتقام میں شکست خوردہ قوم کی لاشوں

Marfat.com

کی بے حرمتی کرتے، لاشوں پر گھوڑے دوڑاتے، ان کا مثلہ کرتے، اعضاء کاٹ کر ہار بناتے اور گلے میں ڈال کر ناچتے، کودتے حتی کہ مقتولین کی کھوپڑیوں میں شراب پیتے اور انتقام کی آگ ٹھنڈی کرتے تھے مگر اسلام نے ایسی تمام اخلاق سوز حرکتوں پر پابندی لگاتے ہوئے دشمن کی لاشوں کی بے حرمتی ہی سے منع فرمادیا۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''نبی اکرم ﷺ نے لوٹ مار اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے''۔

عورتوں کا احترام

دور جاہلیت میں فاتحین جوش انتقام میں مفتوح قوم کی عورتوں کی بے دریغ عصمت دری کو اپنا حق سمجھتے تھے مگر اسلام نے اس سلسلہ میں بھی اسی طرح حدود وقیود اور اصول وضوابط مقرر کئے ہیں جس طرح لوٹ مار روکنے کے لئے مال غنیمت کے اصول و ضوابط مقرر کئے ہیں مثلاً سب سے پہلے تو یہی بات قابل غور ہے کہ دشمن قوم کی کسی عورت کی عصمت دری اسلام کی نگاہ میں اسی طرح جرم ہے جس طرح کہ عام حالات میں یہ جرم عظیم ہے، پھر اگر دشمن قوم مسلمان ہو جائے تو ان کے تمام حقوق وفرائض اسی طرح قابل تعمیل ہیں جس طرح کہ عام مسلمانوں کے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے جنگ کے اصول جو بتلائے تھے ان میں ایک یہ تھا کہ عورتوں کو قتل نہ کیا جائے۔ دوران جنگ ایک صحابی کی تلوار ایک نوجوان پر اٹھی ابھی سر کے قریب ہی پہنچی تھی کہ اس نے چیخ ماردی۔ آواز نسوانی تھی، لباس مردانہ تھا۔ کام مردانہ تھا، آواز سے معلوم ہوا کہ یہ عورت ہے تو صحابی نے تلوار اسی وقت روک لی اور کہا کہ ہمارے نبی ﷺ نے عورتوں کے قتل سے منع فرمایا ہے۔ یہ الفاظ کہے اور دوسری طرف ہو گئے۔

اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اگر اس عورت کو قتل کر دیا جاتا تو اعتراض نہ بنتا تھا اس لئے کہ وہ بھی برابر کی جنگ میں شریک تھی مگر صد آفرین ہے صحابی

پر کہ اس نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ فرمان نبوی پر عمل کیا، اور عورت کے مقام کو مزید دوبالا کر دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مسلمان اس کو کہتے ہیں کہ جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ اور رسول کا مطیع کر دے اپنی من مانی نہ کرے۔

عبادت خانوں کا احترام

دور جاہلیت میں عبادت خانوں کی پامالی کی واضح مثالیں ملتی ہیں اور دور حاضر میں بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ فاتح قوم عام طور پر دشمن قوم کے عبادت خانوں کی حرمت پامال کرتے ہوئے انہیں گھوڑوں کے اصطبل یا شراب اور جوا خانوں میں بدل دیتی ہے مگر اسلام عبادت خانوں کی اس طرح حرمت پامال کرنے کی اجازت نہیں دیتا قطع نظر اس سے کہ وہ کسی دین و مذہب کے معبد ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> ”اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے آپس میں ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو عبادت خانے اور گرجے اور مساجد اور یہودیوں کے معبد اور وہ مساجد بھی سب ڈھائے جا چکے ہوتے جہاں اللہ تعالیٰ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے“۔ ﴿الحج: 40۔﴾

املاک کی تباہی

فصلوں اور باغات کو تباہ کرنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا' البتہ جنگی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے درختوں کو کاٹنے کی اجازت دی۔ بغیر ضرورت کے کبھی کسی جھاڑی کو بھی نہ کاٹا گیا۔ غزوۂ خندق میں جو کھجور کے درخت کاٹے گئے وہ سارے کے سارے نکھٹو تھے اور دشمن کے شب خون اور اس کی ہرزہ سرائیوں سے بچنے کے لئے ان درختوں کی کا صاف کرنا لازمی تھا۔ اس کے علاوہ اسلامی لشکر نے کہیں بھی جا کر درخت وغیرہ نہیں کاٹے۔

Marfat.com

لاشوں کا مثلہ

دور جاہلیت میں جنگوں کا وحشیانہ اصول تھا کہ مقتولین کے لاشوں کا مثلہ کر کے بے حرمتی کی جاتی اور غیظ و غضب کی آگ بجھائی جاتی مگر اسلام نے لاشوں کی بے حرمتی کرنے اور اعضاء کی قطع و برید کرنے سے منع کر کے اس وحشیانہ فعل کا خاتمہ کر دیا۔ مثلہ کی حرمت کے متعلق چند احادیث یہ ہیں:۔

۱۔ ''اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جہاد کرو، اور کافروں کے ساتھ لڑو۔ جہاد کرو لیکن خیانت نہ کرو، دھوکہ بازی نہ کرو، مثلہ نہ کرو اور بچوں کو قتل نہ کرو''۔ ﴿صحیح مسلم﴾

۲۔ ''اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ نکلو اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کافروں کے ساتھ لڑائی کرو، غدر نہ کرو، خیانت نہ کرو، مثلہ نہ کرو، بچوں اور زاہدوں کو قتل نہ کرو''۔ ﴿مسند احمد﴾

۳۔ ''اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جہاد کے لئے نکلو اور کافروں کے ساتھ لڑائی کرو مگر مثلہ نہ کرو''۔ ﴿ابن ماجہ﴾

قیدیوں سے سلوک

دشمن کے قیدیوں کو بھوک، پیاس کی تکلیف دینے سے بھی آپ ﷺ نے منع فرمایا۔ جنگ بدر کے قیدیوں کو آپ ﷺ نے اپنے سپاہیوں کے ساتھ کھانا کھلایا۔ ان میں سے اکثر کو اس عہد پر رہا کر دیا کہ آئندہ وہ جنگ میں حصہ نہیں لیں گے اور باقیوں کو مسلمان بچوں کا اتالیق مقرر فرمایا۔ اسی طرح غزوہ حنین کے چھ ہزار قیدیوں کو آپ ﷺ نے نہ صرف چھوڑ دیا بلکہ انہیں کپڑوں کے چھ ہزار سوٹ بھی دیئے۔ اسیران جنگ کے متعلق اسلام کا قانون یہ ہے کہ اختتام جنگ پر یا تو بغیر فدیہ کے انہیں رہا کر دیا جاتا یا فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ اگر یہ صورت بھی نہ ہو تو پھر قید میں رکھ کر ان سے نیک

سلوک کیا جائے۔

جان کی حفاظت

انسانی تمدن کی بنیاد جس قانون پر قائم ہے اس کی سب سے پہلی شق یہ ہے کہ انسان کی جان کا احترام کیا جائے۔ اسلام تو جانوروں سے بھی حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم دیتا ہے وہ انسان کے ناحق خون کی اجازت ہرگز نہیں دیتا مگر جب انسانیت کو خطرہ ہوتا ہے تو اسلام قتال و جہاد فی سبیل اللہ کا حکم جاری فرما دیتا ہے۔ مگر پھر بھی مجاہدین اسلام کو ایک ایسے قانون میں جکڑ دیا جاتا ہے کہ وہ انسان کی حرمت کا پورا پورا خیال رکھیں۔ اسلام نے احترام نفس کی ایسی مؤثر تعلیم دی ہے جو کسی دوسرے مذاہب میں موجود نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛۔

> جس نے کسی کی بغیر عذر کے جان لی تو گویا اس نے کسی تمام انسانوں کا خون کیا اور جس نے کسی کی جان بچائی تو گویا اس نے تمام انسانوں کی جان بچائی۔ ﴿المائدہ ۳۲﴾

کئی اور مقامات پر انسانی جان کو ہلاک نہ کرنے اور اس کی حفاظت کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قتل نفس انسانی کو اشراک باللہ کے ساتھ ہے دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روز قیامت حقوق العباد کے حوالہ سے سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائیگا وہ خون کے دعوے کا ہوگا۔ گویا کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو انسانی خون کی حرمت کے ایسے شکنجہ میں جکڑ دیا ہے جس سے مسلمان کے لئے فرار ممکن نہیں۔

مال کی حفاظت

اسلام بنیادی طور پر مال جمع کرنے کی بجائے اس کو تمام قوم میں تقسیم کا خواہاں ہے۔ جس طرح انسان کے جسم میں ایک جگہ پر خون جمع ہو جائے تو وہاں کینسر جیسی مہلک

Marfat.com

مرض کا انسان کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔اس بیماری سے اس وقت تک چھٹکارا ممکن نہیں ہوتا جب تک کہ اس جگہ کا آپریشن نہ کرلیا جائے اسی طرح دولت بھی جب ایک جگہ پر جمع ہو جائے گی تو یہ کینسر کی شکل اختیار کرلیتی ہے اور معاشرتی خوبیوں کو ختم کر دیتی ہے اور اسی لئے اسلام نے دولت کی تقسیم کا نظریہ پیش کیا ہے۔

بہر حال جب مومنوں کے مال کو دشمنوں سے خطرہ ہوتو اس کے خلاف جہاد کرنے کا حکم ہے، اسلام فضول خرچی اور اسراف کا سختی سے نوٹس لیتا ہے اور یہی وہ عناصر ہیں جو دولت کی افراط وتفریط کے موجب ہیں۔

نظریات کی حفاظت

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔اس کے تمام اصول اور ضوابط بھی مکمل اور نا قابل تحریف ہیں اس کے تمام اصول تمام انسانوں کی زندگیوں پر حاوی ہیں۔اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو انسان کے تمام اقوال وافعال میں درستی کا خواہاں ہے۔یعنی یہ صرف زبان سے کلمہ طیبہ ادا کرنے والے کو مسلمان نہیں کہتا بلکہ اس پر عمل کرنے اور اسلام کے اصولوں ونظریات پر مکمل ایمان رکھنے والے کو مسلمان کا نام دیتا ہے۔یوں اسلام چند ایسے نظریات رائج کرتا ہے جن کا سہارا لے کر تمام بنی نوع انسان کی فلاح کے کام سرانجام دئے جاتے ہیں۔اسلام کے اتنے عالم گیر اور روشن خیال ہونے کے باوجود بھی اگر کوئی اس کے نظریات کی حفاظت نہیں کرتا تو قرآن پاک اس کے بارہ میں حکم فرماتا ہے کہ:

اے ایمان والو اگر تم کافروں کی پیروی کرو گے تو وہ تمہیں ایڑیوں کے بل پھیر دیں گے یعنی تم کو پھر سے کافر بنا دیں گے۔

اگر ایک انسان مسلمان ہو کر کافر بن جائے تو اس کے لئے بہت بڑے خسارے کا سودا ہے اور وہ قابل قتل قرار پاتا ہے۔اسلام کا یہی حکم اسلام کے نظریہ کی حفاظت کرتا

Marfat.com

ہے کہ انسان کو اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے قول و فعل کے تضاد کو ہر صورت میں ختم کرے۔ بصورت دیگر اس کے خلاف جہاد کا اعلان کرنا ایک معمول کا کام بن جائے گا۔

رازوں کی حفاظت

ہر انسان اور قوم کی زندگیوں میں چند ایسی باتیں ہوتی ہیں جن کی حفاظت کرنا اس انسان اور قوم کے لئے بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ ان لازمی باتوں کو راز بھی کہا جاتا ہے۔ جب تک ایک بات پوشیدہ رہے گی اقوام ہے اور جب کہ یہ بات عوام کے سامنے آجائے گی تو وہ راز نہ رہے گی۔ اقوام کے راز بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں اگر ان رازوں کو ختم کر دیا جائے تو ہر طرف انتشار اور بربادی کا دور دورہ ہو جائیے مسلمانوں کے راز بہت قیمتی ہوتے ہیں کیونکہ ان میں دشمن ممالک کے خلاف کارروائی بھی شامل ہوتی ہے اگر اس کارروائی کا دشمن ملک کو قبل از وقت علم پر جائے تو لڑائی کا اچانک پن جاتا رہتا ہے۔

اسلامی حکومت میں نومسلم اور غیر مسلم لوگ بھی رہتے ہیں اور ضروری نہیں کہ وہ تمام لوگ مسلم حکومت کا ساتھ دیں اس لئے اپنے تمام رازوں کی حفاظت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ اور تم میں انکی طرف سے سننے والے بھی موجود ہیں اور اللہ تعالی ظالموں کو خوب جانتا ہے اس لئے تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے تمام رازوں کی حفاظت کریں۔

جن سے لڑائی جائز نہیں

اسلام نے غیر مقاتلین سے لڑنے اور انہیں قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ غیر مقاتلین سے مراد وہ لوگ ہیں جو لڑنے کے لئے نہ خود میدان میں آئیں اور نہ ہی دیگر لڑنے والوں کی مدد کریں۔ اسلام نے ان سے لڑنے اور انہیں قتل کرنے کی اجازت نہیں دی جیسا کہ احادیث گذر چکی ہیں۔

فضائل جہاد

اسلام میں سب سے زیادہ اہمیت والا جو عمل ہے اس کو جہاد کہتے ہیں۔ قرآن پاک میں متعدد بار اس عمل کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جہاد کے لیے اس لیے فرماتے ہیں۔

اے ایمان والو کیا میں تمہیں ایسی تجارت نہ بتادوں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلا دے۔ وہ تجارت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آؤ اور اس کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھو! ﴿ الصف۔١٠،١١ ﴾

ایک اور مقام پر مجاہدوں اور فارغ رہنے والوں کے درمیانی فرق کو اس طرح واضح کیا گیا ہے:۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے مجاہدین کو گھر میں بیٹھے رہنے والوں پر ایک گونہ فضیلت عطا فرمائی ہے۔ ﴿ النساء ٩٥ ﴾

اللہ تعالیٰ مجاہدوں کے اموال کا خریدار بن رہا ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کے مال اور جان جنت کے بدلہ میں خرید لئے ہیں یہ لوگ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں۔ مارتے بھی ہیں اور مارے بھی جاتے ہیں۔ ﴿ التوبہ ١١١۔ ﴾

سرور کونین ﷺ کے فرمودات و ارشادات سے جہاد کے فضائل کا تذکرہ اس

Marfat.com

طرح ہوتا ہے۔

1۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنا سب سے افضل ہے۔ ﴿صحیح بخاری﴾

2۔ دو دعائیں رد نہیں ہوتیں۔ ایک اذان کے وقت کی دعا اور دوسرے میدان جنگ میں مجاہد کی دعا جب فوجیں آپس میں معرکہ آراء ہوں۔ ﴿ابوداؤد﴾

3۔ جس نے مجاہد کے گھر والوں کی خبر گیری کی تو اس نے بھی جہاد کیا۔ ﴿صحیح بخاری﴾

4۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جہاد کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص مسلسل روزے رکھتا رہے اور رات بھر تہجد کی نماز اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہے نہ کسی دن روزہ میں سستی کرے، اور نہ کسی رات نماز میں اور مجاہد کو یہ فضیلت اس وقت تک برابر حاصل رہے گی جب تک کہ اپنے گھر نہ آجائے۔

5۔ دوسرے مقام پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

ایک صحابی ایک پہاڑی درے میں ایک چشمہ پر پہنچے، چشمہ میٹھا اور صاف دیکھ کر ان کو پسند آیا اور دل میں کہا کہ یہ جگہ عبادت کیلئے بہت اچھی ہے میں لوگوں سے الگ ہو کر یہیں قیام کرلوں جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس خیال کا آپ سے ذکر کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسا مت کرو اس لئے کہ ایک شخص کا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کھڑا ہونا اپنے گھر میں رہ کر ستر سال کی نماز سے بہتر ہے کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے اور تمہیں جنت میں داخل کرے، جاؤ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، جو شخص تھوڑی دیر بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ ﴿صحیح ترمذی﴾

6۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہاد سے واپسی کے سفر میں بھی وہی ثواب ملتا ہے جو جہاد کے لئے جانے کے وقت ملتا ہے۔ ﴿ابوداؤد﴾

Marfat.com

7۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے دروازے تلواروں کے سائے میں ہیں یہ سن کر ایک خستہ حال آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے ابوموسیٰ کیا نبی ﷺ کا یہ ارشاد تم نے خود سنا ہے، انہوں نے فرمایا کہ ہاں، چنانچہ یہ شخص فوراً اپنے ساتھیوں کے پاس واپس چلا گیا ان کو آخری سلام کیا اور اپنی تلوار کی میان توڑ کر پھینک دی، ننگی تلوار کے لر دشمن پر ٹوٹ پڑا اور مسلسل لڑتا رہا، یہاں تک کہ شہید کر دیا گیا۔ ﴿صحیح مسلم﴾

8۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے سامنے وہ تین آدمی پیش کیے گئے جو سب سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ ان میں سے نمبر پر شہید دوسرے نمبر پر متقی اور تیسرے نمبر پر وہ غلام جس نے اپنے آقا کی خدمت بھی خوب کی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی دل کھول کر کی۔ ﴿ترمذی﴾

9۔ نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ عبادت میں سب سے افضل کون سا عمل ہے؟ فرمایا کہ طویل قیام، پھر سوال کیا گیا کہ صدقہ کونسا افضل ہے؟، آپ نے فرمایا مفلس آدمی جو اپنی مزدوری میں سے خرچ کرے۔ پھر سوال کیا گیا کہ ہجرت کونسی افضل ہے؟ فرمایا کہ جس میں ہر اس چیز کو چھوڑ دے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو۔ پھر سوال ہوا کہ جہاد کونسا سب سے افضل ہے؟ جو آپ نے فرمایا کہ جو اپنی جان مال کے ساتھ مشرکین سے کیا جائے۔ سوال کیا گیا کہ کونسا قتل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس میں مجاہد کا اپنا بھی خون بہا اور اس کے گھوڑے کا بھی خون بہا اور وہ مر گیا۔ ﴿ابوداؤد﴾

10۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص دشمن کی طرف ایک تیر چلائے گا اللہ تعالیٰ اس کا بھی درجہ بلند کر دے گا۔

11 رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک صبح کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلنا اور ایک شام کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلنا ساری دنیا اور اس کی تمام دولتوں اور نعمتوں سے افضل ہے۔

Marfat.com

دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے بھی جہاد کی اہمیت کو اس طرح اجاگر کیا:۔

جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک ہے۔ جس نے اس کو چھوڑا تو اللہ تعالی اس کو ذلت کا لباس پہناتا ہے اور اس پر رسوائی مسلط کر دیتا ہے۔ ﴿قول سیدنا علی رضی اللہ عنہ﴾

جو قوم راہ حق میں جہاد کو چھوڑ دیتی ہے تو اللہ تعالی اس کو ذلیل کر دیتا ہے۔ ﴿قول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ﴾

12۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اصل کام اسلام ہے اور اسلام کا عمود جس پر جس پر اس کی تعمیر قائم ہے نماز اور اس کا اصل جہاد ہے۔ ﴿ترمذی﴾

اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمانوں کی عزت وقوت جہاد پر موقوف ہے جب وہ جہاد چھوڑ دیں گے ذلیل اور کمزور ہو جائیں گے۔

مندرجہ بالا امور سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ جہاد ایک لازمی امر ہے اس کے بغیر مسلمان قوم کا وجود نا مکمل ہے۔

اچھا عمل

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ اعمال کے بارہ میں پوچھا کہ اچھا عمل کونسا ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وقت پر نماز ادا کرنا، میں نے پوچھا کہ اس کے بعد کیا کرنا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ والدین سے حسن سلوک کرنا۔ میں نے پوچھا کہ اس کے بعد کیا کرنا بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بعد جہاد کرنا سب سے بہتر ہے۔ اس کے بعد میں نے سوال نہیں کیئے ورنہ آپ ﷺ میرے سوالات کے جوابات اسی احسن انداز میں دیتے رہتے'' (بخاری)

عورتوں کا افضل جہاد

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ نے کہ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد افضل اعمال میں سے ہے پھر ہم بھی کیوں نہ جہاد کریں؟ نبی ﷺ نے فرمایا لیکن سب سے افضل جہاد مقبول حج ہے (خاص طور سے عورتوں کے لئے)۔ ﴿صحیح بخاری﴾

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتیں ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے جہاد کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا جہاد حج ہے۔ ﴿صحیح بخاری﴾

جہاد کا نعم البدل

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سے روایت ہے کہ ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں کہ جو جہاد کے برابر ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایسا کوئی عمل نہیں جانتا جو جہاد کے برابر ہو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اتنا کر سکتے ہو کہ جب مجاہد گھر سے جہاد کے لئے نکلے تو تم اپنی مسجد میں آ کر نماز ادا کرنا شروع کر دو اور نماز پڑھتے رہو درمیان میں سستی نہ دکھاؤ اور اس کے ساتھ روزے رکھنے شروع کر دو اور روزے نہ چھوڑو۔ اس صحابی نے درخواست کی کہ اتنا عمل کیسے ممکن ہے؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجاہد کا گھوڑا جب چرتے وقت اپنی رسی میں بندھا ہو چلتا پھرتا ہے تو اس پر بھی اس کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ ﴿صحیح بخاری﴾

دعا

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے، نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ کا وعدہ ہے کہ اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ خواہ اس نے اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کیا یا نہیں۔ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کی ہم لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں دو درجات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستہ میں جہاد کرنے والوں کے لئے تیار کرر کھے ہیں۔ ان درجات میں اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان اور زمین میں ہے۔ اس لئے جب اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہو تو فردوس مانگو وہ جنت کا سب سے درمیانی درجہ ہے۔ اور فرمایا کہ جنت کے سب سے بلند درجے پر کہ اس کے ساتھ ہی رحمٰن کریم کا عرش پاک ہے اور یہاں سے ہی جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔ ﴿صحیح بخاری﴾

جہاد کا صلہ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کوئی بھی دوبارہ یہاں (اس دنیا میں) آنا پسند نہیں کرے گا لیکن شہید اس سے مستثنیٰ ہے کہ جب وہ شہادت کی فضیلت کو دیکھے گا تو چاہے گا کہ دنیا میں دوبارہ آئے اور پھر قتل ہو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں۔ میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک صبح یا ایک شام بھی گزار دینا دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔ اور کسی کے لئے جنت میں ایک ہاتھ جگہ بھی یا ایک قید جگہ سے مراد کوڑا ہے۔ دنیا و مافیھا سے بہتر ہے۔ اور اگر جنت کی کوئی عورت زمین کی طرف جھانک بھی لے تو زمین و آسمان اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ منور ہو جائیں اور خوشبو سے معطر ہو جائیں اس کے سر کا دوپٹہ بھی دنیا و مافیھا سے بڑھ کر ہے۔ ﴿صحیح بخاری﴾

جفاکشی

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ احد کی لڑائی میں مسلمانوں کی حفاظتی گارڈ رسول کریم ﷺ کے پاس سے منتشر ہو گئی انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ام المومنین سیدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ اور سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ یہ (اپنی شلوار اوپر کئے) ہوئے تھیں، جس کی

وجہ سے ان کی پنڈلی بھی نظر آ رہی تھی (جیسا کہ کسی کام کو مستعدی سے کرنے کے لئے پائینچے اوپر کر لئے جاتے ہیں) اور تیز چلنے کی وجہ سے مشکیزہ سے پانی چھلکاتی ہوئی لے جا رہی تھیں۔ اس معرکہ میں خواتین اپنے گھڑے پشت سے ادھر ادھر کرتی جا رہیں تھیں اور امت مسلمہ کو اس سے پانی پلاتیں تھیں جب مشکیزے خالی ہو جاتے تو ان کو واپس جا کر پھر بھر کر لاتیں اور قوم کو پلاتی تھیں۔ ﴿صحیح بخاری﴾

مرہم پٹی

سیدہ ربیع رضی اللہ عنہ بنت معوذ بیان کرتی ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شریک ہوئی تھیں مسلمان زخمیوں کو پانی پلاتی اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور جو لوگ شہید ہو جاتے تو ان کو مدینہ اٹھا کر لائی تھیں۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث ہے میں بھی سیدنا ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوے میں شریک ہوئی تھیں، مسلمانوں کو پانی پلاتی، ان کی خدمت کرتی اور زخمیوں اور شہیدوں کو مدینہ منتقل کرتی تھیں۔ ﴿صحیح بخاری جلد دوم۔﴾

دریائی سفر

سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ بن اسود عنسی سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ رضی اللہ عنہ اس وقت ساحل حمص پر قیام پذیر تھے ایک ہی مکان میں آپ اور آپ کی زوجہ محترمہ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا مقیم تھیں۔ عمیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ام حرام رضی اللہ عنہ نے ہم سے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بیان کی کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ میرے گھر آئے تھے میں نے ان سے سنا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو دریائی سفر کر کے غزوہ کے لئے جائے گا تو اس نے اپنے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت واجب کر لی۔ سیدہ اُم حرام رضی

اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں تم بھی ان کے ساتھ ہوگی۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلا لشکر میری امت کا جو قیصر کے شہر پر چڑھائی کرے گا ان کی مغفرت ہوگی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں بھی ان میں ہوں گی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ ﴿صحیح بخاری﴾

والدین کا حق

انسان خواہ کتنا ہی بڑا ہو جائے وہ اپنے والدین کا حق ادا نہیں کرسکتا تاہم ان کے وفات کے بعد اولاد ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں سے بخشش و مغفرت کی دعا کرسکتی ان کی جانب سے حج ادا کرسکتی ہے۔

ایک مرتبہ ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت آیا اور اس نے آپ ﷺ سے جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں میرے والدین زندہ ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ اور ان کی خدمت کرو۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے آپ سے جہاد میں شرکت کرنے کی اجازت چاہی، آپ نے فرمایا کہ کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں، آپ نے فرمایا کہ ان کو خوش رکھا کر۔ ﴿صحیح بخاری﴾

بچوں اور عورتوں سے سلوک

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہ ایک غزوہ میں ایک عورت لڑائی میں آکر ہلاک ہوگئی اور اس پر سے رسول اللہ ﷺ کا گذر ہوا تو آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔ ﴿صحیح بخاری﴾

Marfat.com

جہاد کے فوائد وثمرات

انسان کی انفرادی اور معاشرتی وحیوانی خواہشات کی تکمیل کے لئے جو نظام اسلام نے دنیا کو دیا ہے اس سے بہتر کسی دوسرے مذہب نے پیش نہیں کیا۔ انسانی زندگی کی حفاظت کے لئے اللہ تعالی نے جہاد جیسی نعمت کو اتارا ہے۔ جہاد اگرچہ ارکان اسلام میں شامل نہیں لیکن پھر بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ معاشرتی زندگی کی معراج ہے۔ اس کے گوناگوں فوائد وثمرات ہیں۔

☆ جہاد اعلائے کلمۃ اللہ کا ذریعہ ہے۔
☆ جہاد سے دنیائے اسلام کو سرفرازی وبلندی میسر آتی ہے۔
☆ جہاد کے ذریعہ کفر پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔
☆ جہاد شرک وبت پرستی کا جڑ سے خاتمہ کر دیتا ہے۔
☆ جہاد ظلم وجبر اور فسق وفجور کی راہ روکتا ہے۔
☆ جہاد سے ظلم کے خاتمہ کی سے معاشرہ میں امن وسکون اور ہم آہنگی کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔
☆ جہاد ظالم سے ظلم کا بدلہ لیتا ہے۔
☆ جہاد مظلوم کی دادرسی کا ذریعہ ہے۔
☆ جہاد نظام الٰہی کے نفاذ کا اعلان ہے۔
☆ جہاد مومنوں میں سرفروشی، جرأت وبہادری اور دلداری جیسے جذبات کا موجد بنتا ہے۔
☆ جہاد میں مومن اپنے کمانڈر کی اطاعت کر کے ایک حاکم کی سچی اطاعت کا نمونہ پیش کرتا ہے۔
☆ جہاد سے حاصل کردہ مال غنیمت سے مومنوں کی مالی واقتصادی حالت میں بہتری آتی ہے۔

Marfat.com

☆ جہاد اسلامی فوجوں میں جرائت اور طاقتوں کی نشو ونما کرتا ہے۔

☆ جہاد حصول رضائے الٰہی کا ایک بہانہ ہے بلکہ یہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر مر مٹنے کے لئے تیار کرتا ہے۔

آداب جہاد

جس طرح سرور کونین ﷺ نے زندگی کے ہر شعبہ میں آدمیت کے لئے مثالی نمونہ پیش کیا، اسی طرح جنگی امور میں بھی مجاہدین کے لئے چند اصول واضع فرمائے جو کہ درج ذیل ہیں۔

☆ جہاد کی ہر کارروائی کو اللہ تبارک وتعالی جل شانہ کے مبارک نام سے شروع کرو!

☆ غرور وتکبر سے بچو!

☆ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی سختی سے پیروی کرو!۔

☆ مقابلہ کے وقت دشمن کی کسی بات سے غصہ میں نہ آجاؤ بلکہ صبر وتحمل سے کام لو اور آپس کے فروعی مسائل سے دور رہو!

☆ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کا ورد کرو اور کسی لمحہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ رہو، جس کے لئے جان لٹانے چلے ہو اس سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ رہو۔

ارشاد باری تعالی ہے۔

ترجمہ۔اے ایمان والو! جب کافروں کی جماعت سے تمھارا مقابلہ ہو تو ان امور کو مدنظر رکھو، ثابت قدم رہو اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تا کہ اس کے نام کی برکت سے تم کامیاب ہو جاؤ اور ہر امر میں اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔ آپس میں لڑائی جھگڑا نہ کرو اس سے تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی تم صبر کرو اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور ان کافر لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اتراتے اور

دکھلاتے ہوئے نکلے وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکنا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا محیط ہے۔ ﴿الانفال، ۴۵ تا ۴۷۔﴾

اپنی کثرت اور ساز و سامان پر نہ اتراؤ ارشاد باری تعالی ہے۔

ترجمہ:۔ پس تحقیق ہے اللہ تعالیٰ نے بہت میدانوں میں تمھاری مدد کی اور حنین کے دن جب تمھاری کثرت نے تم کو خود پسندی میں مبتلا کر دیا تو تم کو تمھاری کثرت ذرہ برابر کام نہ آئی۔ اور زمین باوجود وسیع ہونے کے تم پر تنگ ہوگئی۔ پھر تم پشت پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے سکون اور طمانیت کو اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اور ایسے لشکر اتارے جن کو تم نہیں دیکھتے تھے اور کافروں کو سزا دی، اور یہی سزا ہے کافروں کی۔ ﴿التوبہ ۲۵، ۲۶۔﴾

اور جب جہاد کے لئے سواری پر سوار ہونا چاہو تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو کہ اس نے تمھارے لیے کس کس طرح کے سواری والے جانور پیدا فرمائے۔ سواری پر سوار ہونے سے پہلے پڑھو۔

ترجمہ:۔ پاک ہے وہ ذات جس نے ان جانوروں کو ہماری سواری کے لئے مسخر کر دیا، ورنہ ہم میں اس کی طاقت نہ تھی اور تحقیق ہم سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ﴿الزخرف: ۱۳﴾

دوران سفر ہر لحہ اللہ تعالی کی کبریائی بیان کرتے رہو، اسی کی تعریف بیان کرو، اسی سے مدد مانگو وہ ہر طرح کی مدد پر قادر ہے۔ فتح و نصرت حاصل کرلو تو اس کامیابی پر مت اتراؤ۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عطا ہے۔ اس نے تو صرف اپنے رحم و کرم سے تم کو یہ فتح عطا فرمائی۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد سے واپس تشریف لاتے تو ہمیشہ اللہ جل شانہ کی حمد فرماتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ الفاظ ادا کرتے۔

Marfat.com

لاآله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو
على كل شئى قدير ا ئبون تائبون عابدون ساجدون
سائحون لربنا حامدون صدق الله وعده و نصر عبده و
هزم الاحزاب وحده ﴿بخاری، مسلم، ترمذی، سنن نسائی﴾

سامان عیش ونشاط، باجا گاجا اور کتا وغیرہ لشکر کے ساتھ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ جہاں یہ مکروہ چیزیں ہوں تو وہاں اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے نہیں ہوتے۔ ﴿صحیح مسلم عن ابی ہریرۃ﴾

جہاد سے جی چرانے والوں کا انجام

مسلمانوں کے لئے یہ امر ہرگز مناسب نہیں کہ وہ جہاد سے جی چرائیں۔ باطل کو اس کے حال پر چھوڑنا خودکشی کے مترادف ہے۔

غزوہ تبوک کے موقع پر کئی صحابہ گرمی سے مرغوب ہوگئے اور جہاد سے ٹھٹھک گئے۔ ان میں منافقین تو تھے ہی مگر کئی مسلمان بھی ان میں شامل ہوگئے۔ ان کے لیے واسطے اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہوا:۔

ترجمہ:۔ پیچھے رہ جانے والے لوگ رسول اللہ ﷺ کے خلاف اپنے بیٹھے رہنے پر خوش ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرنا ناپسند کیا اور انہوں نے کہہ دیا کہ اس گرمی میں مت نکلو!۔ (اے محمد ﷺ) کہہ دیجیے کہ دوزخ کی آگ بہت سخت گرم ہے۔ کاش کہ وہ سمجھنے والے ہوتے۔ ﴿التوبہ۔۸۱﴾۔

وہ تمام لوگ جو غزوہ تبوک میں لڑائی میں حاضر نہ ہو سکے تھے سرور عالم ﷺ اور آپ کے جانثار ساتھیوں نے ان سے معاشرتی تعلقات توڑ لئے۔ اور تعلقات اس وقت تک منقطع رہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی خطا معاف نہ فرمادی۔

قرآن پاک نے جہاد سے منہ موڑنے والوں کی بیخ کنی اس طرح فرمائی:۔

ترجمہ:۔ اے ایمان والوں جب تم کافروں سے دو بدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرنا اور جو شخص ان سے اس موقع پر پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لئے پینترا بدلتا ہو یا جو اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنی ہے باقی اور جو ایسا کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت بری جگہ ہے۔﴿الانفال ۱۵، ۱۶۔﴾

احادیث نبوی ﷺ میں بھی لڑائی سے بھگوڑوں کو سرزنش کیا گیا ہے۔ اور آپ ﷺ نے لڑائی سے دل چرانے والوں کو ان الفاظ میں متنبہ فرمایا۔

سیدنا عقبہ رضی اللہ عنہ بن نافع سے مروی ہے کہ شافع دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے فائر کرنا سیکھا اور پھر اسے ترک کر دیا وہ ہم میں سے نہیں۔

تبصرہ

آج انسانیت کی عظمت اور اسکے خون کی دھجیاں اڑائی جارہی ہیں، اسلام کے ماننے والوں پر ہر جگہ قافیہ حیات تنگ کیا جارہا ہے، مسلمان قوم کے خلاف اہل ہنود و یہود و نصاریٰ تمام متحد ہو کر بلکہ چند بے ضمیر اسلامی ریاستیں بھی ان کی بھیک کے چند سکوں کی جھنکار میں مست ہو کر ان کے ہم نوا بنے ہوئے ہیں۔ کشمیر کی گردن میں غلامی کا ہار سجا ہوا ہے۔ افغانستان کی سرحدوں کو ایٹم بموں، ڈیزی کٹروں، اور بارود کی ہولناک آگ سے جلا کر راکھ کر دیا گیا ہے۔ عراق میں دہشت گردوں نے اپنے اڈے بنا لئے ہیں۔ مسلمان فلسطین سے بے دخل کئے جارہے ہیں، لبنان کے قبرستان وسیع سے وسیع تر ہوتے جارہے ہیں، بوسینا میں ایک بار پھر موت کی حکومت قائم ہے، فلسطین میں

Marfat.com

مسلمانوں کا قافیہ حیات تنگ کیا جاچکا ہے، ۔اسلام کی اعتدال پسندی وروشن خیالی کی ناعاقبت اندیشوں نے غلامی کی شراب کے نشے میں دھت ہوکر غلط تشریح کر کے مسلمانوں کو تباہی کی طرف دھکیل دیا ہے۔اسلام کی ردا کو چاک چاک کیا جاچکا ہے۔ انسانیت دردوکرب میں مبتلا ہے۔ بڑی طاقتوں کی دہشت گردی سے نسل انسانی لرزہ براندام ہے۔وقت کی رفتار باطل قوتوں کی مقابلہ سے عاری ہے وقت کی آواز اعلان کررہی ہے کہ اے مسلم جاگ، اس نرگس بیدار کی طرح جسے نیند نہیں آتی آج تیرا قبلہ اول تجھے پکار رہا ہے۔اقبال کی آواز میں مردحق سے پوچھ رہا ہے؟

کیا نہیں کوئی غزنوی کارگہ حیات میں ؟
بیٹھے ہیں کب سے منتظر دیرو حرم کے سومنات
قافلہ حجاز میں ایک حسین رضی اللہ عنہ بھی نہیں ؟
گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات!

فلسفہء شہادت

عربی زبان میں شہادت کے معنی ہیں گواہی دینا اور شہید گواہی دینے والے کو کہتے ہیں۔ گویا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان قربان کردے وہ دراصل اسلام کی حقانیت کا گواہ بن جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جس سے گواہی دلوانا ہوتی ہے وہ ایک طرف محبوب ہوتا ہے اور دوسری طرف مطلوب بھی۔ کیونکہ گواہی دلوانے والے کو ہر وقت گواہ کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ ہر لمحہ گواہ کا شدت سے انتظار کرتا رہتا ہے۔ اس طرح وہ شخص جس نے اپنے خالق حقیقی کی عدالت میں توحید پر چلنے والے مقدمہ کے لئے شہادت دی اور کلمہ طیبہ کی عظمت کو اپنے خون سے رقم کیا۔ خالق کائنات نے اس کے سر پر اپنی عظمت کا کلاہِ افتخار سجا دیا اور اس کے ماتھے پر حیات ابدی کا جھومر ٹکا دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

ترجمہ:۔ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان قربان کردیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں۔ ﴿البقرہ ۱۵۴﴾

شہید کو ذرا حروف تہجی کی ترتیب دیکھیں تو یہ صورتحال سامنے آتی ہے۔

ش۔ شہادت، وہ انسان یہ شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے' اس کا کوئی شریک نہیں۔

ہ۔ ہدایت کا سرچشمہ اللہ رب العزت کی ذات گرامی میں ہی ہے۔اور محمد ﷺ اس کے آخری رسول ہیں۔

ی۔ یکتائی، یہ اقرار کرنا کہ اس زمین اور آسمان، روز جزا اور سزا بلکہ تمام کائنات کو پیدا کرنے والا ایک ہی ہے۔

د۔ درست، یعنی وہ انسان جو اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کی خاطر اس دنیا سے رخصت ہو گیا اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے بالکل مساوی اور درست تھا۔

"یعنی شہید کا مطلب یہ ہوا کہ ہر وہ انسان جو اس بات کی شہادت دے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، وہی اس دنیا کا مالک ہے، ہر شے اس کے دائرہ اختیار میں، روز جزا و سزا کا مالک وہی ہے، ہدائت اسی کی طرف سے ہے اور محمد ﷺ اس کے لاڈلے بندے اور محبوب رسول ہیں تو ایسا کہنے والا انسان بالکل درست ہے اور یہ درستی اس انسان کو اس دنیا میں ایسا نہ کرنے والی قوتوں سے ٹکرانے میں معاون ثابت ہوتی ہے اگر وہ انسان اس کوشش میں اپنی زندگی کی بازی جیت گیا تو اس کو شہید کہا جائے گا اور اس ٹھکانہ فردوس بریں سے کسی صورت میں کم نہیں۔"

شہید قوم کے لئے مشعل راہ ہیں اور ان کی یہ ظاہری زندگی حیات ابدی کے سامنے ہیچ ہوتی ہے جب مرد مجاہد شمع ہدائت روشن کرتا ہے۔اور اس پر ظاہری موت کا فانوس چڑھا دیا جاتا ہے تو اس کی زندگی پہلے سے کہیں زیادہ تابناک ہو جاتی ہے۔

بالفاظ دیگر شہادت کا ایک معنی گواہ ہونا بھی ہے اور اس معنی کے لحاظ سے شہید کا معنی اللہ تعالیٰ کا گواہ ہوگا، اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا گواہ، اس کی ذات کا گواہ۔اس کی صفات کا گواہ کیونکہ اس نے بوقت شہادت اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نظارے دیکھ لئے ہوتے ہیں اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا گواہ بن جاتا ہے۔اور عرف عام میں شہید

Marfat.com

وہ ہوتا ہے جو میدان جنگ سے دم دبا کر بھاگتا نہیں بلکہ میدان عمل و جنگ میں اپنا سر کٹا کے اللہ کی عظمت کی گواہی دیتا ہے کہ رب کی ذات وہ ہے جس کی راہ میں جان دینا بھی سعادت ہے۔ وہ ذات ہر جگہ موجود ہے تبھی تو میں اس کے لئے اپنا سر کٹا رہا ہوں۔ دوسرے الفاظ میں شہید کا معنی ہوا مددگار کا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں

"وادعوا شهدآء كم من دون الله"

سوال یہ ہے کہ جو اپنی جان دے رہا ہے وہ دوسروں کی کیا مدد کر رہا ہے۔ تو اس کا جواب بہت ہی سادہ اور آسان ہے کہ وہ اپنی جان دے کر اپنے لاکھوں مسلمان بھائیوں کی جانوں کو محفوظ کر رہا ہے؟ وہ دوسروں کو جینے کا ڈھنگ سکھا رہا ہے گویا کہ وہ خود ظلم برداشت کر دوسروں کو ظلم سے بچنے میں مدد کر رہا ہے۔

اسے اصول قدرت کہیں یا پھر ایک مسلمہ حقیقت کہ دنیا کی ہر کمزور چیز طاقتور پر قربان ہو جاتی ہے انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اس لئے اسے مخلوقات میں سے کسی پر قربان ہونا اس کے شایان شان نہیں۔ وہ تو صرف اسی ذات پر قربان ہوگا جس کو اپنی زبان سے سبحان ربی الاعلیٰ پکارتا ہے۔۔ مشیت ایزدی شروع سے اس بات کی متمنی رہی ہے کہ اپنے مقبول بندوں کو آزمایا جائے وہ انہیں مصائب و آلام سے ہمکنار کر کے محض اس لئے آزماتا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ اس کے بندے اس کی دی ہوئی تکلیف پر اس کے دامن رحمت میں کس طرح پناہ لے لیتے ہیں۔ یا پھر اس کے دامن رحمت میں آنے سے بغاوت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔۔ چنانچہ اس آزمائش کی کسوٹی پر کسی کو مقام شہادت بخشا تو کسی کو اپنی قدرتوں کا جلوہ دکھاتے ہوئے معجزانہ طور پر بچا کر اپنی قوت کاملہ اور قوت ظاہرہ کا ثبوت دے کر اسے غازی کے لقب سے نواز دیا۔

دنیاوی زندگی کی نشوونما اور بقاء استحکام کیلئے اندھیروں اور اجالوں کی آنکھ مچولی، حق و باطل کی آویزش، نیکی اور بدی کی کشمکش ضروری اور لاابالی ہے۔ تاریخ شاہد کہ مرد حق نے جہاں دیکھا کہ فاسق و فاجر اور بے دین قوتیں متحد ہو کر اسلام میں ملوکیت

Marfat.com

کا بیج بو کر دامن اسلام کو تار تار کر دین اچاہتی ہیں' تو اس نے بے سرو سامانی میں اس طاقت سے ٹکر لے لی تا کہ حق پر باطل کو تسلیم کر لینے کا رواج نہ ہو جائے اور ایک مرد حق اس کی راہ میں تن من دھن سب کچھ قربان کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتا ہے۔

فریضہ جہاد کو اللہ تعالی نے ہر مسلمان پر لازم کیا ہے اور جہاد پر زور دیا ہے۔ شہداء اور مجاہدین کے لئے بے پناہ اجر کا وعدہ فرمایا ہے اور اجر بھی ایسا جو صرف انہی کیلئے خاص ہو گا۔ یا پھر ان لوگوں کے لئے جو انہی کی روش کو اپنے لئے اسوہ حسنہ بنائیں اور ان کی طرح راہ خدا میں سر دھڑ کی بازی لگا ئیں۔ اس نے انہیں ایسی ظاہری و باطنی خصوصیات سے نوازا ہے جو ان ہی کے لئے خاص ہیں ان کے پاکیزہ خصوصیات اور خون کو فتح ونصرت کا نشان اور عزت وسعادت کا عنوان قرار دیا ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا نظام نہیں جو جہاد، باہمی نظم واتحاد اور حق کے دفاع پر اتنا زور دیتا ہو جتنا کہ اسلام نے دیا ہے قرآن حکیم کی آیات کتنے پر شکوہ اور مطالب کتنے دل نشین ہیں اور ان میں کتنی روحانیت ہے۔ قرآن فرماتا ہے:۔

> فرض کی گئی ہے تم پر لڑائی اگر چہ یہ تمہیں نا گوار ہو۔ ہو سکتا ہے کہ ایک چیز جو تمہیں نا گوار ہو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور ممکن ہے کہ ایک چیز جو تمہیں مرغوب ہے وہ تمھارے حق میں بری ہو۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور تم اسے نہیں جانتے۔ ﴿البقرہ ۲۱۶﴾

اس کے علاوہ قرآن کریم میں رب کریم فرماتے ہیں:۔

> اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے کفر کیا اور اپنے بھائیوں کی بات جبکہ وہ جہاد پر نکلتے ہیں، اور ان کو موت آجاتی ہے کہتے ہیں اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے نہ قتل ہوتے۔ اللہ ہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ اور جو کچھ تم

Marfat.com

کرتے ہو وہ سب اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہے اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت، اس سے کہیں بہتر ہے جو یہ جمع کر رہے ہیں اور چاہے تم مرو یا مارنے جاؤ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس اکٹھے کئے جاؤ گے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ مت سمجھو، وہ تو زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں رزق پا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے جس فضل سے انہیں نوازا ہے اس پر خوشیاں منا رہے ہیں اور ان کے بارہ میں بھی خوش ہو رہے ہیں جو ان کے پیچھے ہیں ابھی ان میں آ کر شامل نہیں ہوئے ہیں انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم سے دوچار ہوں گے۔ ﴿ال عمران ۱۵۸، ۱۵۷، ۱۷۰﴾

نیز فرمان ربی ہے ''جو لوگ دنیا کی زندگی کے بدلہ میں آخرت کا سودا کرتے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ اللہ کی راہ میں لڑیں اور جو اللہ کی راہ میں لڑے گا اگر وہ مارا جائے یا غلبہ پائے اسے جلد ہی ہم اجر عظیم سے نوازیں گے۔ ﴿النسآء ۷۴﴾

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی شان کو کس طرح ابھارا ہے اور انہیں شہادت کے لئے تیار رہنے کی ہر لمحہ ہدایت فرمائی ہے۔ اور حسب مواقع لشکروں اور ٹولیوں میں قتال کی دعوت دی ہے جس سے یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ جہاد بھی قصر اسلام کا ایک ستون قرار پایا ہے۔ قرآن حکیم سہمے ہوئے دلوں میں جرأت و شجاعت کی روح پھونکتا ہے اور موت سے آنکھیں ملانے کا بے پناہ عزم پیدا کرتا ہے موت تو بہر حال آنی ہے وہ آ کر رہے گی البتہ راہ حق میں جان دیں گے تو اپنے رب کے ہاں سے اس کا صلہ پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ انفال کو ایک جنگی ترانہ بنا کر پیش فرمایا ہے۔ اس لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اس سے ایک جنگی نغمہ کا کام لیا ہے۔ جب لڑائی زوروں پر ہوتی ہے اور جنگ کے شعلے بلند ہو رہے ہوتے تو وہ اس کے ذریعہ شوق جہاد کو دو آتشہ کرتے اور

Marfat.com

ذوق شہادت سے بے تاب ہو جاتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں؛

اور جہاں تک ہو سکے تم لوگ ہتھیار اور خود کو اپنے گھوڑوں سمیت ان کے مقابلہ کے لئے تیار رکھو تا کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے مخالفین اور تمہارے دشمن پر دھاک بیٹھ جائے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا اے نبی ﷺ مومنین کو قتال پر ابھارو اگر تم بیس ثابت قدم ہوں گے تو وہ دوسو پر غالب رہیں گے اور سو ہوں تو ایک ہزار کافروں پر بھاری رہیں گے کیونکہ یہ ناسمجھ لوگ ہیں۔﴿الانفال ٦ اور ٦٥﴾

سورۃ توبہ بھی ایک دعوت جہاد اور ایک زبردست جہادی نغمہ ہے۔اس کے علاوہ کچھ جنگی احکام ہیں۔ ذرا عہد شکن مشرکین کے متعلق اس فرمان الٰہی پر نظر ڈالیں کس طرح اس سے غیظ وغضب کے شرارے پھوٹ رہے ہیں۔

ان سے لڑو۔اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں انہیں عذاب دے گا اور اللہ تعالیٰ جس پر چاہے مہربان ہوگا۔اللہ تعالیٰ جاننے والا اور زبردست حکمت والا ہے۔﴿التوبہ ۱۴،۱۵﴾

قرآن مجید میں یہ چند مقامات ہیں جہاں جہاد کا ذکر اور اس کی فضیلت کا بیان ہے اور جہاد کی ترغیب اور مجاہدین کے اجر وثواب کی تفصیل ہے۔رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جان رکھو جنت تلواروں کی چھاؤں میں ہے۔

''شریعت میں موت کی تمنا کرنا منع ہے مگر شہادت کی موت کی خواہش کرنا عین سعادت ہے۔

قرآن میں ان مجاہدین کی تعریف کی گئی ہے جو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے،

Marfat.com

اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے بھلائیاں ہیں اللہ تعالی نے ان کے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے اس کے بعد ایک نہایت جامع تجارت کا تذکرہ ہے جس کے بعد کسی عذر کی گنجائش نہیں۔ بلاشبہ اللہ نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے کہ ان کے لئے جنت ہے۔ قرآن کریم کے اوراق پڑھنے سے عجیب اور دلکش مناظر سامنے آتے ہیں جن کا تعلق شہید کے مراتب اور فضائل سے ہے۔''

شہادت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک گراں بہا نعمت ہے۔ جن خوش نصیب حضرات کو یہ نعمت میسر آتی ہے ان انعام یافتہ بندوں کا ذکر اللہ تعالی نے قرآن پاک میں ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے۔

''جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے تو وہی ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے جو کہ انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔ (النساء ۴۔۶۹)

اس آیۃ کریمہ میں شہداء کو اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں میں شامل کیا گیا ہے اور شہدا کو صالحین پر فضیلت دی گئی ہے۔ اللہ تعالی نے اپنی جو نعمتیں اور فضل و کمال باقی مخلوق کو عطا کیا ہے ان تمام کو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مبارکہ میں جمع فرمایا ہے اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ '' میں قیامت کے دن بنی آدم کا سردار ہونگا'' (صحیح مسلم)

آقائے دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ '' اللہ رب العزت نے مجھے اعلیٰ اخلاق اور عمدہ افعال کو کمال بخشنے کے لئے بھیجا ہے'' (مشکوٰۃ المصابیح)

شہادت ایک اعزاز بھی ہے اور نعمت بھی۔ بلکہ یہ تو ایسی نعمت ہے کہ اس کی نبی اکرم ﷺ کو بھی آرزو تھی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ کو فرماتے سنا، آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر مسلمان کے دل میں اس سے رنج نہ ہوتا کہ میں ان کو چھوڑ کر جہاد کیلئے نکل جاؤں اور میرے پاس اتنی سواریاں نہیں ہیں کہ میں سب کو ساتھ لے جاؤں تو میں ہر اس گروہ کے ساتھ نکلتا۔ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے جاتا ہے۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں میں مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر مارا جاؤں۔ (صحیح البخاری)

شہید کی موت کے وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں، تاکہ وہ اعزاز کے ساتھ اس کی روح کو اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش کرسکیں، اور فرشتوں کے جھرمٹ میں ایک طویل جلوس کی شکل میں شہید کی روح کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے۔

شہید کے درجات

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا قتل ہونے والے تین طرح کے آدمی ہیں۔

1۔ ایک وہ آدمی ہے جو خود مومن کام صالح ہے اس کے ساتھ اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کیا اور جب دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا تو ڈٹ کر لڑا، یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا، اس آدمی کے بارہ میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہی وہ اصل شہید اور امتحان میں کامیاب ہے جو قیامت کے دن عرش رحمٰن کے نیچے خیمے میں ہوگا۔ اور انبیاء کرام علیھم السلام سے اس کا مقام صرف اتنا ہی کم ہوگا جو درجہ نبوت کا تقاضہ ہے۔

2۔ دوسرا وہ آدمی ہوگا جو مومن مسلمان تو ہے مگر عمل میں کچھ نیک کام کئے کچھ برے کام کئے۔ اس نے اپنی جان و مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور دشمن کے مقابلہ میں لڑا، یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا اس فرد کے بارہ میں سید الصفا ﷺ نے فرمایا کہ اس کا جہاد مصمصہ ہے یعنی سینگ کی طرح چوس کر فاسد مادہ نکالنے والا

Marfat.com

ہے۔جس نے اس کے سب گناہوں کو مٹا دیا اور تلوار سب خطاؤں کو مٹا دینے والی ہے۔یہ شخص جس دروازہ سے چاہے جنت میں داخل ہو سکے

3۔ تیسرا وہ منافق ہے جس نے اپنی جان و مال سے جہاد کیا اور دشمن سے لڑ کر شہید ہو گیا مگر نیت خالص اللہ تعالیٰ کے لئے نہ تھی، یہ جہنم میں جائے گا۔ کیونکہ تلوار کفر ونفاق کو نہیں مٹا سکتی۔﴿مشکواۃ﴾

سفر جہاد میں اپنی موت مرنے والا شہید

سید الصفاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سچے دل سے اللہ تعالی سے شہید ہونے کی دعا مانگے تو اس کو اللہ تعالی شہیدوں ہی کے مرتبہ پر پہنچا دیتے ہیں اگر چہ وہ اپنے بستر پر ہی مر جائے۔﴿صحیح مسلم﴾

جہاد کی فضیلت

جہاد کی فضیلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی مجاہد تھے۔ صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خود ہتھیار باندھتے دیکھا۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے زیادہ بہادر وہ سمجھا جاتا تھا جو میدان جنگ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہوتا۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مدینہ میں کچھ خطرناک آوازیں آئیں جیسے کوئی حملہ آور ہو رہا ہے، آقائے نامدار، مدینہ کے تاجدار ہاتھ میں تلوار لئے گھوڑے پر سوار ہو کر، گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے گئے جب کہ گھوڑے پر زین وغیرہ کچھ بھی نہیں تھا، یہ گھوڑا سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کا تھا، واپس آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لم تراعوا...... لم تراعوا...... لم تراعوا۔

مدینہ والو! جا کر آرام کرو، سارے مدینہ کا اکیلا پہرے دار میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہوں۔

Marfat.com

نبی ﷺ کے دور میں ہر صحابی، ہر بوڑھا، ہر بچہ، اور ہر عورت مجاہد تھے۔ ہم بدر میں دیکھتے ہیں کہ نو اور گیارہ سال کے بچے بھی جہاد کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

ساری کائنات میں زیادہ محمد ﷺ بہادر تھے۔ آپ ﷺ ۲۸ غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوہ کہتے ہی اس کو ہے جس میں آپ خود سپہ سالار ہوں۔ آپ ۲۸ غزوات میں خود تلوار اٹھا کر ان غزوات کے سپہ سالار بنے۔ احد میں دندان مبارک شہید ہوئے...... بدر میں خود کمان سنبھالی...... خود سالار بنے...... اور فتح حاصل کی۔ ہمارے نبی ﷺ بڑی ہی زیرک اور بہادر تھے۔

نبی ﷺ کے دور میں عورتیں بھی بہادر اور بڑی مجاہدہ تھیں۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بہن، ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی، اور سیدنا عبداللہ بن زبیر کی والدہ محترمہ اسی (80) سال کی عمر ہے، انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو جب سولی چڑھنے اور پھانسی کے تختے پر لٹکا ہوا دیکھا تو شور وغوغا نہیں کیا، روئی نہیں بلکہ اسی سال کی بڑھیا تھی، دیکھتی ہے کہ خون بہہ رہا ہے فرماتی ہیں کہ جو حلالی بیٹے ہوتے ہیں وہ کے سامنے سرخرو ہوتے ہیں۔

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اے بیٹے! تو طاقت کے سامنے جھکا نہیں۔ مجھے ناز ہے کہ میرا دودھ پی کر تو نے حلال کیا ہے۔ بیٹے کی طرف دیکھ کر فرمایا لوگو! یہ پھانسی کے تختہ پر نہیں کھڑا بلکہ یہ شہسوار اپنی سواری پر جنت کے انتظار میں کھڑا ہے۔ پھر واپس مڑ کر کہا لوگو! مجھے مبارک دو کہ میں شہید کی ماں ہوں۔

شہادت ہر مؤمن کا مطلوب ہے، شہادت سے دنیا اور آخرت کی عزت ہے، شہادت آدمیت کی معراج ہے، مجاہد جب شہید ہونے لگتا ہے تو اس کے خون کے پہلے قطرہ کے ساتھ ہی اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور دو خوشنما حوریں

Marfat.com

اس کی طرف بڑھتی اوراس کے چہرے سے گردوغبار صاف کرتی ہیں۔

ایک حبشی صحابی نبی کریم ﷺ کے پاس آئے عرض کیا کہ میرے جسم سے بدبوآتی ہے، شکل بدصورت ہے، میرا حسب ونسب بھی اعلی نہیں ہے، میرے بال بھی پراگندہ ہیں اور میر الباس پیوندزدہ ہے، اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑکر شہید ہوجاؤں تو کیا مجھے جنت ملے گی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہاں تجھے جنت ملے گی۔

یہ سن کروہ صحابی رضی اللہ عنہ آگے بڑھااور میدان جہاد میں کود پڑا۔معرکہ ختم ہونے کے بعد کسی نے آکرخبر دی کہ فلاں حبشی تو اس وادی میں پڑا ہے۔ نبی ﷺ وہاں تشریف لے گئے، اسے زخمی حالت میں دیکھا۔تو اس کے چہرے کوصاف کیااور فرمایا کہ اللہ تعالی نے تیرے چہرے کوحسین کردیا ہے، تیری بوکوعمدہ کردیا ہے، تیرا حسب ونسب اونچا کردیا ہے، تھوڑی دیر بعد نبی ﷺ نے اس کی طرف سے چہرہ پھیرلیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے وجہ پوچھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایااس ذات کے قسم جس کے قبضہ قدرت میں میر جان ہے میں نے جنت کی حوریں اس کی طرف بڑھتی ہوئی دیکھی ہیں۔

میدان جہاد میں جوزخمی ہوجاتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے زخم کوایسابنادیں گے کہ اس کارنگ زعفران اوراس کی خوشبوکستوری کی طرح ہوگی۔

شہادت ہرمؤمن کی تڑپ شہادت ہر مسلمان کی شان شہادت مسلمان کی پہچان شہادت اسلام کی بقاء اور شہادت اسلام کی روح ہے یہی وجہ ہے کہ جب کوہ طور پر نبی دوعالم ﷺ سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔اور کوہ طور پر پہنچے تو پہاڑ ہلنے لگا۔ نبی نے پہاڑ پر پاؤں مارااور فرمایا:۔

”اے پہاڑ! رک جا(کیونکہ) تجھ پر نبی ﷺ صدیق رضی اللہ عنہ

Marfat.com

اور دو شہید ہیں"۔

دیکھئے نبی ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میرے ساتھ عثمان ہیں، میرے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ بلکہ فرمایا کہ میرے ساتھ دو شہید ہیں۔ جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ سنا کہ نبی دو عالم ﷺ کی زبان نبوت نے میری شہادت کی بشارت سنادی ہے تو خوشی سے جھوم اٹھے کہ آج نبی ﷺ کی زبان اقدس نے اعلان کر دیا ہے کہ اے عثمان رضی اللہ عنہ! تجھے بستر پر موت نہیں آئے گی بلکہ میدان جہاد میں شہادت کی موت آئے گی۔

شہادت ایک ایسا رتبہ ہے جس کے لئے ہر مسلمان تڑپتا ہے۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو وہ خالد رضی اللہ عنہ جن کو نبی دو عالم نے سیف اللہ کا لقب دیا...... جن کے ہاتھوں سے لڑتے ہوئے دس تلواریں ٹوٹ گئی ہیں...... جن کے جسم پر ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہ تھی جس پر تیغ و شمشیر کا زخم نہ لگا ہو...... جب ان کو بستر پر موت آنے لگی تو زار و قطار رونے لگے۔ لوگوں نے کہا کہ نبی دو عالم ﷺ نے آپ کو سیف اللہ فرمایا ہے اور آپ ہیں کہ موت کے خوف سے رو رہے ہیں۔ فرمایا موت کے ڈر سے نہیں رو رہا بلکہ اس لئے رو رہا ہوں کہ میں نے میدان جنگ میں لڑائیاں کیں...... سینکڑوں کفار کو جہنم رسید کیا...... اتنی شدید لڑائیاں لڑیں کہ میری تلواریں ٹوٹ جاتیں...... میرے گھوڑے تھک جاتے لیکن میں شہید نہ ہو سکا۔

میری خواہش تو یہ تھی کہ میدان جہاد ہوتا...... سامنے لشکر کفار ہوتا...... وار میں بھی کرتا...... وار وہ بھی کرتا...... وہ مجھ پر حملہ کرتا...... میں ان پر حملہ کرتا...... پھر میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا...... پھر کل قیامت کا دن ہوتا...... سامنے نبی دو عالم ﷺ ہوتے...... میں اٹھتا تو میرا کفن خون آلودہ ہوتا اور نبی دو عالم ﷺ گواہی دیتے کہ اسے شہادت کی موت نصیب ہوئی ہے۔

ہمیں چاہئے کہ ہم بھی شہید ہونے کی آرزو کریں کیونکہ جو مسلمان شہادت کی

آرزو صدق دل سے کرتا ہے تو پھر اسے چاہے بستر مرگ پر ہی موت آئے اللہ تبارک و تعالیٰ اسے شہادت کا مرتبہ نصیب فرماتے ہیں۔

قرآن اور شہید

شہید کی فضیلت کے بارہ میں قرآن کریم فرماتا ہے:۔

ترجمہ:۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی (اور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ مال و جان بیچنے کا مطلب یہ ہے کہ) وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں (یعنی جہاد میں) لڑتے ہیں جس میں کبھی قتل ہوتے ہیں اور کبھی قتل کیے جاتے ہیں۔(وہ بیع جہاد کرنا ہے خواہ اس میں قاتل ہونے کی نوبت آئے یا مقتول ہونے کی) اس قتال پر ان سے جنت کا سچا وعدہ کیا گیا ہے تو رایت میں بھی اور انجیل میں بھی اور قرآن میں بھی اور (یہ مسلم ہے کہ) اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے تو اس حالت میں تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے اللہ تعالیٰ سے معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔﴿ التوبہ ۱۱۱﴾

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

ترجمہ:۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ رسول کا کہنا مان لے گا تو ایسے لوگ بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء کرام (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء، یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔﴿ النسآء۔۶۹﴾

سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں:۔

Marfat.com

ترجمہ:۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں یعنی دین کے واسطے قتل کئے جاتے ہیں ان کی ایسی فضیلت ہے کہ ان کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ (معمولی) مردوں کی طرح مردے ہیں بلکہ وہ لوگ ایک ممتاز حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ لیکن تم کو اس بات کا شعور نہیں۔﴿قرآن پاک۔البقرۃ۔۱۵۴﴾

ترجمہ:۔ جو لوگ اللہ تعالی کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اور اپنے پروردگا سے رزق حاصل کرر ہے ہیں اور وہ خوش ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جو اس نے ان کو عطا فرمایا ہے۔﴿آل عمران۔۱۶۹۔۱۶۸﴾

ترجمہ:۔ان مومنین میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ تعالی سے عہد کیا تھا اس میں سچے (پورے) اترے پھر ان میں بعض تو وہ ہیں جو اپنا عہد پورا کر چکے (مطلب یہ ہے کہ شہید ہو چکے) اور بعض ان میں شہادت کے مشتاق ہیں اور اب تک انہوں نے اس میں ذرہ برابر بھی تغیر وتبدل نہیں کیا (یعنی اپنے عزم پر قائم ہیں۔) ﴿الاحزاب۔۲۳﴾

ترجمہ ومفہوم:۔اور اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا کہ اللہ کی راہ میں مرجاؤ تو یہ کوئی خسارہ نہیں (بلکہ) نفع ہی نفع ہے کیونکہ اللہ تعالی کی مغفرت اور رحمت ان چیزوں سے بدرجہا بہتر ہے جن کو یہ لوگ جمع کرر ہے ہیں۔﴿آل عمران۔۱۵۷﴾

ترجمہ ومفہوم:۔ جو شخص اللہ تعالی کی راہ میں لڑے گا پھر خواہ جان سے مارا جائے۔ یا غالب آجائے ہم ہر حال میں اس کو اجر عظیم دیں

گے۔﴿النساء۔۷۴﴾

اللہ تعالیٰ اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں شہید کی عظمت کا ذکر فرماتا ہے:۔

اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تمہیں کامیابی نصیب ہو جائے۔ ﴿المائدہ:۳۵﴾

اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔

﴿الحج:۷۸﴾

حقیقت میں مومن وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے کوئی شک نہ کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا۔ وہی سچے لوگ ہیں۔﴿الحجرات:۱۵﴾

بے شک اللہ تعالیٰ وہ لوگ پسند ہیں جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔﴿الصف:۴﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو مقابلہ کے لئے ہر وقت تیار رہو پھر الگ الگ ہو کر نکلو یا اکٹھے نکلو۔﴿النساء:۷۱﴾

اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نہیں لڑتے۔﴿النساء: ۷۵﴾

جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو لوگ کافر ہیں وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں پس شیطان کے ساتھیوں سے قتال کرو۔﴿النساء:۷۶﴾

Marfat.com

اے نبی ﷺ مومنوں کو جہاد پر ابھارو۔ ﴿الانفعال۔۶۵﴾

وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے گھر بار چھوڑے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے جان و مال سے جہاد کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں درجہ میں بلند ہیں اور وہی لوگ کامیاب و کامران ہیں ﴿التوبہ۔۲۰﴾

اے نبی ﷺ کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آو۔ ﴿التحریم۔۹﴾

مومنوں میں سے وہ لوگ جو کسی معذوری کے بغیر گھر میں بیٹھے رہتے ہیں اور وہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے جان و مال سے جہاد کرتے ہیں وہ برابر نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بیٹھنے والوں کی نسبت اپنے مال وجان سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بڑا رکھا ہے اگرچہ ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو پیچھے بیٹھ رہنے والوں کی نسبت بڑا اجر دیا ہے اس کی طرف سے ان کے لئے درجات ہیں اور مغفرت اور رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ ﴿النساء: ۹۶،۹۵﴾

احادیث مبارکہ اور شہید کے فضائل

شہید کی فضیلت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات پاک:

ترجمہ:۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی جنت میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ لوٹ کر دنیا میں جانا پسند نہیں کرتا' اگرچہ روئے زمین کی تمام چیزیں اسے مل جائیں' جب شہید اپنی عزت وتکریم کو دیکھتا ہے تو آرزو کرتا ہے کہ واپس دنیا میں لوٹ کر جائے اور دس مرتبہ پھر اللہ تعالیٰ کی راہ

میں شہید کیا جائے۔ ﴿صحیح مسلم﴾

ترجمہ ومفہوم:۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ قرض کے سوا شہید کے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ ﴿صحیح مسلم﴾

ترجمہ ومفہوم:۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی سچے دل کے ساتھ شہادت طلب کرے اس کو اللہ تعالیٰ شہادت کا ثواب عطا فرما دیتے ہیں۔ اگر چہ اس کو شہادت نصیب نہ ہو۔ ﴿صحیح مسلم﴾

مفہوم وترجمہ:۔ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ یعنی جہاد میں زخمی ہو جاتا ہے تو وہ مجاہد قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہتا ہو گا اس کا رنگ خون کے رنگ جیسا ہو گا اور اس کی بو مشک کی خوشبو کی مانند ہو گی ﴿صحیح مسلم﴾

ترجمہ ومفہوم:۔ سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہر میت کا عمل ختم ہو جاتا ہے لیکن جو شخص جہاد میں پہرے داری کرتا ہوا مرے تو اس کے لئے اس کا عمل قیامت کے دن تک جاری ہے اور قبر کے فتنہ اور اس کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔ ﴿ترمذی﴾

ترجمہ ومفہوم:۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شہید اپنی شہادت کی بس اتنی تکلیف محسوس کرتا ہے جتنی تم میں سے کوئی شخص چیونٹی کے کاٹنے پر

محسوس کرتا ہے۔﴿مشکوٰۃ﴾

ترجمہ ومفہوم:۔ سیدہ حنساء بنت معاویہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھ سے میرے چچا نے بیان کیا کہ میں نے ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ جنت میں کون کون لوگ ہوں گے؟ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت میں نبی ہوں گے، شہید ہوں گے، نومولود بچے ہوں گے اور جنت میں وہ ہوں گے جن کو زندہ دفنا دیا گیا ہو۔﴿رواہ ابوداؤد﴾

ترجمہ ومفہوم:۔ سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کے قبیلہ بنی نبیت کا ایک شخص آیا اس نے اسلام قبول کیا اور کلمہ پڑھا پھر اس نے آگے بڑھ کر جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس نے عمل تو تھوڑا سا کیا لیکن ثواب بہت زیادہ پایا۔﴿صحیح مسلم﴾

ترجمہ ومفہوم:۔ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آج رات خواب میں دو شخص دیکھے، وہ میرے پاس آئے اور مجھے لے کر درخت پر چڑھ گئے اور مجھے ایک گھر میں لے گئے اس سے زیادہ حسین وجمیل گھر میں نے آج تک نہیں دیکھا، پھر ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ یہ شہیدوں کا گھر ہے۔﴿صحیح البخاری﴾

سیدنا جعفر کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبداللہ تجھ کو مبارک ہو، تمھارے والد فرشتوں کے ساتھ آسمان پر اڑتے پھرتے

Marfat.com

ہیں۔ ﴿رواہ الطبرانی﴾

ترجمہ ومفہوم:۔ سیدنا راشد بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی سے سنا کہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ سب مسلمان قبر میں آزمائے جاتے ہیں مگر شہید کا امتحان نہیں ہوتا آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے سروں پر تلوار کی چمک کی آزمائش ہی کافی ہے۔ ﴿رواہ النسائی﴾

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے سامنے وہ تین قسم کے لوگ پیش کیے گئے جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے ان میں سے ایک شہید ہے دوسرا وہ جو حرام سے بچے اور سوال نہ کرے اور تیسرا وہ غلام ہے جس نے اپنے اللہ کی بھی اچھی اطاعت وعبادت کی اور اپنے مالکوں کا بھی خیر خواہ رہا۔ ﴿ترمذی﴾

ان تمام احادیث سے شہید کی فضیلت واضح ہوتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں شہید فی سبیل اللہ کا کیا مقام اور کیا قدر ومنزلت ہوگی۔

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے صحابہ کے مجمع میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ سب سے افضل اعمال ہیں یہ سن کر ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول فرمائیے کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مارا جاؤں تو میرے گناہوں کی معافی ہو جائے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اگر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مارے جاؤ اور ایمان پر جمے رہو اور ثواب کی امید رکھو، دشمن کی جانب متوجہ رہو اور پشت پھیر کر نہ بھاگو اس کے بعد نبی ﷺ نے پوچھا تم نے کیا کہا تھا؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے کہا تھا کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مارا جاؤں تو میرے گناہوں کی معافی ہو جائے گی؟ رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

نے فرمایا ہاں بشرطیکہ تم ایمان پر جمے رہو اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے دشمن کی جانب متوجہ رہو اور پشت پھیر کر نہ بھاگو، قرض معاف نہیں ہوگا کیونکہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے یہی بتلایا ہے۔ ﴿صحیح مسلم﴾

اس حدیث مبارکہ میں جہاں شہادت کا تذکرہ ہو رہا ہے وہاں ایمان پر ڈٹے رہنے کی بھی تلقین مل رہی ہے اور ساتھ ہی قرض کے بارہ میں بھی ارشاد ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام قصوروں کو معاف فرمادیں گے مگر قرض کے بارہ میں اس سے پوچھ گچھ ہوگی۔ قرض کا تعلق چونکہ حقوق العباد سے ہے اور حقوق العباد انسان خود ہی معاف کرے گا۔ اس کے علاوہ تمام حقوق اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جس کے لیے چاہیں گے بخش دیں گے۔

مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے "ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون ٥" کی تفسیر دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے بھی رسول اللہ ﷺ سے اس کی تفسیر پوچھی تھی آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ان کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں رہتی ہیں کچھ قندیلیں ان کے لئے عرش میں آویزاں ہیں جنت کے اندر جہاں چاہتے ہیں پرندے سیر کرتے ہیں، پھر لوٹ آتے ہیں ان کا پروردگار ان کی جانب متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے کسی اور چیز کی خواہش ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ اب ہم کس چیز کی خواہش کریں جنت میں جس جگہ چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں۔ ان کا رب ان سے تین مرتبہ یہی فرماتا ہے، جب وہ دیکھتے ہیں کہ بغیر سوال کئے چارہ نہیں تو وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دیجئے تاکہ ہم پھر دوبارہ آپ کی راہ میں مارے جائیں۔ اور جب رب کریم دیکھتے ہیں کہ ان کو اب کوئی خواہش نہیں تو ان کو اسی حالت مین رہنے دیتے ہیں۔ ﴿صحیح مسلم﴾

Marfat.com

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے دو آدمیوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے کہ جن میں ایک نے حالت کفر میں اپنے مسلمان مدمقابل کو انتہائی بہادری سے شہید کر دیا اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے اس کو ہدایت نصیب فرمائی تو اس نے بھی اسلام قبول کر لیا' پھر وہ بھی کفر سے ٹکراتا ہوا شہید ہو جاتا ہے اور پھر دونوں جنت میں چلے جاتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان جنتیوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ ﴿صحیح مسلم﴾

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اگر میں مارا جاؤں تو کہاں ہوں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں یہ سن کر اس نے چند کھجوریں جو اس کے ہاتھ میں تھیں پھینک دیں پھر لڑا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اور سیدنا سوید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جنگ احد میں ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے یہی عرض کیا تھا۔ ﴿صحیح مسلم﴾

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارے ساتھ کچھ آدمی بھیج دیں جو ہمیں قرآن وحدیث کی تعلیم دیں آپ ﷺ نے ان کے ساتھ ستر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو بھیج دیا جنہیں قاری کہا جاتا تھا۔ ان میں میرے ماموں جان بھی تھے۔ یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم قرآن کریم پڑھاتے تھے۔ اور رات کو قرآن کریم کے درس و تدریس اور سیکھنے میں مصروف رہتے اور دن میں پانی لا کر مسجد میں رکھتے اور جنگل سے لکڑیاں لا کر فروخت کر کے اہل صفہ اور دیگر رفقاء کو کھانا کھلایا کرتے، جب رسول اکرم ﷺ نے انہیں اس مشن کے لئے روانہ فرمایا تو منزل مقصود تک پہنچنے سے قبل ہی کفار نے انہیں مار ڈالا اس وقت ان شہداء نے کہا الٰہی ہمارے نبی کریم ﷺ کو یہ اطلاع پہنچا دے کہ ہم اللہ سے مل گئے پس ہم اس سے راضی ہیں اور وہ ہم سے راضی ہو گیا۔ اسی واقعہ میں میرے ماموں جان کے پیچھے سے ایک آدمی نے آ کر نیزہ مارا وہ آر پار نکل گیا۔ ماموں جان بولے،

Marfat.com

رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے فرمایا کہ تمھارے بھائی شہید ہو گئے ہیں اور انہوں نے کہا کہ اے اللہ! ہمارے نبی کریم ﷺ کو خبر کر دے کہ ہم تجھ سے مل گئے ہیں اور ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہے۔﴿صحیح مسلم﴾

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ بہت سے مسلمان اس بات سے خوش نہیں ہوں گے کہ وہ مجھ سے پیچھے رہ جائیں، جبکہ میرے پاس بھی اتنے جانور نہیں کہ سب کو سواری دے کر سب کو اپنے ساتھ جہاد میں لے جا سکوں تو میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کسی بھی لشکر سے پیچھے نہ رہتا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری خواہش و تمنا تو یہی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر مارا جاؤں۔ ﴿صحیح مسلم﴾

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم روانہ ہوئے اور مشرکین سے پہلے بدر کے مقام پر پہنچ گئے۔ پھر جب مشرکین کا لشکر آیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے راستہ پر کھڑے ہو جاؤ، وہ جنت جس کا عرض زمین و آسمان کے برابر ہے۔ سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ بن الحمام نے یہ سن کر کہا کہ خوب خوب، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم نے خوب خوب کیوں کہا۔ سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں نے یہ الفاظ کسی اور مطلب یا تعجب کی وجہ سے نہیں کہے بلکہ اس امید سے کہے ہیں کہ میں بھی جنتی بنوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم جنتی ہو۔ راوی فرماتے ہیں کہ سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ نے سرور عالم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ بشارت سن کر اپنے ترکش سے کھجوریں نکالیں اور ان کو کھانا شروع کر دیا پھر بولے اگر میں ان تمام کھجوروں کو کھانے تک زندہ رہا تو یہ

Marfat.com

طویل زندگی ہوگی چنانچہ انہوں نے ان کھجوروں کو جوان کے پاس تھیں پھینک دیا اور کفار سے لڑنے لگے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ کی راہ میں اونٹنی کے فواق کے برابر (یعنی بہت تھوڑی دیر کیلئے) بھی لڑا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور جو شخص جہاد میں زخمی ہوا یا اسے کوئی چوٹ لگ گئی تو وہ چوٹ یا زخم قیامت کے دن ایسا بھر پور ہو کر سامنے آئے گا جتنا کہ وہ دنیا میں زیادہ سے زیادہ ہوتا ہے (یعنی وہ شخص قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کا وہ زخم زیادہ تازہ حالت میں ہوگا) اور اس زخم کا رنگ زعفران جیسا ہوگا اور اس کی بو مشک وعنبر جیسی ہوگی اور جس شخص کے بدن میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں پھوڑا نکلا تو اس پر شہیدوں کی مہر ہوگی (یعنی کہ اس کو شہید تصور کیا جائے گا۔) ﴿مشکواۃ﴾

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہے ایک تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے نکلا ہوا آنسو اور دوسرا قطرہ اس خون کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہایا گیا ہو اور دو نشانوں میں سے ایک نشان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کسی فرض کی ادائیگی کے سلسلہ میں پیدا ہوا ہو، مثلاً نماز کی ادائیگی سے سجدہ کی جگہ محراب کا نشان۔ ﴿ترمذی﴾

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمھارے بھائی غزوہ احد میں شہید کئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز رنگ کے پرندوں کے پپوٹوں میں منتقل کر دیا چنانچہ وہ روحیں جنت کی نہروں پر آتی ہیں وہاں کے میوے کھاتی ہیں اور پھر سونے کی قندیلوں میں جا کر بسیرا کرتی ہیں جو عرش کے سایہ میں لٹکی ہوئی ہیں تو جب یہ روحیں اپنے کھانے پینے اور اپنی رہائش سے لطف اندوز ہوئیں تو کہنے لگیں کہ کون ہے جو ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو یہ پیغام دے کہ ہم جنت

Marfat.com

میں زندہ ہیں اور ہمیں رزق ملتا ہے۔تا کہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ کے وقت روگردانی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری طرف سے میں ان کو یہ پیغام پہنچاؤں گا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ،جس کا ترجمہ یہ ہے اور جولوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ گمان مت کرو' بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اورانہیں رزق دیا جاتا ہے۔﴿ابوداؤد﴾

سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے یہ سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ شہید چار طرح کے ہوتے ہیں۔

۱۔اچھے ایمان والا مومن جو دشمن سے لڑا تو اس نے اللہ تعالی کو سچ کر دکھایہاں تک کہ وہ دنیا کی زندگی کی بازی جیت گیا یعنی شہید ہوگیا۔اس شہید کی طرف لوگ سر اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے۔

۲۔وہ مومن جس کا دشمن سے سامنا ہوا تو اپنی بزدلی کی وجہ سے اس کی حالت ایسی ہوگئی جیسے اس کے بدن میں خار دار درخت کے کانٹے لگ گئے ہوں۔یعنی یہ وہ دہشت زدہ ہوگیا ہو اور ایک اندھا تیر جس کے چلانے والے کا علم نہ ہو اور وہ اس مومن کو لگے اور اس کو منزل مراد تک لے جائے۔ایسے شہید کو درجہ دوم کا شہید کہا گیا ہے۔

۳۔اور تیسرا وہ مومن جس نے کچھ اچھے اعمال کئے اور کچھ برے اعمال بھی اس سے سرزد ہوئے اور جب وہ دشمن سے مقابلہ کے لئے میدان میں اترا ، بڑی بہادری سے اس نے دشمن کا مقابلہ کیا اور اس نے اللہ تعالی کو سچ کر دکھایا اور میدان عمل میں جان بازی

جیت کر شہید ہو گیا۔

۴۔اس درجے میں اس مومن کو رکھا گیا ہے جس نے دنیا میں بہت زیادہ گناہ کیے ہوئے تھے مگر جب وہ میدان جنگ میں دشمن کے مقابلہ میں گیا اور خوب بہادری سے لڑا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گیا اور وہ چوتھے درجے کا شہید بن گیا۔﴿ترمذی﴾

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے سامنے شہیدوں کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا کہ شہید کے خون سے زمین خشک نہیں ہونے پاتی کہ اس کو اس کی دو بیویاں (حوریں) آ کر اس کو اٹھاتی ہیں جیسے وہ دونوں بچہ کی دائیاں ہوں جن کا شیر خوار بچہ کسی جنگل میں گم ہو گیا ہو اور ہر ایک بیوی کے ہاتھ میں اس شہید کے لئے ایک ایسا جوڑا کپڑے کا ہوتا ہے جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔﴿سنن ابن ماجہ﴾

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے والد جب غزوہ احد میں شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ کے سامنے لائے گئے ان کا مثلہ کیا گیا تھا، وہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے رکھے گئے تو میں انکا چہرہ کھولنے لگا لیکن میری قوم کے لوگوں نے مجھے منع کر دیا پھر رسول اللہ ﷺ نے کسی چلا کر رونے والی خاتون کی آواز سنی تو کسی نے کہا یہ عمرو کی بیٹی یا بہن ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رو کیوں رہی ہو مت رو کیونکہ ملائکہ ان پر مسلسل پروں کا سایہ کیے ہوئے ہیں۔﴿صحیح بخاری﴾

سیدنا نعیم بن عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا اے اللہ کے رسول کون سے شہداء سب سے افضل ہیں نبی کریم ﷺ نے فمایا کہ وہ شہید سب سے افضل ہے کہ اگر میدان جنگ میں دشمن کے مقابل ہوں تو وہاں سے منہ نہ پھیریں یہاں تک کہ شہید ہو جائیں ایسے شہداء جنت کے سب سے بلند درجات میں رہیں گے اور ان کا پروردگار ان سے خوش ہو گا اور جب تیرا

Marfat.com

پروردگار دنیا میں جس سے خوش ہو جاتا ہے تو اس پر کوئی حساب نہیں ہوتا۔﴿الترغیب﴾

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مکہ فتح ہونے کے بعد مکہ سے ہجرت ختم ہوگئی ہے البتہ جہاد اور اچھی نیت باقی رہ گئی ہے اور جب تمہیں جہاد کے لئے نکلنے کا کہا جائے تو نکل کھڑے ہونا۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول لوگوں میں کون افضل ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا مومن جو اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے جان و مال سے جہاد کرے۔

اللہ تعالیٰ نے شہید کی موت کو اتنا آسان بنایا ہے حالانکہ موت کے وقت انسان کو اپنی زندگی میں سب سے زیادہ تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسی لئے نبی کریم ﷺ اپنی دعاؤں میں نزع کی تکلیف سے بچاؤ کی دعا فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ نزع کی تکلیف بہت زیادہ شدید ہوتی ہے مگر شہید کے لئے یہ تمام تکالیف ختم کر دی جاتی ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے عبادت گذاروں کی ایک جماعت قبرستان پہنچی اور انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ ہم میں سے کوئی مردہ ظاہر کر جو ہم کو موت کی کیفیت کے بارہ میں بتائے؟ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی دعا قبول فرمائی اور ان کے سامنے ایک کالا سیاہ آدمی حاضر ہوا جس کی پیشانی پر نماز ادا کرنے سے محراب کا نشان پڑا ہوا تھا۔ شکل وصورت میں وہ بڑا مومن اور پرہیزگار انسان معلوم ہوتا تھا۔ اس نے آتے ہی سوال کیا کہ تم مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ مجھے مرے ہوئے سو سال ہو چکے ہیں مگر آج تک موت کی تکلیف کی

Marfat.com

شدت اب تک میرے بدن میں موجود ہے ۔(معاذ اللہ)
﴿مشکواۃ، ترمذی، نسائی﴾

اگر مردہ کی تکلیف کا ہم زندہ انسانوں کو علم ہو جائے تو کوئی بھی شخص اس دنیا میں لذت سے وقت نہیں گذار سکتا اور نہ ہی میٹھی نیند سو سکتا ہے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی جب وفات ہوئی تو اللہ تعالی نے اس سے پوچھا کہ بتاؤ کو تم نے موت کو کس طرح پایا؟ انہوں عرض کیا کہ میں اپنی جان کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے ایک زندہ چڑیا کو آگ میں روسٹ جا رہا ہو نہ اس کی جان نکلتی ہو اور نہ اڑنے کی کوئی صورت دکھائی دیتی ہو۔

شہادت کی راہ میں جو چیزیں رکاوٹ بنتی ہیں ان میں مال غنیمت کے لئے جہاد کرنا، شہرت و عزت کے لئے جہاد کرنا لوگوں کو اپنی بہادری کے جوہر دکھانے کے لئے جہاد کرنا۔ اگر وہ مجاہد جو ان اشیاءُ کا خواہش مند ہے اور وہ اپنی نیت کو اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے مخصوص کر لے تو یہ تینوں چیزیں بطور انعام اس کی جھولی میں ڈال دی جاتی ہیں، فرق صرف انسان کی نیت پر مبنی ہے۔

سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ بن صامت رسول اللہ ﷺ کا بیان نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور اس نے کمانے کی نیت مال کی خواہ اس نے اونٹ کی رسی کی خواہش ہی کی تھی، تو اس کو اس جہاد میں سے وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی تھی۔ ﴿سنن نسائی﴾

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نقل فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن بندوں کی طرف اللہ تعالی متوجہ ہونگے اس وقت تمام خلقت ہیبت سے گھٹنوں کے بل جھکی ہوئی ہوگی، پس سب سے پہلے تین لوگوں کو بلایا جائے گا جن میں

ایک وہ اادمی ہوگا جس نے کلام پاک کو حفظ کیا دوسرا مجاہد اور تیسرا مالدار آدمی (پھر یہاں راوی نے حدیث کا کچھ حصہ حذف کیا) اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اس آدمی کو لایا جائے گا جس نے جہاد کا دعویٰ کیا تھا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ بتاؤ تم کو کیوں قتل کیا گیا؟ وہ کہے گا کہ میں تو اے رب تیرے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے قتل ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ تم نے جھوٹ بولا ہے، فرشتے بھی کہیں گے کہ تو نے جھوٹ بولا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو نے تو چاہا تھا کہ تمہیں لوگ بڑا بہادر کہیں چنانچہ تمہیں بہادر کہا جاچکا ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے گھٹنے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے پہلے ان ہی تین شخصوں سے جہنم کو بھڑکایا جائے گا کیونکہ تینوں نے دکھاوے کا عمل کیا تھا۔ ﴿الترغیب والترہیب﴾

......☆......

Marfat.com

تاریخ اسلام میں عورتوں کا مجاہدانہ کردار

کسی بھی قوم کی عظمت کا راز اس امر میں پنہاں ہے کہ اس قوم کے تمام افراد کتنے بہادر اور جری ہیں۔ اور وہ افراد اپنی قوم کے لئے کس حد تک مخلص ہیں۔ اور اس قوم میں کس قدر غیرت موجود ہے۔ جس قوم کے افراد غلامی کا طوق خوشی سے اپنے گلے کی زینت بناتے ہیں تو وہ قوم کبھی بھی زندگی میں کوئی بڑا مقام حاصل نہیں کر سکتی۔ تباہی و بربادی اس قوم کا مقدر بن جاتی ہے۔ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے شخصی آزادی اور قومی آزادی کا نہ صرف علم بلند کیا بلکہ ایک مستقل نظام بھی عطا کیا جو اس آزادی کے تحفظ کا ضامن اور مسلمانوں کی غیرت وحمیت کا محافظ ہے اور وہ نظام ہے اسلام کا نظام جہاد۔

اسلامی نظام جہاد کا مرکز و ماخذ دولت و جہانگیری کا حصول قطعاً نہیں اور نہ ہی ہوس ملک گیری، بلکہ اس کا مشن تو اعلائے کلمۃ اللہ، اشاعت دین اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی عملداری ہے۔ اس کا مقصد ایک ایسے معاشرہ کا قیام عمل میں لانا ہے جو اسلامی نظام کی ہر طرح سے حفاظت کرنے پر کاربند ہو۔ اس نظام میں کسی بھی انسان کی دل آزاری نہ کی جائے اور نہ ہی کسی کا حق مارا جائے بلکہ اسلام کا نظام جہاد تو کمزوروں اور غریبوں کی حمایت کے لئے ہے اور یہ اپنے وقت کے شدادوں، نمرودوں، ہامانوں اور فرعونوں کو جہنم کی راہ بھی دکھانے کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔

Marfat.com

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

ترجمہ:۔ فرعون زمین میں بہت بڑھ گیا تھا اور اس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف ٹولیوں میں تقسیم کر رکھا تھا کہ ان میں سے ایک جماعت کو کمزور رکھے اور ان کے بیٹوں کو ذبح کراتا رہے اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ واقعی وہ بڑا مفسد تھا۔ اور ہم کو یہ منظور تھا کہ جن لوگوں کا زمین میں زور گھٹایا جا رہا تھا ان پر احسان کریں اور ان کو پیشوا بنا دیں اور ان کو کامیاب بنا دیں اور ان کو زمین میں حکومت دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے ہمراہیوں کو وہ واقعات دکھلا دیں جن سے وہ بچاؤ کر رہے تھے۔

یہاں رب تعالیٰ غلامی کی ذلت اور پستی کو ناپسند کرتے ہیں اور متکبرین کو نیچا دکھانا چاہتے ہیں۔ رب کریم کی حمایت ہمیشہ کمزوروں کے ساتھ ہے اور اسلام ہی مذاہب عالم میں وہ واحد دین ہے جو مسلمانوں کے جذبہ حریت کی جہاد کے ذریعہ نشو ونما فرماتا ہے۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ امر طشت از بام ہوگا کہ اسلام کو سب سے پہلے غرباء، مساکین اور کمزور لوگوں نے قوت بخشی۔

آغاز اسلام میں جب اہل کفر نے مسلمانوں کا جینا دوبھر کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم عطا فرمایا۔ اس طرح اللہ نے مسلمانوں کو ایک عظیم قوت عطا فرما دی۔ اور یہ جوش وجذبہ کالے، گورے، عربی، عجمی اور حبشی میں ہر طرح کی تخصیص سے بالاتر ہو کر موجود تھا۔ اس میدان میں نہ صرف مرد حضرات موجود تھے بلکہ اس میدان میں عورتوں نے بالخصوص اور بچوں نے بالعموم بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

اسلام کے ہاں عورت انسانیت کے تمام مدارج کو حاصل کر سکتی ہے جو مغرب میں صرف مرد کے لئے مخصوص ہیں۔ اسلام میں عورت کو ہر طرح کی آزادی حاصل ہے

Marfat.com

جبکہ مغرب میں وہ آزادی عورت کو حاصل نہیں۔ اگر دنیا سے پوچھا جائے کہ تمھاری تواریخ میں صنف نازک کی سعی کا کس قدر حصہ ہے تو یونان اپنی 'زبات النوع' کا حوالہ دے دیگا، اور ہندوستان شرم وحیا کی چند دیویوں کے نام گنوا دے گا۔ یورپ کا 'گولڈن ڈیڈس' چند جنگ آزما عورتوں کے احوال بتائے گا، مگر کیا ان اقوام کی مجموعی تاریخ میں اُن چند عورتوں کے چند واقعات نے کوئی اہم کردار ادا کیا ہے؟ کیا ان چند قصہ ہائے پارینہ نے ان کے مجموعی تمدن کو کوئی جلا بخشی ہے؟ تاریخ عالم کا جواب نفی میں ہوگا۔ سیاسی تاریخ کے علاوہ مذہبی کارناموں میں بھی چند خواتین کے علاوہ ان اقوام کا دامن خواتین کی خدمات سے خالی دکھائی دیتا ہے۔ تورات 'مریم اخت ہارون' پر بجا فخر کر سکتی ہے۔ 'ناصرہ مریم عزرا' کا مثالی کردار پیش کر سکتی ہے۔ مگر اس کے برعکس جب ہم اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایک نہیں ہزاروں خواتین اسلام کے واقعات ملیں گے کہ جنہوں نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دئے۔ جن کو تاریخ اسلام داد وتحسین پیش کرتی ہے۔ باقی تمام کارہائے نمایاں کو چھوڑ کر اگر ہم صرف جہاد کو ہی لیں تو ہماری قابل قدر صحابیات وتابعیات، تبع تابعیات اور دور جدید میں مسلمان خواتین نے جس شان اور خلوص سے اس میں حصہ لیا اس کی مثال ملنا ناممکن ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے ہمراہ بھی جنگ میں حصہ لیا اور ان کو مال غنیمت میں سے کچھ حصہ بھی دیا۔ (سنن ابی داوٗد، ترمذی)

ابتدائے اسلام میں نومسلموں پر کفار کی طرف سے جو ظلم وستم توڑے گئے ان کا تصور ہی رونگھٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ اور ظلم سے نہ ڈرنا، ظالم کے سامنے نہ جھکنا، اور حق کی خاطر اپنی جان تک کو قربان کر دینا ان عورتوں کا ہی جگرا تھا۔ ان عورتوں نے اپنی جان پر کھیل کر اسلام کے نام کو وہ رعنائی عطا کی کہ تاریخ انسانی ان کے مرتبے کو نہیں سمجھ سکتی۔ سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا وہ صحابیہ ہیں جن کو اسی فریضہ کی ادائیگی میں شہید کر دیا گیا۔ سیدہ

زیزہ رضی اللہ عنہا کو ابوجہل نے اس قدر مارا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں سیدہ ام فکیہیہ رضی اللہ عنہا کو عمر نے اتنا مارا کہ وہ مارتے مارتے تھک جاتے تھے مگر آپ رضی اللہ عنہ تھیں کہ اسلام پر ڈٹی رہیں۔

مسلمان عورتیں میدان جنگ میں پیچھے رہتیں۔گھوڑوں کی خدمت کرتیں، جنگ سے واپسی پر اپنے شوہروں کی خاطر مدارت کرتیں، اپنے اسلاف کے تاریخی کارناموں کو پڑھ کر سناتیں تاکہ مجاہدین اسلام کے دلوں میں اسلام کی عظمت بلند رہے اور ان کو احساس رہے کہ وہ کس عظیم قوم کے سپوت ہیں اور ان کا مشن کیا ہے؟ اس کے علاوہ ان کا کام تھا کہ وہ غنیم کے مقتول سپاہیوں کے ہتھیار کھول لیں یا بھاگتے دشمنوں کا پیچھا کر کے ان کو قیدی بنالیں۔عرب کا ایک مشہور شاعر جس کا نام عمرو بن کلثوم تھا وہ امت مسلمہ کی ان مجاہدات کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتا ہے:۔

ترجمہ:۔ ہماری صفوں کے پیچھے حسین گوری عورتیں ہیں ہم کو برابر ڈر رہتا ہے کہ ان کی اہانت نہ ہو، اور دشمن ان پر قبضہ نہ کرنے پائیں ان عورتوں نے میدان قتال میں جانبازی کا اپنے شوہروں سے عہد لیا ہے۔ وہ ہمارے ساتھ اس لئے رہتی ہیں تاکہ دشمنوں کے گھوڑے اور ہتھیار لے لیں اور دشمنوں کو گرفتار کرلیں، یہ جشم بن بکر کے خاندان کی عورتیں ہیں جن میں حسن کے ساتھ خاندانی عزت اور مذہب بھی ہو، وہ ہمارے گھوڑوں کی خدمت کرتی ہیں اور ان کا قول ہے کہ اگر تم ہمیں دشمنوں سے نہ بچا سکو تو پھر تم ہمارے شوہر نہیں۔ (عربی شاعر عمرو بن کلثوم کے کلام کا مفہوم)

کتب احادیث اور سیرت کے مقالات میں ایسی بہادر اور دلیر خواتین کے کارہائے نمایاں سے بھرے پڑے ہیں جنھوں نے اسلام کی حدود پر عمل کرتے ہوئے میدان حرب وضرب میں بے مثال کارنامے سرانجام دئے۔ان میں سے چند ایک بہادر

Marfat.com

خواتین کے کارنامے اس طرح ہیں۔

اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

آپ رضی اللہ عنہ اکثر غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رہیں۔غزوہ احد میں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھوں سے مشکیزے بھر بھر کر زخمیوں کو پانی پلایا۔زخمیوں کی مرہم پٹیاں کیں۔آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سیدنا ام سلیم رضی اللہ عنہ اور سیدنا ام سلیط رضوان اللہ علیہن بھی پیش پیش تھیں۔ان تمام بہادر عورتوں نے خوب دل کھول کر لشکر اسلام کی خدمت کی۔اس کے علاوہ ام سلیم اور انصار کی بہت سی عورتیں بھی مختلف معرکوں میں مسلمان فوج کے ہمراہ رہیں۔

سیدہ اُم ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ

میدان بدر مدینہ منورہ سے کافی دور واقع ہے یہاں پر اکیلی خاتون کو پہنچنا محال تھا مگر جب اسلام نے اپنی سر بلندی کے لئے پکارا تو عورتیں لبیک کہتی ہوئیں میدان بدر میں داخل ہوئیں ان خواتین میں سیدنا ام ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ سب سے نمایاں تھیں۔ان کا شوق شہادت دیدنی تھا۔وہ شوق شہادت سے لبریز رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی۔رسول اللہ ﷺ نے ان کو اسلامی حدود کو مدنظر رکھتے ہوئے اجازت نہ دی۔سیدہ ام ورقہ رضی اللہ عنہ کا جذبہ لائق صد تکریم تھا مگر ان کا گھر کی چار دیواری میں رہنا اس سے بھی بڑھ کر مقدم تھا اس لئے سردار رسل ﷺ نے فرمایا کہ تم گھر میں ہی رو اللہ تمہاری شہادت کا بندوبست تمہارے گھر میں ہی فرمادے گا۔

غزوہ اُحد میں خواتین اسلام

احد کے میدان میں بھی خواتین نے انتہائی شاندار کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور وہ مردوں کے شانہ بشانہ حصہ لیتی رہیں مگر انہوں نے کبھی بھی اسلام کی حدود کو

Marfat.com

عبور کرنے کی غلطی نہ کی۔ غزوۂ احد میں سیدہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ سیدہ برزہ بنت مسعود، سیدہ حمنہ بنت جحش، سیدہ ربیع بنت معوذ اور سیدہ ام عمارہ رضوان اللہ علیہن شامل تھیں۔ ان تمام خواتین نے میدان جنگ میں اپنے کاندھوں پر مشکیزے رکھ کر پانی کی فراوانی کو یقینی بنایا اور زخمی مجاہدوں کو پانی پلایا، ان کی مرہم پٹی کی، جب کافروں نے عام حملہ کر دیا۔ اہل کفر نے سیدنا مصعب بن عمیر کی شہادت پر رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ پھیلا دی تو مدینہ میں کہرام مچ گیا اور کئی خواتین مدینہ سے میدان جہاد میں پہنچ گئیں مگر جب انہوں نے رسول اللہ تعالیٰ ﷺ کو سلامت دیکھا تو اللہ کا شکر ادا کیا۔

جب تک اس جنگ میں مسلمانوں کا پلڑا بھاری تھا اس وقت تک تو سیدہ ام عمارہ نے زخمیوں کو پانی پلانے اور ان کی مرہم پٹی کا کام کیا۔ اسی لڑائی میں ان کے شاہر نامدار اور دو لخت جگر بھی داد شجاعت دے رہے تھے۔ جب مسلمانوں کی حالت نرم ہونے لگی تو انہوں نے مشکیزہ پھینک کر تلوار سونت لی ایسے میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ صرف چند سپاہی رہ گئے۔ ان تھوڑے سے لوگوں میں سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا بھی شامل ہو گئیں۔ کفار بار بار رسول اللہ ﷺ پر حملے کر رہے تھے مگر سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا دوسرے صحابہ کے ہمراہ حملہ آوروں کا منہ توڑ جواب دیتیں۔ ان پر تیر اندازی میں اپنے بھائیوں کی مدد کرتیں۔ اگر کوئی کافر رسول اللہ ﷺ پر حملہ کرتا تو وہ ان پر تلوار سے حملہ آور ہوتیں۔ رسول اللہ ﷺ کی گارڈ کی نفری کم سے کم تر ہو رہی تھی مگر آپ وہاں پر بڑے اعتماد سے معرکہ زن تھیں کہ اتنے میں ایک گھوڑ سوار نے رسول اللہ ﷺ پر حملہ کیا تو آپ نے اس پر اس زور سے حملہ کیا کہ گھوڑ سوار کے گھوڑے کا پاؤں کٹ گیا اور سوار خاک چاٹنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ یہ معاملہ دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فوراً آپ رضی اللہ عنہ کے فرزند سیدہ عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے عبداللہ ماں کی مدد کو پہنچو۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ فوراً پلٹا اور ماں کی مدد کے لئے حاضر ہوئے۔ مشرک زمین چاٹنے میں مست تھا کہ بیٹے نے ماں کی مدد کی اور کافر کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اتنے میں ایک اور کافر آگے آیا اور اس نے بیٹے کا ایک بازو زخمی کر دیا۔ ماں نے بیٹے کو فوراً پٹی کی اور میدان میں ڈٹ

Marfat.com

جانے کا حکم دیا۔ فرمانبردار بیٹا ماں کی دعائیں لے کر میدان میں کامیاب ہو گیا۔ اتنے میں ایک اور حملہ ہوا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمارہ بچنا یہ تمھارے بیٹے کو زخمی کرنے والا ہے۔ سیدنا ام عمارہ رضی اللہ عنہا اس کافر پر عقاب کی مانند جھپٹیں اور اس پر تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ کافر کے دو ٹکڑے ہو گئے یہ ماجراہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا واہ......عمارہ......واہ......تو نے اپنے بیٹے کا صحیح اور بہتر انداز میں بدلہ لیا۔

سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے سامنے ڈھال بن کر کھڑی ہوگئیں اتنے میں ایک اور مردود جس کا نام ابن قیمہ نے رسول اللہ ﷺ پر اپنا بھرپور حملہ کیا تو یہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں کہ جنہوں نے اس کے وار کو روکا مگر اس کا دوسرا وار رسول اللہ ﷺ کی ٹوپی میں پیوست ہو گیا جس سے آپ ﷺ زخمی ہو گئے۔ خون بہہ نکلا۔ اتنے میں سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا اس پر حملہ کرنے کے لئے تیار تھیں انہوں نے ابن قیمہ پر بھرپور وار کیا مگر اس کے دوہری زرہ پہن رکھی تھی جس کی وجہ سے سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا کی تلوار کا وار ضائع گیا تو ابن قیمہ فرار ہونے کا موقع مل گیا۔ مشرک نے بھاگتے ہوئے عمارہ رضی اللہ عنہا پر ایک سخت وار کیا جس سے آپ رضی اللہ عنہ زخمی ہوگئیں۔ جب جنگ ختم ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا کی بہت زیادہ تعریف فرمائی۔ ان کے گہرے زخم پر آپ ﷺ نے خود پٹی باندھی۔ سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے اللہ کے رسول آپ ﷺ میرے لئے دعا فرمائیں کہ جنت میں بھی میرا ساتھ آپ ﷺ کے ہمراہ ہو تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے دعا فرمائی تو آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی اس دعا سے بہت خوش ہوئیں اور زبان سے ادا فرمایا کہ اب مجھے اس دنیا میں کسی شے کی تمنا نہیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی میدان بدر میں آگئیں انہوں نے والد گرامی ﷺ کے زخموں کو دھویا اور گہرے زخموں میں کھجور کے پتے جلا کر ان کی راکھ بھر دی جس کی وجہ

Marfat.com

سے پیشانی مبارک کا خون تھم گیا۔ ان ہی صحابیات رضی اللہ عنھن میں سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کا جذبہ میں لائق صد تحسین تھا۔ آپ اپنے کم سن بیٹے کے ہمراہ میدان عمل میں موجود تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے میدان جنگ میں زخمیوں کے پانی پلایا، بلکہ آپ زیادہ زخمیوں کے پاس جاتیں اور ان کے مونہہ میں پانی ڈالتیں تھیں۔ آپ نے مجروحین کی مرہم پٹی کی، ان کے آرام کے لئے خوب محنت سے کام کیا اور شہداء کے دفن کے لیے قبریں کھودنے میں اہم کردار ادا کیا۔ سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے جنگ یمامہ میں بھی بڑی بہادری سے مقابلہ کیا کہ بارہ زخم کھائے اور ایک ہاتھ بھی شہید ہو گیا مگر اسلام کے پرچم کی سر بلندی کے لئے میدان عمل میں مورچہ زن رہیں۔ (اُسوۂ صحابیات)

سیدہ حمنہ رضی اللہ عنہا بنت جحش کی دلیری

میدان احد امت مسلمہ کے لئے سخت امتحانات لے کر نازل ہوا مگر امت مسلمہ کی دلیر قوم نے ان امتحانات کو بڑے دل گردے سے برداشت کیا۔ سیدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ آپ کے شوہر نامدار (یعنی سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ) رسول اکرم ﷺ کے ہم شکل تھے۔ اس لڑائی میں ان کے ماموں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ بھائی سیدنا عبداللہ اور شوہر سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ لڑائی کے فوراً بعد آپ میدان میں آئیں اور سیدھی رسول اکرم ﷺ سے ملیں، رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اے حمنہ! تم اپنی قربانیوں کا صلہ اللہ تعالی سے مانگو۔ آپ نے درخواست کی اے اللہ کے رسول کس کی موت کا صبر میں اللہ جل شانہ سے طلب کروں؟ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ تمھارے ماموں شہید ہو گئے ہیں، انہوں نے "انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔" پڑھا اور ان کی مغفرت کی دعا فرمائی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے شہادت کی موت مبارک کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا کہ اے حمنہ! اللہ تعالیٰ سے اجر طلب کرو...... آپ نے پوچھا آقا کس کا صبر میں اللہ سے طلب کروں؟ ۔ فرمان ہوا کہ تمھارا بھائی شہید ہو گیا ہے انہوں نے پھر انا للہ وانا الیہ

Marfat.com

راجعون پڑھا اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کو شہادت کی موت مبارک کرے۔

تیسری مرتبہ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے حمنہ! اللہ تعالیٰ سے اجر طلب کرو۔ پھر گذارش کی گئی کہ یا رسول اللہ ﷺ میں کس کا صبر اللہ تعالیٰ سے طلب کروں؟ جواب ملا کہ تمھارا شوہر شہید ہوگیا ہے۔ یہ سن کرانہوں نے پہلے تو صد افسوس کہا اور پھر ان کی ایک چیخ نکل گئی جس کو سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیوی کے دل میں اپنے شوہر کے لئے ایک مقام ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ تم نے اس طرح غم کا اظہار کیوں کیا؟ تو سیدہ حمنہ رضی اللہ عنہا نے گذارش کی میں مجھے ان کے بچوں کے یتیم ہونے کا غم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ حمنہ رضی اللہ عنہا اور اس کے یتیم بچوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان کو صبر جمیل اور حوصلہ عطا فرمائے۔ آپ ﷺ کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت کا درجہ عطا فرمایا اور وہ بڑے صابر، شاکر اور بہادر ہوئے۔

سیدہ ہند رضی اللہ عنہا بن عمرو بن حرا

سیدہ ہند رضی اللہ عنہا بن عمرو بن حرام نے بھی میدان احد میں بڑے دل گردے اور صبر کا مظاہرہ کیا۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے سچے عاشقوں میں سے ہیں۔ ان کے عشق کی حدیں بہت زیادہ گہری اور پکی تھیں۔ میدان احد کی پہلی لڑائی میں آپ کے شوہر سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ بن جموع، بیٹے سیدنا خلاد بن عمرو رضی اللہ عنہ، اور بھائی سیدنا عبداللہ بن عمرو رضوان اللہ علیہم انتہائی جرات اور بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ جب ان کو اپنے شوہر، بھائی اور بیٹے کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے خبر لانے والے سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟۔ خبر لانے والے نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں' انہوں کہا کہ اگر اللہ کا رسول ٹھیک ہے تو پھر مجھے کسی کا غم نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ میدان احد میں تھیں' سب سے پہلے ان کی نظر رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

پر پڑی تو انہوں نے ان ﷺ کو دیکھ کر کہا کہ آپ ﷺ سلامت ہیں تو دنیا کی تمام مصیبتیں کچھ بھی نہیں ہیں۔

مؤرخین کا اس بارے میں خیال ہے کہ غزوہ احد میں یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی کہ کفار کے ساتھ معرکہ میں اہل مکہ کے جیالوں نے رسول اللہ ﷺ کو شہید کر دیا ہے (معاذ اللہ) اس خبر کا سننا تھا کہ مدینے میں ایک کہرام برپا ہو گیا اہل مدینہ شہر سے باہر نکل آئے ان میں ہر عمر کے افراد تھے مگر زیادہ تعداد خواتین کی تھی ان افراد میں سیدہ ہند بنت حزام رضی اللہ عنہا بھی تھیں ان کا تعلق قبیلہ بنو انصار سے تھا۔ جس کا بھائی، بیٹا اور خاوند بھی میدان احد میں داد شجاعت دے رہے تھے۔ اس لڑائی کے دوسرے معرکہ میں اس خاتون کے گھرانہ کے تمام مرد شہید ہو گئے تھے۔ ان کو ان کی شہادت کی خبر بھی مل چکی تھی۔ یہ خاتون بھی میدان اُحد کی طرف چل نکلیں، راستہ میں جو بھی صحابی ملتا تو آپ ان سے میدان جنگ کا حال پوچھتیں اور سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی خیریت کا تذکرہ ضرور ہوتا۔ ملنے والوں میں اس شیر دل خاتون کو کوئی اس کے بھائی کی شہادت کی خبر دیتا اور کوئی ان کے شوہر کی شہادت کی خبر دیتا مگر ان کا ان سے یہ سوال ہوتا تھا کہ آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کا حال بتائیں وہ کیسے ہیں؟ صحابہ جواب دیتے کہ وہ بالکل خیریت سے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی خیریت کی خبر سن کر وہ کہنے لگیں اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ خیریت سے ہیں۔ پھر انہوں نے ایک صحابی سے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کروائی جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نیک سیرت خاتون کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ جونہی انکی نظر رسول اللہ ﷺ کے مبارک چہرے پر پڑی تو ان کا بھی چہرہ کھل اٹھا اور ساتھ ہی انہوں نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول آپ کے ہوتے ہوئے میں اپنے شوہر، بیٹے اور بھائی کے غم کو برداشت کر سکتی ہوں۔ ﴿سیرت ابن ہشام﴾

Marfat.com

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی بہادری

غزوہ خندق میں جب کفار مکہ اپنے تمام لاؤلشکر کے ساتھ مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوئے اور انہوں نے مدینہ کے چند منافقین کو بھی اپنے ساتھ ملالیا۔ رسول اللہ ﷺ نے انتہائی احتیاط کے ساتھ مدینہ کی شیرازہ بندی کی۔ جب تمام مجاہدین اسلام خندق پر متعین ہو گئے تو آپ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو یہودیوں کی غداری سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک قلعہ میں بند کرنے کا حکم دیا اور ان قلعے کی قیادت شاعر رسول ﷺ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کو سپرد کردی۔ اس قلعہ میں مسلمانوں کی تمام خواتین تھیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں۔ اس وقت اہل مدینہ کے نواح میں موجود یہودیوں کے ارادہ کیا کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کی پشت کی طرف سے حملہ کیا جائے ان کو خبر مل چکی تھی کہ اس قلعہ میں مسلمانوں کے بچے اور خواتین موجود ہیں۔ اگر ان پر حملہ کر کے ان کو قیدی بنالیا جائے تو وہ مسلمانوں کو زیر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے اہل مکہ سے معاہدہ بھی کر رکھا تھا۔

لہٰذا انہوں نے اپنا ایک جاسوس صورتحال کا مشاہدہ کرنے کے لئے بھیجا اس جاسوس پر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی نظر جم گئی۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے فوراً صورتحال کو بھانپ لیا اور قلعہ کے کمانڈر سیدنا حسان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جاؤ اور اس یہودی کو قتل کردو جو ہما قلعہ کی طرف آرہا ہے۔ یہ سن کر سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر مجھ میں اتنی ہمت ہوتی تو میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ میدان جنگ میں ہوتا یہاں نہ ہوتا یہ سن کر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خیمہ کا کھونٹا نکالا اور اس یہودی پر حملہ کردیا۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک بہادر خاتون تھیں آپ کے ایک ہی وار سے وہ یہودی ڈھیر ہو گیا اور آپ نے تلوار سے اس کا سر قلم کر کے قلعہ کی دیوار نیچے یہودیوں کی طرف پھینک دیا یہ سر دیکھ کر یہودیوں کو یقین ہو گیا کہ اس وقت اس قلعہ میں ایک بہت بڑی فوج مسلمانوں نے روک رکھی ہے جو بوقت ضرورت کام میں لائی جاسکتی ہے لہٰذا انہوں نے اپنے ناپاک

Marfat.com

ارادہ سے توبہ کرلی۔ (اسد الغابہ)

سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا

سیدہ اُم عمارہ رضی اللہ عنہا ایک مشہور صحابیہ ہیں۔ ہجرت سے قبل ایک مقام پر جب مدینہ کے مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ اسلام کی خاطر یہ سب سے پہلی چھوٹی جماعت تھی جس نے اسلام کی خدمت کرنے کا عزم ظاہر کیا تھا اس جماعت میں یہ واحد خاتون ہی تھیں۔ انہوں نے کفار سے چھپ کر اشاعت اسلام کے لئے خوب کام کیا۔ اسلامی تاریخ میں اس واقعہ کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے اور یہ واقعہ بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہوا۔

جب رسول اللہ ﷺ ۶ ہجری میں حج کی غرض سے مکہ تشریف لائے حدیبیہ کے مقام پر آپ نے اہل مکہ کو مطلع کرنے کا پروگرام بنایا اور اس کے لیے آپ ﷺ نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ تھوڑی دیر بعد مسلمانوں کو اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ کے سفیر کو شہید کر دیا گیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ایک ببول کے درخت کے نیچے تمام مسلمانوں سے بیعت لی۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ اور اس بیعت میں بھی سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہ شامل تھیں۔ انہوں نے اپنے شوہر سیدنا زید بن عاصم رضی اللہ عنہا کے ہمراہ بہت سے غزوات میں شامل ہوئیں۔ غزوہ اُحد میں بھی شامل تھیں اور اس وقت جب مسلمانوں کی پلڑا جھک گیا تو انہوں نے بڑی بہادری سے کفار کا مقابلہ کیا؟ انہوں نے ایک لاٹھی تھام لی اور کافروں پر حملہ کرنے لگیں۔ اسی اثناء میں ان کو ایک تلوار مل گئی اور انہوں نے اس تلوار سے مسلح ہو کر رسول اللہ ﷺ پر حملہ کرنے والوں کو منہ توڑ جواب دیا۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئیں۔ اس روز آپ کو بہت زیادہ زخم آئے مگر انہوں نے ان زخموں کو کوئی اہمیت نہ دی۔ کیونکہ قدرت نے اس وقت ان کے کندھوں بڑی بھاری ذمہ داری ڈال رکھی تھی اور وہ ذمہ داری رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کے حملوں کو ناکام بنانا تھا

Marfat.com

۔آپ رضی اللہ عنہ نے اس میدان میں اپنی ذمہ داری کو انتہائی محنت اور جانفشانی سے نبھایا اور بہادری کی ایک نئی تاریخ رقم کی۔(اسد الغابہ)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی آپ نے میدان جنگ میں جرأت و بہادری کو اپنے ہاتھوں سے نہ چھوٹنے دیا۔مسیملہ کذاب کے خلاف لڑی جانے والی جنگ میں انہوں نے بڑی محنت اور بہادری سے معرکہ آرائی کی۔اس جنگ میں ان کا ایک ہاتھ بھی شہید ہوا مگر انہوں نے اپنی ہاتھ کے شہید ہو جانے کے بعد بھی آرام نہ کیا اور میدان جنگ میں مصروف عمل رہیں۔اس کے علاوہ جنگ یمامہ میں ان کے جسم پر بارہ شدید قسم کے زخم آئے۔

یہ جنگ یرموک میں بھی شامل تھیں چونکہ فاروقی دور میں لڑی گئی۔اس وقت ان کا ایک ہاتھ شہید ہو چکا تھا مگر پھر بھی ان کے حوصلہ نے ان کو میدان جنگ میں کھڑا کر دیا ۔یہ پہلی جنگ تھی جس میں مسلمانوں نے عرب سے نکل کر اس وقت کی سپر پاور سے ٹکراؤ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔یہ خونخوار جنگ رومیوں کے خلاف لڑی گئی تھی۔اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی مگر انہوں نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے رومیوں کے پاؤں اکھاڑ دیئے۔اس کے بعد مسلمانوں کو قادسیہ کے مقام پر ایک بڑی خونخوار جنگ کا سامنا کرنا پڑا اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ثابت قدم رکھا۔اس معرکہ میں کئی ہزار مسلمان شہید اور زخمی ہوئے اس معرکہ میں بھی مسلمان خواتین شامل تھیں۔عورتوں نے شہداء کی قبریں کھودیں۔ان کے کفن دفن کا بندوبست کیا۔ان کی مدد کے لئے بچے بھی ان کے ہمراہ تھے جنہوں نے ان خواتین کی بھرپور مدد کی۔قادسیہ کی لڑائی میں عورتوں کا جذبہ بہت زیادہ بلند تھا۔

ایرانیوں کے ساتھ مسلمانوں کا ایک کانٹے دار مقابلہ ہوا جس کو جنگ جسر کا نام دیا گیا ہے۔اس میں جزوی طور پر مسلمانوں کو نفری کی کمی کی وجہ سے معمولی سی ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا مگر بعد میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی۔اس کے بعد جنگ

Marfat.com

بویب بھی ایک ہولناک معرکہ تھا۔اس میں مسلمانوں کے ہاتھ ایرانیوں کا ایک بڑا راشن ڈپو آ گیا۔اس وقت مسلمانوں کی قیادت سیدنا مثنیٰ رضی اللہ عنہ کر رہے تھے انہوں نے تمام سامان رسد کو اونٹوں اور گھوڑوں پر لدوایا تاکہ اس کو اس جگہ پر رکھا جائے جہاں خواتین اور بچے مقیم ہیں۔اس جنگ میں خواتین اور بچوں کو میدان جنگ سے بہت پیچھے رکھا گیا تھا تاکہ وہ جنگ کے پہلے شعلوں سے بچے رہیں۔جب ان بہادر خواتین نے اپنے خیموں کی طرف ایک لشکر کو آتے دیکھا تو انہوں نے اپنے خیموں کی چوبیں نکال لیں اور سروں پر مردوں کی طرح اپنے دوپٹے باندھ کر لڑائی کے لئے تیار اور ہوشیار ہو گئیں۔ جب سامان رسد کے کمانڈر نے دیکھا کہ مسلمان خواتین ان سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں تو اس نے آواز لگا کر کہا کہ میں مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری لے کر آیا ہوں اور ساتھ ہی تمہارے لئے یہ راشن لے کر آیا ہوں۔مجھے فخر ہے کہ مسلمان خواتین کو اس طرح کا ہی بہادر ہونا چاہئے تھا۔﴿تاریخ طبری﴾

سیدہ اروئی بنت حارث رضی اللہ عنہا:

جنگ میسان بھی بہادر مسلمانوں خواتین کے لئے ایک نیا امتحان لے کر آیا۔ دریائے دجلہ کے کنارے مسلمانوں او راہل میسان کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی۔مسلمانوں کی ظاہری حالت کچھ نرم تھی،اس کے پیش نظر سپہ سالار سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے عورتوں اور بچوں کو میدان جنگ سے بہت پیچھے چھوڑ دیا تھا۔دونوں افواج کے درمیان گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے۔ادھر کیمپ کی صورتحال بھی کچھ نئی تھی تمام خواتین بے تاب ہیں کہ کس طرح میدان جنگ کی خبر ملے۔سیدہ اروئی بنت حارث رضی اللہ عنہا جو طبیب العرب کلدہ کی پوتی تھیں انہوں نے عورتوں کو جوش دلانے کے لئے ایک تقریر کی کہ اگر ہم اپنے مردوں کی مدد کریں تو بہت بہتر ہے۔اس کی تقریر کا مسلمان عورتوں پر بہت زیادہ اثر ہوا۔کیمپ میں موجود تمام عورتیں میدان جنگ میں جانے کے لئے تیار ہو گئیں۔سیدنا اروئی رضی اللہ عنہا نے تمام عورتوں کی قیادت سنبھالی انہوں نے

Marfat.com

اپنے دوپٹے کو پھاڑ کر پرچم بنائے تمام خواتین نے اپنے چہروں پر نقاب پہن لئے اور یوں جری خواتین کا ایک عظیم لشکر معرض وجود میں آ گیا۔ یہ لشکر میدان جنگ کی طرف چل دیا۔ ادھر میدان جنگ میں دونوں ٹیموں کے مجاہد دل توڑ کر لڑائی لڑ رہے تھے۔ جب خواتین کا یہ عظیم لشکر قتل گاہ کے نزدیک پہنچا تو اس میں مسلمانوں نے دیکھا کہ اس لشکر میں کئی اسلامی پرچم لہرا رہے ہیں انہوں نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے خلیفہ کی طرف سے ان کی کمک آ گئی ہے۔ جب اس لشکر پر اہل میسان کی نظر پڑی تو ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ ان کے اٹھتے ہوئے بازو تھم گئے اور چند ساعتوں میں وہ میدان جنگ کو خالی کر گئے۔ اگر مسلماں خواتین اتنی جرأت و بہادری کا مظاہرہ نہ کرتیں تو شاید کئی دن تک مسلمان اہل میسان کو زیر نہ کر سکتے۔

خواتین اسلام جنگ اجنادین میں:

جنگ اجنادین میں بھی خواتین کے کارنامے کچھ کم نہ تھے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی قیادت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ ابتدائی لڑائی میں مسلمانوں کا پلہ بھاری تھا اور اہل دمشق مسلمانوں کا زور توڑنے اور اپنی کمک کو اکٹھا کرنے کی غرض سے وہ قلعہ بند ہو گئے۔ نوے ہزار رومی مسلمانوں نے معرکہ آرائی کے لئے اجنادین کی طرف بڑھ رہے تھے جبکہ مسلمانوں کی فوج پورے شام میں منتشر تھی۔ دونوں سالاروں نے باہمی مشورے سے تمام فوج کو ایک جگہ پر جمع کرنے کا ارادہ کیا اور تمام مسلمان کمانڈروں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ فوراً اجنادین کی سرزمین پر پہنچ جائیں۔

جب کچھ فوج اکٹھی ہو گئی تو فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا گیا۔ ایک حصہ کی قیادت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لی اور دوسرے حصہ کی قیادت سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی۔ سیدنا خالد بن ولید فوج کو لے کر آگے آگے بڑھے جبکہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی فوج میں بچے اور خواتین تھیں وہ پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ مسلمانوں

Marfat.com

کے دونوں لشکر اپنی منزلوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جب شامیوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کے لشکر بڑے سکون سے حرکت کر رہے ہیں تو انہوں نے مسلمانوں پر شب خون مارنے کا منصوبہ بنایا اور اسی اثناء میں قیصر روم کی مدد بھی پہنچ گئی۔ کمک نے آگے سے اور شامی فوج نے عقبی سمت سے مسلمانوں کے قافلہ پر حملہ کر دیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ شامی مسلمان فوج کو گاجر مولی کی طرح کچل ڈالتے مگر مسلمانوں نے بڑی بہادری دکھائی اور بڑے اطمینان سے میدان جنگ میں کود گئے۔ سیدنا خالد بن ولید کے دستے نے کامیابی حاصل کی مگر انہیں اس بات کا علم نہ ہو سکا کہ عورتوں اور بچوں پر بھی حملہ ہوا ہے۔ اور شامیوں نے مسلمانوں کے عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا اور ان کو دمشق کی طرف لے گئے ہیں۔

مسلمان عورتوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو ان کی نظر ایک نوجوان بہادر خاتون سیدہ خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا پر رک گئی۔ خولہ نے تمام مسلمان خواتین کو للکارا کہ تم عرب کے غیور مجاہدوں کی عزت ہو کیا تم یہ پسند کرو گی کہ تمھاری عزت سے تمھارے مردوں کے دشمن کھیلیں۔ کیا تم عرب کی شجاعت کو داغ لگانا چاہتی ہو؟ اپنے بھائیوں کے سر شرم سے جھکانا چاہتی ہو؟ ایسی زندگی سے تو موت ہی بہتر ہے۔ سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا کے ان چند جملوں نے تمام خواتین میں آگ لگا دی انہوں نے خیموں کی لکڑیاں تھام لیں۔ اور سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا کی قیادت میں اسلامی خواتین کا یہ لشکر پل بھر میں تیار ہو گیا۔ انہوں نے شامیوں پر ہلہ بول دیا اور چند ساعتوں میں تیس سے زائد کافر تڑپنے لگے۔ اس کے بعد دونوں طرف سے باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی۔ دمشقیوں کے قدم اکھڑ رہے تھے کہ اتنے میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ادھر آ نکلے۔

ان کے بڑھتے ہوئے قدموں کو دیکھ کر بزدل دشمن کی جان نکل گئی اور وہ پسپا ہونے لگے۔ تو مسلمانوں نے پیچھے ہٹتے ہوئے کافروں پر پورے زور سے حملہ کیا اور ان کی رہی سہی کسر نکال کر رکھ دی۔ لشکر میں شامل مسلمانوں کی تمام خواتین شمشیر زنی،، تیر

Marfat.com

اندازی اور گھڑ سواری میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھیں انہوں نے با قاعدہ جنگی تربیت حاصل کی تھی کہ بوقت ضرورت وہ اپنی عزت کو بچاسکیں۔

جنگ یرموک اور خواتین واسلام:

یرموک کی لڑائی میں مسلمانوں کو ایک ٹڈی دل فوج سے ٹکرانا پڑا اس معرکہ میں مسلمانوں کی تعداد چالیس ہزار تھی جبکہ رومیوں کی تعداد دولاکھ سے بھی زائد تھی۔ دشمنوں کا یہ سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور مسلمان اللہ تعالیٰ سے اپنی مدد اور نصرت کی دعائیں کررہے تھے۔ عیسائیوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی تھی اور ان کا جذبہ جنگ بھی بڑا دیدنی تھا۔ اس لڑائی میں بیس ہزار عیسائیوں نے خود کو زنجیروں میں باندھ رکھا تھا تاکہ دباؤ پڑنے پر وہ میدان سے بھاگ نہ جائیں۔ باقاعدہ جنگ شروع ہوئی۔ ابتدا میں مسلمان سپاہی انسانوں کے طوفان میں گم ہو گئے مگر تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے باہر نکلنے کا راستہ تلاش کر لیا۔ لیکن ابھی مسلمان اپنے اردگرد کا معائنہ ہی کر رہے تھے کہ فوج کے دائیں بازو پر دباؤ بڑھ گیا۔ یہ پیچھے ہٹتا رہا یہاں تک کہ خواتین کے خیموں تک مسلمانوں کا لشکر آ گیا۔ جب عورتوں نے اپنے خیموں کے نزدیک رومی سپاہیوں کے ناپاک قدم دیکھے تو ان کے غصہ کی انتہا نہ رہی' چنانچہ تمام خواتین لاٹھیوں اور تلواروں سے مسلح ہوکر رومیوں پر حملہ آور ہوئیں اور ان کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روک دیا اتنے میں دائیں طرف سے سیدنا خالد بن ولید ادھر نکل آئے اور انہوں نے دشمن کی اس ہرزہ سرائی اور مسلمان خواتین کی بہادری کو دیکھا۔ بہادر خواتین نے شعر پڑھ پڑھ اپنے مردوں کی غیرت کو جگایا اور دشمن پر اس سرعت سے حملہ کیا اور اپنے مردوں کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل گئیں۔ اسی اثناء میں پیچھے ہٹتے مجاہد بھی سنبھل گئے اور انہوں نے خواتین کی مدد سے دشمن پر ایسا وار کیا کہ دشمن ناک کے بل گرا اور پھر اٹھ نہ سکا۔ اس معرکہ میں سیدہ ام حکیم رضی اللہ عنہ، سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا، سیدہ اسماء بن ابی بکر رضی اللہ عنہا، خولہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ، سیدہ سلمٰی بن ہاشم، اور سیدہ عفیرہ

Marfat.com

بنت عفارہ رضوان اللہ علیہن قابل ذکر تھیں۔ اس لڑائی میں سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے ہمراہ اپنے گھوڑے پر سوار تھیں اور ان کے ساتھ بڑی بے جگری سے لڑ رہی تھی۔ ﴿تاریخ طبری﴾

سیدہ رفیدہ رضی اللہ عنہا کی بہادری

سیدہ رفیدہ رضی اللہ عنہا جو کہ ام رفیدہ رضی اللہ عنہا کے نام سے بھی موسوم تھیں یہ بڑی بہادر اور صابرہ اور شاکرہ خاتون تھیں۔ آپ کا پیشہ بڑا ہی مقدم اور محترم تھا۔ یہ طب کا کام کرتیں تھیں۔ لوگوں کے علاج معالجہ میں ان کو کمال حاصل تھا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور تعاون سے ایک خیمہ بنا رکھا تھا جس میں مسلمان غازیوں کا علاج کیا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ان کے پاس آتے تو ان کو بہت زیادہ دعائیں دیا کرتے تھے۔ ان کے پاس جو بھی مریض ہوتا یہ اس کا بڑی محنت اور جانفشانی سے علاج کرتیں۔ ان کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے بڑی شفا رکھی ہوئی تھی اور جو بھی ان کا مریض ہوتا وہ جلد ہی ٹھیک ہو جایا کرتا تھا۔ جنگ کے دنوں میں ان کے خیمہ کہ خیمے کو ہسپتال کا درجہ مل جاتا۔ ان کی مدد کرنے کے لئے اور بھی بہت سی صحابیات تیار ہو جاتیں ان میں سیدہ صفیہ، سیدہ ام عمارہ، سیدہ ام سلیط، سیدہ سمیراہ بن قیس، سیدہ کبشہ بنت رافع اور سیدہ ام العلاء رضوان اللہ علیہم اور اس کے علاوہ اور بہت سی خواتین اس ہسپتال کے ارکان تھیں۔ ان تمام خواتین کی جانفشانی اور محنت سے جنگی مجروحین جلد ہی ٹھیک ہو جاتے تھے۔

غزوہ خیبر

غزوہ خیبر ایک بہت بڑا معرکہ تھا جس میں شرکت کے لئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا تو صحابہ کرام کے ہمراہ خواتین اسلام نے بھی جانے کے اجازت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دی، ان خواتین میں سیدہ امیہ رضی اللہ عنہا پیش پیش تھیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا اے اللہ کے

Marfat.com

رسول میں میدان جنگ میں ناچتی ہوں، میں مسلمانوں کو پانی پلاؤں گی ان کا کھانا بناؤں گی اور زخمیوں کی مرحم پٹی کروں گی للہذا مجھے جنگ پر جانے کی اجازت دی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس دلیر خاتون کے جذبہ کو دیکھتے ہوئے جنگ میں شرکت کی اجازت عطا فرمادی۔ ان کو دیکھ کر اور بھی بہت سی خواتین نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گذارش کی کہ وہ بھی جانا چاہتی ہیں جن کے جذبات کو دیکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے کل سترہ خواتین اسلام کو خیبر کے غزوہ میں جانے کی اجازت دی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ اس معرکہ میں ٦٦ خواتین کا ایک جری دستہ شامل تھا۔ ان میں وہ خواتین بھی شامل تھیں جو طب کا کام کرتیں تھیں اور بوقت ضرورت زخمیوں کا علاج کرنے میں مہارت رکھتی تھیں ان تمام کو رسول اللہ ﷺ نے جنگ میں جانے کی اجازت عطا فرمائی۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ غزوہ خیبر میں فوج کے ہمراہ چھ خواتین ایسی بھی تھیں جن کا کسی کو علم نہ تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو ان کا علم ہوا تو آپ ﷺ غصہ کی حالت میں ان سے فرمایا کہ تم کو کس نے فوج کے ہمراہ آنے کی اجازت دی تھی؟ ان تمام عورتوں نے نہایت ادب سے گذارش کی کہ ہمارے پاس ادویات ہیں، ہم زخمیوں کی مرہم پٹی کریں گی۔ ان کے بدن سے تیر نکالیں گی، کھانے کا بندوبست کرنے میں انکی مدد کریں گی۔ یہ جذبات دیکھ کر آپ ﷺ نے ان کو لڑائی میں حصہ لینے کی اجازت دے دی۔ جب اللہ تعالیٰ نے خیبر کے دروازے مسلمانوں کے لئے کھول دیئے اور مسلمانوں کو بہت سارا مال غنیمت حاصل ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے سپاہیوں کے ہمراہ ان خواتین کو بھی مال غنیمت میں سے برابر حصہ عطا فرمایا۔

سیدہ ام زیاد اشجعیہ رضی اللہ عنہ نے دوسری کئی خواتین کے ہمراہ خیبر کی لڑائی میں چرخہ کات کر لشکر اسلام کی مدد کی وہ میدان جنگ سے تیر اٹھا کر لاتیں ان کو سیدھا کرتیں، اور اپنے سپاہیوں کے حوالے کرتی۔ سپاہیوں کو ستو گھول کر پلاتیں اور زخمیوں کی حوصلہ افزائی کرتیں۔ (تاریخ طبری)

Marfat.com

سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کی بہادری اور میدان حنین

۸ ہجری میں جب اسلامی لشکر حنین کے لئے روانہ ہوا تو اس لشکر میں مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ کئی مسلمان اس گمان کا شکار ہو گئے کہ بدر میں ہم تھوڑے تھے اور کفار زیادہ تھے اور جب کہ آج اس لڑائی میں ہم زیادہ ہیں اور کفار کی تعداد کم ہے اس معرکہ میں بھی بہت سی خواتین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر شامل تھیں۔ جب اسلام کا یہ لشکر بنو ہوازن کے علاقہ میں پہنچا تو ان کے ماہر تیر اندازوں نے مسلمانوں کے لشکر پر بڑای بھاری تیر اندازی کی۔ اس تیر اندازی سے مسلمانوں کی صفیں الٹ کر رہ گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار پھر میدان احد کی مانند تنہا رہ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر جاری تھا کہ اے لوگو میں اللہ کا رسول ہوں، میں اللہ کا رسول ہوں، میں جھوٹ نہیں بولتا میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔ قریب ہی یہ الفاظ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سن رہے تھے، تو انہوں نے اسلامی لشکر کو اکٹھا کرنے کے لئے آواز دی تو ان کی آواز سن کر بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم واپس پلٹے اور ایک بار پھر جم کر بنو ہوازن کا مقابلہ کرنے لگے۔

اس سارے معرکہ میں سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں ایک خنجر تھا جس کو انہوں نے اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ انہوں نے اسی خنجر سے دشمنان اسلام کا مقابلہ کیا۔ اور جب لڑائی کا زور کم ہوا ان کے شوہر سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آئے انہوں نے اپنی بیوی کو وہاں چاق و چوبند کھڑے دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور دریافت کیا کہ تم اس خنجر سے کیا کرو گی؟ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیا کہ اگر کوئی دشمن اسلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہو گا تو میں اس کا پیٹ چاک کر دوں گی اور اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں آنے دوں گی۔ یہ جواب سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کی بہادری کو داد و تحسین سے نوازا۔

سیدہ خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کی بہادری

سیدہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت ایک لشکر دمشق کی طرف روانہ کیا گیا تو اس لشکر میں ایک گھر کے دو افراد تھے جن میں بہن بھائی کا رشتہ تھا۔ دونوں بڑے بہادر اور جری تھے ان کی بہن کا نام سیدہ خولہ بنت ازرو' جبکہ بھائی کا نام سیدہ ضرار بن ازور رضی اللہ عنہا تھا۔ اسلامی لشکر پہلے قدم سے ہی اپنی فتوحات کے علم گاڑتا ہوا دمشق تک جا پہنچا۔ اہل دمشق شہر میں محصور ہو گئے۔ اسلامی لشکر کے سپہ سالار کو اطلاع ملی کہ دمشق کی مدد کے لئے ایک امدادی لشکر آ رہا ہے۔ اس امداد کو روکنے کے لئے کمانڈر نے سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کو پانچسو آدمیوں کا ایک لشکر دے کر بھیجا کہ امداد کو راستہ میں ہی روک لو جب یہ لشکر متوقع راستہ پر پہنچا تو سامنے سے ایک بہت بڑا لشکر آ رہا تھا جس کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے مشورہ دیا کہ کمانڈر سے مدد طلب کی جائے مگر کچھ مجاہد شہادت رضوان اللہ علیہم کے جذبہ سے شرشار تھے انہوں نے دشمن سے ٹکر لینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ امیر لشکر نے ان کا کہا مانا اور دشمن سے ٹکرا گئے۔ مسلمان لشکر تعداد میں رومیوں سے بہت کم تھا مگر پھر بھی ان کی بہادری نے رومیوں کے قدم اکھاڑ دئے اور لڑائی کے آخری مرحلہ میں سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کو ٹھوکر لگی جس کی وجہ سے یہ گھوڑے سے گر گئے اور ان کو رومیوں نے گرفتار کر کے فوراً سخت پہرہ میں حمص کی طرف بھجوا دیا۔ اسلامی لشکر نے لڑائی روک کر امیر لشکر سیدنا خالد بن ولید کو صورتحال سے آگاہ کیا تو تو انہوں نے وہاں ایک ہزار کا لشکر چھوڑا اور خود معرکہ گاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب اسلامی لشکر معرکہ گاہ کے نزدیک پہنچا تو لوگوں نے دیکھا کہ سرخ رنگ کے کپڑوں میں ملبوس ایک نقاب پوش بڑی تیزی سے میدان کی طرف بڑھ رہا تھا۔

صورتحال کو جاننے کا وقت نہ تھا۔ یہ سوار رومی لشکر میں گھس گیا اور انتہائی جانداری سے لڑا۔ وہ جدھر جاتا دشمن کائی کی مانند پیچھے ہٹ جاتا۔ اس کی بہادری کو دیکھ

Marfat.com

کر امیر لشکر ابن ولید حیران تھے کہ اتنا بڑا بہادر اور نقاب میں کون ہے؟ لہٰذا وہ اس کے نزدیک گئے اور اس سے کہا کہ تو اتنا بہادر ہے اور نقاب تجھے زیب نہیں دیتا۔ مگر وہ نقاب پوش خاموش ہی رہا پھر جب کمانڈر نے دوسری بار پوچھا تو اس نقاب پوش نے قریب آ کر کہا کہ میں سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کی بہن خولہ ہوں۔ جب مجھے بھائی کی گرفتاری خبر ملی تو میں بے چین ہوگئی اور میں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گی جب تک اپنے بھائی کو آزاد نہیں کروالیتی۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جرات مند بہن کو حوصلہ دلایا اور کہا کہ جب تک میں ایک بھی مسلمان زندہ ہے وہ اپنے امیر کی رہائی کے لئے لڑے گا۔ اتنے میں کئی رومی گرفتار کر لئے گئے ان سے سیدنا ضرار کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ ان کو قیصر کی خدمت میں بھیج دیا گیا ہے۔ لہٰذا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فوری طور پر ایک سوار دستہ تیار کیا جس میں سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جنہوں نے تیزی سے دوڑ کر اس جگہ پر اس ٹولی کو جالیا جس میں سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کو قید کر کے لیجایا جا رہا تھا اور سیدہ ضرار رضی اللہ عنہا کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ایک اونٹ پر ڈالا گیا تھا۔

سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ اس وقت شعر پڑھ رہے تھے جس کا ترجمہ ہے کہ

''اے اطلاع دینے والے میری بہن اور امیر لشکر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو میری گرفتاری کے بارہ میں اطلاع دیدے۔''

ان اشعار کی صدا سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا کے کانوں میں پڑی تو وہ گرج دار آواز میں بولیں بھائی میں آگئی ہوں۔ بہن دشمنوں پر عقاب بن کر جھپٹی اور چند ساعتوں میں بھائی کو آزاد کرالیا۔ سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کو لے کر بہن سیدنا خالد بن ولید کی خدمت میں چلی آئیں تو اطلاع ملی کہ قیصر نے نوے ہزار کا ایک لشکر جرار اس سے مقابلہ کے لئے بھیجا ہے۔ یہ سن کر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اطراف کی تمام افواج کو ایک جگہ پر اکٹھا کر لیا۔ یہ اسلامی لشکر دو حصوں میں تھا ایک کی قیادت خود سیدنا خالد کر رہے تھے اور

Marfat.com

دوسرے کی قیادت سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کررہے تھے اس لشکر میں عورتیں اور بچے بھی تھے۔ رومیوں نے جب دمشق سے محاصرہ اٹھتا دیکھا تو انہوں نے بھی ہوشیاری کی اور اسلامی لشکر پر حملہ کردیا۔ ان کا حملہ اتنا اچانک تھا کہ اسلامی لشکر کا دوسرا حصہ سنبھل نہ سکا اور خواتین اسلام کو قیدی بنالیا۔ ان قیدی خواتین سے سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا نے خطاب کیا کہ کیا تم یہ چاہتی ہو کہ تمھارے بھائیوں کی عزتیں خراب ہوں اور تم قید کرلی جاؤ؟ چلو آؤ آزادی کی جنگ لڑتی ہیں۔ سیدہ خولہ رضی اللہ عنہ کی اس تقریر نے اسلامی خواتین کے تن بدن میں آگ لگادی۔

ان تمام خواتین نے اپنے خیموں کی لاٹھیاں نکال لیں اور دیکھتے ہی دیکھتے کئی رومیوں کو جہنم میں دھکیل دیا، اتنے میں رومیوں نے حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو سیدنا ضرار اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہا بھی ایک دستہ کے ہمراہ ان کی مدد کے لئے وہاں چلے آئے اور ان دونوں ٹولیوں نے مل کر دشمنوں کو ختم کرنا شروع کردیا۔ سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر رومیوں کے کمانڈر پیٹر کو اپنے نیزہ پر دھرلیا اور دمشق کے دروازہ تک رومی بھگوڑے کا تعاقب کرتے چلے گئے۔

سیدہ ام ابان رضی اللہ عنہا کی بہادری

مسلمان افواج دمشق داد شجاعت دے رہی تھیں۔ اسلامی فوج میں سیدنا ابان بن سعید رضی اللہ عنہ اپنی بیوی سیدہ ام ابان رضی اللہ عنہا کے ہمراہ میدان جنگ میں کارہائے نمایاں دکھا رہے تھے کہ دمشق کے نواح میں میں سیدنا ابان بن سعید رضی اللہ عنہ رومی جرنیل توما کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ جب بیوی کو اپنے شوہر کی شہادت کی اطلاع ملی تو اس نے انا للّٰہ انا الیہ راجعون کہہ کر تلوار سونت لی اور رومی جرنیلوں کی طرف یلغار کردی۔ رومی شہر میں جا کر قلعہ بند ہوگئے۔ رومی برجوں سے مسلمانوں پر تیر اور پتھر پھینکنے لگے۔ سیدہ ام ابان رضی اللہ عنہا ایک ماہر تیرانداز تھیں۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک برج میں رومی فوج کا بڑا پادری صلیب ہاتھ میں تھامے اپنی فتح کی دعائیں مانگ رہا ہے'

Marfat.com

توانہوں نے تاک کر ایسا تیر مارا جو سیدھا پادری کو جا لگا' جس سے اس کی صلیب گر گئی جس کو مسلمانوں دور کرا لیا۔ نے اپنے قبضہ میں اس صلیب کی نگرانی میں سیدہ ام ابان رضی اللہ عنہا بھی پیش پیش تھیں اور جو بھی صلیب کو واگذار کرانے کے لیے ادھر رخ کرتا تو سیدہ اس کو تیر کی باڑ پر رکھ لیں اپنی صلیب کو واگذار کرنے کے لئے رومیوں نے اپنے بڑا دروازہ کھول کر لاکھ کوشش کی کہ وہ صلیب کو آزاد کرا لیں مگر سیدہ ام ابان کے ساتھ ان پر تیروں کے مسلسل بارش کئے جا رہے تھے۔ سیدہ ام ابان رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے قاتل کو فوراً ڈھونڈ لیا اور انہوں تاک کر رومی جرنیل توما کی آنکھ میں ایک ایسا تیر جس سے وہ بلبلا اٹھا اس کی چیخیں نکل گئیں اور مرنے کے لئے پیچھے ہٹ گیا سیدہ ام ابان رضی اللہ عنہا نے اپنے شہید شوہر بدلہ لے لیا اور اس بہادری کی وجہ سے دمشق شہر فتح ہو گیا۔

سیدہ ام حکیم رضی اللہ عنہا کا انتقام

یرموک کی لڑائی سے فارغ ہو کر مسلمانوں کا لشکر مرج الصفر کی طرف بڑھنے لگا۔ سیدہ اُم حکیم رضی اللہ عنہا نے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن سعید سے شادی کر لی اور یہاں پر ہی ان کی دعوت ولیمہ کی گئی۔ اور ایک پل کے قریب ایک خیمہ ام حکیم رضی اللہ عنہا کے لئے منتخب کیا گیا۔ آج بھی یہ پل انہی کے نام سے مشہور ہے۔ ابھی لوگ کھانا ہی کھا رہے تھے کہ رومیوں نے حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے بھی تیاری کر کے ان کے حملہ کو جواب دیا اور ان کو پیچھے دھکیل دیا۔ سیدہ ام حکیم رضی اللہ عنہ نے بڑی بہادری سے اپنے شوہر کا ساتھ دیا، سیدہ ام حکیم رضی اللہ عنہا نے اس دن سات رومیوں کو جہنم میں بھیجا۔

شہر فحل پر اسلامی فوج کے قبضہ کے دوران سیدہ ام حکیم رضی اللہ عنہا کا شوہر سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن سعید شہید ہو گیا۔ سیدہ ام حکیم رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کی شہادت کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ سارا منظر دیکھ کر سیدہ ام حکیم رضی اللہ عنہا اٹھیں اور اپنے خیمہ کی چوب ل دشمن پر پل پڑیں، انہوں نے اسی سے سات رومیوں کو جہنم میں داخل کرا دیا، وہ ہر حملہ میں ایک رومی کا شکار کرتیں اور پھر اپنے شکار کو جہنم واصل

Marfat.com

کر کے پلٹتیں اس طرح انہوں نے اپنے شوہر نامدار کی شہادت کا انتقام لے لیا۔ سیدہ ام حکیم رضی اللہ عنہا نے بہت سے معرکوں میں حصہ لیا اور انہوں نے ہر معرکہ میں بہادری کے جوہر دکھائے۔

سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا کی قربانی

حق اور باطل میدان قادسیہ میں معرکہ زن ہے، اس معرکہ میں اسلامی فوج کے ساتھ ایک ایسی خاتون بھی ہے جو میدان میں لڑنے کے لئے اپنے ہمراہ اپنی تمام جمع پونجی یعنی اپنے چار فرمانبردار فرزند لے کر آئی تھیں۔ جس دن لڑائی کا آغاز ہوا اس رات انہوں نے اپنے چاروں بیٹوں کو بلایا اور ان کے سامنے ایک انتہائی بلیغ تقریر کی جس کا متن یہ ہے۔

''اے میرے پیارے بیٹوں تم خود ہی اسلام لائے ہو، تم نے صرف اسلام کے لئے ہجرت کی تم نے ایک پیٹ میں پاؤں پھیلائے اسی طرح تمھارا باپ بھی ایک ہی ہے میں نے تمھارے باپ سے خیانت نہیں کی اور نہ ہی میں تمھارے ماموں کو رسوا کیا ہے۔ تمھارا نسب بے عیب ہے اور جہاد سے بڑھ کر کوئی نیک کام نہیں ہے، شہادت کی زندگی اس فانی دنیا کی زندگی سے بہت بہتر ہے، جاؤ اللہ تعالیٰ کی نصرت کے ساتھ میدان میں داخل ہونا اور میدان میں بہادری دکھانا، اگر دوران جنگ تم کو شہادت کی دولت مل جائے تو اس سے بڑھ کو کوئی دولت نہیں ہے۔ صبح ہوئی تو چاروں فرزندوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور میدن جنگ میں گھس گئے، وہ چاروں نہایت بہادری سے لڑے اور شہید ہو گئے۔ جب سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا کو اپنے بیٹوں کی شہادت کیا طلاع ملی تو ان کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ ادا ہوئے کہ اے اللہ مجھے اپنے بیٹوں کے ہمراہ اپنے سایہ رحمت میں جگہ دینا۔ (اسد الغابہ)

قادسیہ کی لڑائی میں مسلمانوں نے اپنے مقتولین کو ایک جگہ جمع کیا یہ جگہ شہداء کے دفن کے لئے مخصوص تھی، ان شہداء کو عورتوں کے حوالہ کر دیا جاتا تا کہ وہ ان کے کفن

دفن کا بندوبست کریں اور زخمیوں کو بھی ان کے حوالہ کیا جاتا تا کہ ان کی مرہم پٹی کی جا سکے۔ ان معرکوں میں عورتیں اور بچے مسلمان شہداء کے لئے قبریں کھودتے تھے۔ ایک صحابیہ بیان کرتی ہیں کہ جب شام کو لڑائی کا فیصلہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی سے ہمکنار فرما دیا تو ہم اپنے کپڑے کس کر میدان جنگ میں جا پہنچیں۔ ہمارے ہاتھوں میں لاٹھیاں اور ڈنڈے تھے میدان جنگ میں جہاں کوئی زخمی سپاہی نظر آتا تو ہم اس کو اٹھا کر اور اس کی خوب تواضع۔ (ابن جریر طبری)

ان مسلم خواتین نے نہ صرف بری جنگوں میں حصہ لیا بلکہ انہوں نے بحری جنگوں میں بھی شرکت کی۔ ۲۸ ہجری میں جب جزیرہ قبرص پر مسلمانوں نے حملہ کیا تو سیدنا ام حرام رضی اللہ عنہ اس میں شامل تھیں اور مقام شہادت حاصل کیا۔ میدان جنگ میں صحابیات رضی اللہ علیہما اور خدمات کے علاوہ سپاہیوں کو پانی پلانا، ان کے لئے کھانا پکانا، زخمیوں کا علاج کرنا، شہداء کی لاشوں کا انخلاء کرنا، میدان جنگ سے تیر اٹھا کر اپنے مجاہدین کو دینا۔ قبریں کھودنا اور فوج کو ہمت دلانا شامل تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے غزوہ احد میں مشکیں بھر بھر زخمیوں کو پانی پلایا تھا۔ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا اور انصار کی چند عورتیں زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں اور اس مقصد کے لئے وہ ہمیشہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ سیدہ ربیعہ بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے شہداء اور مجروحین کو قتل گاہ سے اٹھا کر مدینہ تک پہنچایا تھا۔

سیدہ ام زیاد اشجعیہ رضی اللہ عنہا نے اور دوسری پانچ عورتوں کی ایک ٹیم نے غزوہ خیبر مس چرخہ کات کر مسلمانوں کی مدد کی۔ یہ تیر اٹھا کر لاتیں اور زخمیوں کو ستو گھول کر پلاتیں تھیں۔ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے سات غزوات میں صحابہ رضی اللہ عنہ کے لئے کھانا پکایا تھا۔ عورتوں اور بچوں نے گورکنی کی خدمات سرانجام دیں۔ جنگ یرموک میں جب مسلمانوں کے خیمے ہٹتے ہٹتے حرم کے خیمہ گاہ تک آ گئے تو سیدہ ہندہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا نے اشعار پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو نیا جوش دلایا اور جنگ کا پانسہ

پلٹ گیا۔

۹۰ ہجری میں مسلمان فوجوں کا مقابلہ بخارا کی ترک نسل سے ہوا۔ یہ نسل اپنی بہادری کی سے بہت زیادہ مشہور تھی ۔ سپہ سالار قتیبہ کی خدمت میں ازدی قبائل نے گزارش کی کہ پہلے ان کو ترک کے مقابلہ پر بھیجا جائے۔قتیبہ نے ان کی بات مان لی۔ ازدی بڑی بہادری سے لڑے ۔مگر ترکوں نے ان سے زیادہ بہادری دکھائی اور ان پر دباؤ اتنا بڑھا دیا کہ ازدی اپنے خیموں تک آ پہنچے عورتوں نے خیموں سے دیکھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو چلی ہے تو انہوں نے اپنے خیموں کی چوبیں نکالیں اور مسلمانوں کے گھوڑوں کے مونہہ واپس کرنے کے لئے ان کو مارنا شروع کر دیا۔ میدان جنگ میں ایک عجیب شور سا تھا کہ اتنے میں ازدی مسلمانوں کی حالت سنبھل گئی اور انہوں پلٹ کر ترکوں پر حملہ کیا اور یوں ترک کائی کی مانند چھٹ گئے ۔۔اس موقع پر عورتوں نے تلواریں تو نہ اٹھائیں لیکن اگر وہ بہادری کا مظاہرہ نہ کرتیں تو مسلمانوں کو شکست ہو جاتی ۔﴿ کامل ابن اثیر ﴾

سیدہ ام مسطح رضی اللہ عنہا

ان کا نام سلمٰی بنت ابی رہم تھا آپ رضی اللہ عنہا مشہور صحابی سیدنا مسطح بن اثاثہ کی والدہ اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ان کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ خلیفہ اول کی خالہ زاد بہن تھیں۔ ان کا نکاح اپنے چچازاد اثاثہ بن عباد بن مطلب بن عب المناف سے ہوا۔ سیدنا ام مسطح نے بہے پہلے اسلام قبول کرلیا تھا یہ ایک انتہائی پاک باز اور نیک سیرت خاتون تھیں ۔ جب بھی واقعہ افک میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے بہتان باندھا تھا تو کئی سادہ لوح مسلمان ان کی سازشوں کا شکار ہو گئے ان میں ان کا بیٹا بھی شامل ہو گیا۔ اور جب اُس نے گھر آ کر اپنی امی سے اس بات کا تذکرہ کیا تو یہ بیٹے سے بہت ناراض ہوئیں۔

انہی دنوں رات کو جب سیدہ ام مسطح رضی اللہ عنہا باہر گئیں تو ان کو ٹھوکر لگی ،ان کا

دل بیٹے کے اس عمل کی وجہ سے دکھا ہوا تھا ان کے مونہہ سے بیٹے کے لئے بد دعا نکلی، یہ سن کر ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اماں آپ کا بیٹا تو بدری ہے آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے یہ بد عا کیوں دی؟ ماں نے کہا کہ اللہ اس کو غارت کرے اس نے فتنہ پھیلانے میں لوگوں کی مدد کی ہے۔ اس کے بعد ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام قصہ کا علم ہو گیا اور جب اللہ تعالیٰ نے ان کی پاکبازی کا فیصلہ فرما دیا تو سیدہ ام مسطح رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ کئی معرکوں میں حصہ لیا اور اپنی بہادری کے جوہر دکھائے آپ ایک ماہر طبیبہ اور جراح مانی جاتی تھیں اور دوران جنگ رضی اللہ عنہ مجروحین کے علاج میں آپ بہت مہارت رکھتی تھیں۔

سیدہ ام کبشہ رضی اللہ عنہا

کبشہ نام اور کنیت ام ثابت تھی، آپ کا تعلق قبیلہ بنوخزرج سے تھا۔ شاعر رسول سیدہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ آپ کے بھائی تھے اور اسی وجہ سے آپ بھائی کی طرح بڑی دلیر اور بہادر تھیں۔ آپ کا سلسلہ نسب کچھ اس طرح ہے۔ کبشہ بنت ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید بن مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج تھا۔ اسلامی لشکر کے ہمراہ کئی معرکوں میں شامل ہوئیں۔ زخمیوں کا علاج کرنا، سپاہیوں کو پانی پلانا، ان کے خیموں کی حفاظت کرنا اور اسلامی لشکر کے لئے کھانا تیار کروانا ان کے اہم کارنامے تھے۔

سیدہ معاذہ رضی اللہ عنہا بنت عبداللہ

ان کا نام معاذۃ تھا ان کا نسب نامہ کچھ یوں تھا۔ معاذہ بنت عبداللہ بن جریر الضریر بن امیہ بن حدارہ بن حارث بن خزرج۔ آپ ایک نیک سیرت مومنہ تھیں۔ آپ امت محمدیہ کے فتنہ پرور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کی کنیز تھیں۔ آپ کا آقا مسلمانوں کا چھپا دشمن تھا مگر پھر بھی وہ آپ کو اسلام قبول کرنے سے نہ روک سکا۔ جب

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو جونہی ان کو رسول اللہ ﷺ کی خبر ملی وہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اسلام قبول کرلیا۔ دشمن اسلام نے ان کو اسلام قبول کرنے سے روکا مگر انہوں نے اسلام کا دامن ہاتھ سے منہ چھوڑا ان کا آقا ان کو بدکاری پر مجبور کرتا تھا مگر سیدہ معاذہ رضی اللہ عنہا نیک زندگی پر یقین رکھتی تھیں اور انہوں نے اپنی سیرت کو خراب نہ ہونے دیا اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں قرآن کریم میں ایک آیت کریمہ بھی نازل فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے۔

اور اپنی لونڈیوں کو جو پاک دامن رہنا چاہتی ہیں دنیا کے عارضی فائدہ کے لئے حرام کاری پر مجبور نہ کرو۔ ﴿النور۔۳۳﴾

جب اللہ تعالیٰ کا یہ حکم اس منافق کو معلوم ہوا تو اس کے دل میں رحم آیا' اللہ تعالیٰ نے سیدہ معاذہ رضی اللہ عنہا ان کے ظلم سے نجات عطا فرمادی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پہلے شوہر کا نام سہل بن قرظہ تھا۔ ان سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ سہل کی وفات کے بعد انہوں نے حمیر بن عدی سے نکاح کیا۔ ان سے دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ حمیر نے جب ان کو طلاق دے دی تو انہوں نے عامر بن عدی سے شادی کرلی۔ انہوں نے کئی لڑائیوں میں حصہ لیا۔ اور اہل السلام کی خدمت میں مگن نظر آئیں۔

سیدہ لیلیٰ رضی اللہ عنہا غفاریہ

سیدہ لیلیٰ غفاریہ رضی اللہ عنہا کا تعلق بنو غفار سے تھا۔ آپ نے ابتداء میں اسلام کو قبول کیا، آپ ایک نیک سیرے اور دیندار خاتون تھیں آپ کی دینداری اور نیک نامی کے ہر سو چرچے تھے، آپ نے اسلامی لشکر کے ساتھ کئی معرکوں میں حصہ لیا اور آپ طب اور جراحی کے کاموں میں مہارت رکھتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے آپ نے غزوات میں شمولیت اختیار کی اور مجروحین کی خوب خاطر مدارت کی۔ زخمیوں کا علاج معالجہ کرنے میں آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ آپ مشہور صحابی سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں۔ آپ نے اپنے شوہر کی معیت میں کئی غزوات میں حصہ لیا اور غازی کے

Marfat.com

لقب کی حامل بنیں۔

سیدہ امیمہ رضی اللہ عنہا بنت رُقیقہ

سیدنا امیمہ بنت رُقیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ نے انصار میں تقریباً وسط میں اسلام قبول کیا۔ آپ ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے ان باتوں کا عہد کیا کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ٹھہراؤں گی، چوری نہیں کروں گی، زنا سے دور رہوں گی، اور دوسرے غیر اسلامی امور سے دور رہوں گی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے کئی غزوات میں لیا اور اور کئی معرکوں میں داد شجاعت دی۔

سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا

سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کا تعلق انصار کے قبیلہ بنونجار سے تھا۔ آپ ایک جلیل القدر صحابیات میں سے ہیں۔ باپ کا نام معوذ رضی اللہ عنہا اور ماں کا نام ام یزید تھا۔ آپ کے خاندان نے ہجرت نبوی سے پہلے ہی اسلام قبول کرلیا تھا۔ جب بھی اسلام کی خاطر جہاد کا اعلان کیا جاتا تو آپ اپنی خدمات پیش کر دیتیں۔ میدان جنگ میں مسلمانوں سپاہیوں کو پانی پلاتیں، مجروحین کی مرہم پٹی کرتیں۔ مسلمان سپاہیوں کی حوصلہ افزائی کرتیں، مسلمانوں کے سامان کی حفاظت کرتیں اور ان کیلئے کھانے وغیرہ کا بندوبست کرتیں۔

سیدہ ام اشجیعہ رضی اللہ عنہا

سیدہ ام زیاد اشجیعہ رضی اللہ عنہا کا تعلق بنو اشجع سے تھا۔ آپ نے جونہی اسلام کے بارے سنا فوراً اسلام قبول کرلیا۔ یہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تمام غزوات میں حصہ لیا آپ ان خواتین میں سے ہیں جنہوں نے خیبر کی لڑائی میں چرخہ کات کر مسلمانوں کی مدد کی۔ وہ میدان جنگ میں مسلمانوں کے سامان جنگ کی حفاظت کرتی

Marfat.com

تھیں۔ مجاہدوں کو ستو بنا کر ان کو پلاتیں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں اور میدان میں دشمن کی طرف سے پھینکے گئے تیروں کو اٹھا کر لاتیں ان کو سیدھا کرتیں اور مجاہدین اسلام کو دیتیں تا کہ وہ دشمنان اسلام کے خلاف ان کو استعمال کریں۔ طب اور جراحی کے کاموں میں مہارت رکھتی تھیں اور جب بھی جہاد کا حکم ملتا تو یہ اپنا سامان طب لے کر میدان جنگ میں جانے کے لئے کمر بستہ ہو جاتیں۔ رسول اکرم ﷺ کو ان کا جذبہ جہاد بہت زیادہ پسند تھا۔ ﴿صحیح مسلم۔ سنن ابی داؤد﴾

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بنت حارث

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بنت حارث کا تعلق انصار سے تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب اسلام کی روشنی ابھی پوری طرح نہیں پھیلی تھی۔ ایک مرتبہ آپ کا ایک بیٹا میدان جہاد میں بیماری کی وجہ سے شہید ہو گیا جب آپ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو آپ رضی اللہ عنہ نے رونے دھونے کی بجائے ان اللّٰہ و انا الیہ راجعون کہا اور خاموش ہو گئیں۔ تین دن تک آپ خاموش رہیں۔ اور جب چوتھا دن ہوا تو خوشبو لگا کر باہر آئیں اور لوگوں سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ شوہر کے علاوہ کسی اور کا سوگ تین دن سے زائد نہیں کرنا چاہئے۔ آپ ایک نیک سیرت اور با اخلاق خاتون تھیں۔ میدان جنگ میں مسلمانوں کے شانہ بشانہ لڑتیں، مسلمانوں کی مرہم پٹی کرتیں اور ان کے لئے دوسرے امور جن میں کھانا، ستو وغیرہ تیار کرانا تھا انجام دیتیں۔

سیدہ معاذہ غفاریہ رضی اللہ عنہا

سیدہ معاذہ غفاریہ بنو غفار سے تھیں۔ آپ کا شمار بلند پایہ صحابیات میں ہوتا ہے۔ آپ کئی غزوات میں داد شجاعت دی۔ زخمیوں کی خبر گیری کرنے، طب اور جراحی کے امور میں مہارت رکھتی تھیں۔ جب بھی کہیں جہاد کے لئے اسلامی لشکر تیار ہوتا تو آپ اپنی خدمات پیش کرتیں اور اور دل کھول کر دشمنان دین کے خلاف جہاد کرتیں۔ مسلمان

Marfat.com

فوجیوں کو قرآن کی تلاوت کر کے جہاد پر اکساتیں۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہترین حافظہ عطا کر رکھا تھا حافظہ اور آپ کو اسلامی اصولوں سے خاص طور پر مرصع فرمایا تھا۔

سیدہ لبنیٰ رضی اللہ عنہا

سیدہ لبنیٰ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی کا نام سوار تھا۔آپ جلیل القدر صحابیات میں شامل ہیں۔آپ نے اپنے تمام خاندان کے ہمراہ اسلام کی دولت کو قبول فرمایا اور اس کی پوری عمر حفاظت بھی کی۔آپ ان لوگوں میں شامل ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔آپ نے دشمنان رب کے خلاف کئی معرکوں میں داد شجاعت دی۔میدان جنگ میں آپ کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔آپ عموماً طب و جراحی کا کام کرتیں تھیں مگر جب ضرورت پڑتی تلوار اٹھا کر مسلمان بھائیوں کی بھرپور مدد کرتیں۔۱۴ھ رومیوں کے خلاف لڑی جانے والی جنگ شحورا میں آپ رضی اللہ عنہ نے دشمنان دین کے خلاف جنگ میں نے کئی رومیوں کو جہنم واصل کیا۔

سیدہ کعیبہ رضی اللہ عنہ بنت سعد

سیدہ کعیبہ رضی اللہ عنہا کا تعلق انصار کے ایک نامی گرامی قبیلہ سے تھا۔آپ کا شمار بلند پایہ صحابیات میں ہوتا ہے آپ نے کئی غزوات میں داد شجاعت دی۔زخمیوں کی خبر گیری کرنا، طب اور جراحی کے امور میں مہارت رکھتی تھیں۔میدان جنگ میں سے تیر اٹھا کر اپنے مجاہدین کو دیتیں تا کہ وہ ان کو دوبارہ دشمنوں پر ہی داغ دیں۔اس کے علاوہ فوجیوں کو پانی پلاتیں اور ستو گھول کر ان کی خدمت کرتیں۔۔جب بھی کہیں جہاد کے لئے اسلامی لشکر تیار ہوتا آپ رضی اللہ عنہا اپنی خدمات پیش کرتیں اور اور دل کھول کر دشمنان دین کے خلاف جہاد کرتیں۔مسلمان فوجیوں کو قرآن کی تلاوت کر کے جہاد پر اکساتیں۔

سیدہ نعم بنت قناص رضی اللہ عنہا

سیدہ نعم بنت قناص رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے آخری دور زندگی میں

Marfat.com

اسلام قبول کیا۔ آپ مسلمان شاعرہ کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ آپ کفار کے خلاف کئی معرکوں میں شامل رہیں اور انہوں نے مسلمانوں کے دل اپنی شاعری کی وجہ سے کفار کے خلاف ابھارے۔ جنگ یرموک میں آپ نے رومیوں کے خلاف بڑی جرأت اور بہادری سے حصہ لیا۔ کئی رومیوں کو جہنم واصل کیا اور بعد میں مسلمانوں کی مرہم پٹی اور انکی خدمت کی۔

سیدہ عفیرہ بنت عفار رضی اللہ عنہا

سیدہ عفیرہ بنت عفار حمیری رضی اللہ عنہا کا شمار بلند ترین صحابیات میں ہوتا ہے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ شفقت پر بیعت کی۔ انہوں نے خلفائے راشدین کے دور میں جہاد میں حصہ لیا۔ خلیفہ دوم کے دور میں ۱۴ھ میں لڑی جانے والی جنگ شحورا میں رومیوں کے خلاف جہاد کیا۔ جنگ یرموک میں بھی آپ کی بہادری مثالی تھی۔ اس لڑائی میں آپ کی تیغ سے کئی رومی جہنم کا ایندھن بنے۔ اس علاوہ آپ اپنے مسلمان بھائیوں کی مرہم پٹی بھی کرتیں تھیں۔

سیدہ سلمہ بنت زارع بن عروہ رضی اللہ عنہا

آپ کا شمار صحابیات میں ہوتا ہے۔ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ عقیدت تھی۔ آپ کو اسلام اور اسلامی اصول بہت زیادہ پسند تھے۔ آپ ایک سچی اور نیک مومنہ تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دور میں میدان جنگ میں اپنی خدمات پیش کیں۔ انہوں نے کئی معرکوں میں دادشجاعت دی اور اسلام کی کامیابی کے لئے کلیدی کردار ادا کیا۔ میدان جنگ میں زخمیوں کی مرہم پٹی یا بیماروں کی عیادت کرنا، مسلمان سپاہیوں کو کھانا وغیرہ تیار کر کے دینا، ان کے خیموں کی حفاظت کرنا آپ رضی اللہ عنہ کے مشاغل میں شامل تھا۔ رومیوں کے خلاف ایک جنگ میں جب مسلمان فوج دب گئی تو انہوں نے چند مسلمان خواتین کے ہمراہ مل کر رومیوں پر اس زور سے حملہ کیا کہ مسلمان فوجیوں کو سنبھلنے کا موقع مل گیا اور انہوں نے پلٹ کر دشمن پر ایسا وار کیا کہ وہ دوبارہ اٹھ نہ سکا۔

Marfat.com

سیدہ غزالہ رحمۃ اللہ علیہا کی بہادری

۷۷ ہجری میں جب عبدالملک شام میں خلیفہ تھا اور حجاج عراق کا گورنر تھا۔ شبیب خارجی نے سلطنت کے خلاف زور پکڑا اور بغاوت کر دی۔ غزالہ شبیب کی بیوی تھی۔ حجاج نے اس بغاوت کو کچلنے کے لئے اپنی تمام فوج میدان جنگ میں جھونک دی۔ مگر وہ غزالہ اور اس کی ماں جہیزہ شبیب کی فوجوں کو مات نہ کر سکیں۔ حجاج نے ان کو دبانے کے لئے مسلسل پانچ لشکر بھیجے مگر وہ تمام کے تمام ناکام و نامراد واپس آئے۔ آخرکار خلیفہ نے شام کی فوج کو حجاج کی قیادت میں ان پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ شبیب اپنی فوجوں کو لے کر موصل چلا گیا۔ حجاج اس سے پہلے ہی قصر الامارۃ میں پہنچ گیا۔ شبیب کی بیوی نے منت مانی تھی کہ وہ کوفہ کی جامع مسجد میں دو رکعت نماز ادا کرے گی۔ جب دن خوب نکھر آیا تو غزالہ اپنے شوہر اور ستر جانبازوں کے ہمراہ جامع مسجد کی طرف گئی اور اس نے جامع مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نفل نماز ادا کی۔ ہر طرف شامی فوجیں کوفہ میں گشت کر رہی تھیں مگر کسی میں جرأت نہ ہوئی کہ وہ غزالہ کو روکے۔ غزالہ نے پہلے رکعت میں سورۃ بقرہ پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۃ آل عمران پڑھی۔ اس کا شوہر مسجد کے دروازے پر تلوار تانے کھڑا تھا۔ غزالہ نماز ادا کر کے اپنے خیمہ میں چلی گئی' کسی شامی سپاہی میں اتنی جرأت نہ ہوئی کہ وہ ان پر حملہ کر دے۔ جب لڑائی کا سلسلہ شروع ہوا تو حجاج ایک ٹڈی دل لشکر لے کر غزالہ کے لشکر کے سامنے آیا۔ غزالہ کی فوج حجاج کے مقابلہ میں آٹے میں نمک سے بھی کم تھی مگر انہوں نے غزالہ کی قیادت میں نہایت جرأت اور بہادری کا مظاہرہ کیا اور شامی فوجوں کے دانت کھٹے کر دئے۔ حجاج اپنی دفوجوں کی پشت پر کھڑا ان کو ہدایات دے رہا تھا اور ان کی حوصلہ افزائی بھی کر رہا تھا۔ حجاج کی فوج ہر لمحہ بڑھ رہی تھی جبکہ غزالہ کی فوج کم ہو رہی تھی۔ غزالہ اور جہیزہ بڑی بہادری سے لڑ رہی تھیں۔

اچانک حجاج کو ایک ترکیب سوجھی اس نے چند آدمیوں کو غزالہ کی پشت پر سے

Marfat.com

حملہ کرنے کا حکم دیا۔ وہ آدمی عقب سے آئے اور بڑی خاموشی سے غزالہ تک پہنچ گئے اور تلوار کا ایک وار کر کے غزالہ کو گرا دیا۔ جونہی غزالہ قتل ہوئی اس کا لشکر منتشر ہو گیا۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ غزالہ اور حجاج کئی بار آمنے سامنے ہوئے مگر حجاج اس کے ساتھ لڑائی نہ کر سکا اور اس لڑائی میں بھی حجاج اس کے سامنے آیا مگر اس کے جوش کی تاب نہ لا کر میدان سے دور ہو گیا۔

صلیبی جنگوں میں عورت

صلیبی جنگوں میں نہ صرف عیسائی مرد شامل تھے بلکہ ان کی خواتین بھی انکے ہمراہ تھیں۔ وہ اپنے مردوں کو حملہ کرنے میں مدد دیتی اور ان کو مشکل وقت مین اچھے مشورے بھی دیا کرتی تھیں۔ جب صلیبی جنگیں ہوئی تو ان میں عیسائی عورتوں نے اہم کردار ادا کیا وہ اپنے مردوں کے دلوں کو رجز سنا کر ابھارتیں۔ صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کا ایک کمانڈر اسامہ تھا اس کی بہن اور بیوی ہمیشہ اس کے ہمراہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر حملہ کرتیں۔ ان کے کارناموں کی وجہ سے مسلمانوں نے صلیبی جنگوں میں کامیابی حاصل کی۔ جب صلیبی جنگوں کا دور چل رہا تھا تو مسلمان عورتوں نے اپنے بچوں کے دل میں جہاد کے جذبہ بھر دیا تھا۔ عیسائیوں نے طویل عرصہ سے ایک مسلمانوں کے عکاض نامی قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ وہ مسلسل محاصرہ سے تھک گئے اور اس طرح مسلمانوں کے ساتھ دوستی بھی ہو چلی تھی۔ ایک دن تمام متحارب جمع تھے کہ چند لڑکے مسلمانوں اور چند عیسائیوں کے چند لڑکے ادھر آ نکلے۔ عیسائیوں کو فخر تھا کہ ان کے موٹے تازے لڑکے مسلمان لڑکوں کو قابو کر لیں گے، انہوں نے ایک مشورہ دیا کہ اپنی لڑائی کی بجائے ان بچوں سے لڑائی کروا لیتے ہیں اور جو جیت جائے گا فتح اس کو ملے گی۔ لہٰذا مسلمانوں عیسائیوں کے چند لڑکے گتھم گتھا ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد مسلمان بچوں نے عیسائی لڑکوں کو زیر کر لیا اور ان کو رسیوں سے باندھ لیا اس طرح ایک طویل لڑائی بچوں کی بہادری سے اپنے اختتام کو پہنچی۔

Marfat.com

ہندوستانی خواتین

ہندوستان کی تاریخ دیکھیں تو یہاں بھی اسلامی تاریخ میں عورتوں کی بہادرانہ کارناموں سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ شاہ التمش کی بیٹی رضیہ سلطانہ جس نے اسلامی سلطنت کی حکومت بھی کی ایک بہادر اور جانباز خاتون تھی۔ رضیہ سلطانہ مردانہ لباس میں تمام ہتھیار لگا کر اور گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ میں جاتی تھی۔ ہندوستان کے بادشاہوں کا معمول تھا کہ وہ شکار کو بڑی اہمیت دیا کرتے تھے اور جب وہ شکار کو جایا کرتے تو ان کی خواتین بھی ان کے ساتھ ہوتی تھیں۔ شاہ التمش شکار میں مگن تھا کہ اس پر ایک شیر نے حملہ کر دیا۔ اس سے پہلے کہ شیر شاہ پر اپنے پنجے گاڑتا رضیہ نے اپنی تلوار کا بھرپور وار کر ڈالا اس وار سے شیر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ رضیہ نے جب اقتدار پر قبضہ کیا تو کئی حاسد اس کی حکومت کے خلاف ہو گئے اور انہوں نے نے بغاوت کر کے کئی حامیوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ رضیہ اپنے قلعہ میں محصور تھی جو بھی اس کی مدد کے لئے آتا وہ باغی حاسد اس کو بھی اپنے ساتھ ملا لیتے۔ اس کم مپرسی کی حالت میں رضیہ نے بہادری کا دامن نہ چھوڑا اور ان کو ہر محاذ پر شکست دی۔ ۱۲۳۷ء میں جب لاہور کے حاکم نے بغاوت کی تو وہ خود لاہور پر حملہ اور ہوئی اور بغاوت کو کچل کر رکھ دیا۔ اس کے بعد بٹھنڈہ کے حاکم نے بغاوت کی تو وہ باغیوں کی سرکوبی کے لئے بٹھنڈہ کی طرف گئی مگر سرِ راہ اس کے خادموں نے اس سے غداری کی اور اس کو قید کروا دیا۔ اس کی جگہ پر اس کے بھائی معز الدین کو بادشاہ بنایا گیا۔ جو نااہل حکمران ثابت ہوا۔ رضیہ نے قید میں دل نہ ہارا اور وہ مسلسل محنت کرتی رہی اور آخر کار وہ قید سے فرار ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے ایک نئی فوج کو منظم کیا اور مخالفین سے جنگ کرنے کا منصوبہ بنایا مگر اس کی فوج نئی ہونے کی وجہ سے باغیوں کا مقابلہ نہ کر سکی اور وہ ایک چھوٹے سے معرکہ میں شہید ہو گئی۔ ﴿تاریخ اکبری﴾

سلطان علاؤ الدین خلجی ایک دن اپنے دربار میں حاضر تھا کہ اس نے کہا کہ اب

ہندوستان میں میری حکومت کے سوا کسی کی حکومت مضبوط نہیں۔ لہٰذا اس کے دربار میں موجود جالور کے حاکم نے کہا کہ ہمارا قلعہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ لہٰذا یہ بات سلطان کے دل میں بیٹھ گئی اور اس نے اپنی ایک لونڈی جس کا نام گل گشت تھا۔ گل گشت بہادری میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی۔ حاضر دماغی میں وہ بے مثال تھی۔ سلطان نے اس کو بلایا اور جالور کی طرف ایک مہم پر بھیجنے کا عزم ظاہر کیا اور اس کو اس لشکر کا امیر بنا دیا۔ گل گشت کے لشکر نے جالور پر حملہ کر دیا اور قریب تھا کہ وہ قلعہ پر قابض ہو جائے مگر مرض الموت نے اس کو آن لیا۔ حاکم قلعہ باہر نکلا اور اس نے شاہی فوجوں کو دور بھگا دیا مگر گل گشت کے حملے نے اس کی جان نکال دی تھی۔ سلطان کی طرف سے نیا حاکم بھیجا گیا جس نے معمولی سے محنت سے قلعہ فتح کر لیا۔ اس فتح میں گل گشت کی بہادری ایک دیباچہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ﴿تاریخ فرشتہ﴾

تزک بابری میں کئی خواتین کی بہادری کے تذکرے ملتے ہیں۔ جن میں خواتین گھوڑوں پر سوار ہوتیں، شکار کھیلتی، تیر مارتیں اور نشانہ بازی میں ان سے بہتر کوئی نشانہ نہ لگا سکتا تھا۔ وہ عورتیں بہادری میں اپنے مردوں سے کسی صورت کم نہ تھی۔ تزک بابری میں نور جہاں کا ذکر آتا ہے جو ہاتھی پر بیٹھ کر شکار کرتی تھی۔ وہ ایک ہی وار میں قوی سے قوی شیر کو گرا دیتی تھی۔ تزک جہانگیری میں اس کے کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ایک مرتبہ نور جہاں جہانگیر کے ہمراہ شکار کو نکلی، ایک ہاتھی پر نور جہاں تھی اور دوسرے ہاتھی پر جہانگیر اور رستم خان تھا۔ سامنے جھاڑی میں شیر چھپا ہوا تھا۔ ہاتھی نے شیر کی بو سونگھ لی۔ اور ہاتھی مارے ڈر کے کانپنے لگا۔ کانپتے ہاتھی سے نشانہ ٹھیک جگہ پر لگانا مشکل تھا۔ مگر نور جہاں نے پہلی ہی گولی میں شیر کو ختم کر دیا۔ ﴿تزک جہانگیری﴾

التمش کی بیٹی رضیہ سلطانہ ہو یا چاند بی بی دونوں نے مخالفین کا میدان جنگ میں دلیری سے مقابلہ کیا۔ سلطان علاؤالدین خلجی کی لونڈی گل گشت کا واقعہ بھی قابل ذکر ہے

۔ جسے سلطان نے مردانہ لباس میں سپہ سالار بنا کر جالور کا قلعہ فتح کرنے کے لئے بھیجا تھا الغرض تاریخ کے صفحات پلٹتے جائیں تو ہر موڑ پر مسلمان خواتین کی شجاعت اور دینی جوش و خروش و جذبہ کی داستانیں بکھری پڑی نظر آئیں گی۔

......☆......

Marfat.com

باب 3:

عورت شہادت کی معراج پر

سرکارِ دو جہاں شافعی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب اللہ تعالی نے اپنی خاص عنایت فرماتے ہوئے وادی فاراں کی گود میں سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام کے ذریعے قرآن کریم کے نزول کا سلسلہ جاری فرمایا تو وہی قریش جو آپ ﷺ کو صادق اور امین کہہ کر خطاب کیا کرتے تھے دشمن بن گئے۔ اہل مکہ نے نہ صرف آپ ﷺ پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے بلکہ آپ ﷺ کے ساتھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ان کے بھی دشمن بن گئے۔ جب کوئی رسول اکرم ﷺ کا کوئی صحابی یا صحابیہ اہل مکہ کے سامنے آجاتا تو وہ اس پر اپنی بہادری کے جوہر دکھانے سے کبھی گریز نہ کرتے تھے۔ مشرکین مکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم پر نئے نئے انداز اور نئے نئے طریقوں سے ظلم وستم ڈھایا کرتے تھے۔ کبھی ان کو دھوپ میں چت لٹا کر زدوکوب کیا جاتا اور کبھی ان کو چٹائی میں لپیٹ کر مشک ستم بنایا جاتا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ ان مظلوم ومضروب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تھے تو آپکی مبارک آنکھیں پرنم ہوجاتیں۔ سرور عالم ﷺ ان کو صبر کی تلقین فرماتے، جنت کی خوشخبری دیتے۔ رسول اللہ ﷺ کی یہ خوشخبریاں سن کر ظالموں کو مزید غصہ آتا اور وہ نئے عزم سے ان مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ ڈھانا شروع کردیتے مگر رسول اکرم ﷺ کی نصیحت سے ان کے حوصلے بلند سے بلند تر ہوجاتے اور وہ اپنی زبان پر احد احد کی صداؤں بسالیتے۔

Marfat.com

اسلام کی شہدۂ اول سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا

سرور دو جہاں ﷺ ایک روز بنی مخزوم کے محلہ میں سے گذر رہے تھے۔ آپ ﷺ کی نظر مبارک ایک ضعیف العمر خاتون پر رک کر رہ گئی خاتون کی پیرانہ سالی اس کے چہرہ سے عیاں تھی مگر وہ بڑے حوصلہ سے کڑکتی دھوپ میں زرہ پہنے گرم گرم ریت لیٹی ہوئی تھی۔ وہاں چند بدقماش شیطان کھڑے ہوئے اس خاتون کی بے کسی اور بے بسی پر قہقہے لگا رہے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ ان کے نزدیک سے جانے لگے تو انہوں نے اونچی آواز میں اس نیک سعید خاتون سے کہا کہ اگر محمد ﷺ کا دین قبول کرو گی تو اسی طرح کے ظلم وستم کا مزہ لینا پڑے گا۔ چھوڑ دو ہمارے بتوں کو برا بھلا کہنا، چھوڑ دو محمد (ﷺ) کے دین کو اور ہمارے خداوؤں کی امان میں آجاؤ اور زندگی کی بہاریں لوٹو۔ اگر تم محمد (ﷺ) کے دین کو نہیں چھوڑو گی تو تم کو اسی طرح موت کی وادی میں جانا پڑے گا۔ مشرکین اس بوڑھی خاتون کو ظلم وستم کا نشانہ بھی بنا رہے تھے اور ساتھ ساتھ اونچی آواز میں قہقہے لگا رہے تھے اور باآواز بلند کہہ رہے تھے اے لوگو دیکھو! جو محمد (ﷺ) کے دین کو قبول کرے گا ہم ان کو عبرت کا نشان بنا دیں گے۔ جو ہمارے بتوں سے ٹکرائے گا ہم اس کو پاش پاش کر دیں گے۔ اگر امن سے رہنا چاہتے ہو تو اسلام کو چھوڑ کر ہمارے خداوؤں کی کفالت میں آجاؤ...... ہر طرح کا سکون ملے گا...... راحت ملے گی...... عزت بھی تمہارا مقدر بنے گی......

یہ وہی بدقسمت انسان تھے جن کی زبانیں اعلان نبوت سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو صادق اور امین کہنے سے نہ تھکتی تھی۔ وہ سید الصفاء ﷺ کو اپنا آئیڈیل تصور کرتے تھے اپنی تمام محافل میں آپ کو اعلیٰ مقام پر بٹھاتے تھے۔ وہ آپ ﷺ کی دل و جان سے عزت واحترام کرتے تھے۔ وہ آپ کا انتظار بازاروں میں کیا کرتے تھے۔ وہ آپ کے وعدوں پر اٹل ایمان رکھتے تھے اور جو لفظ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے ادا ہو جائے وہ ہر حالت میں پورا ہو گا۔ ان کا ایمان تھا کہ اگر محمد (ﷺ) کہیں کہ سورج آج مشرق کی

Marfat.com

بجائے مغرب سے طلوع ہوگا تو وہ من وعن اسی طرح ہوگا۔ وہ آپ کو ہر طرح سے اپنا سردار تسلیم کرتے تھے۔ مگر جب رسول اللہ ﷺ نے اسلام کا پیغام ان کے سامنے رکھا تو انہوں نے اس کو اپنے خداؤں کی توہین تصور کیا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دیوانوں کے جانی دشمن بن گئے مگر وہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ محمد (ﷺ) کبھی جھوٹ نہیں بولتے اور نہ ہی وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ مگر نہ جانے کیا وجہ تھی کہ اس معاملہ میں محمد (ﷺ) سے مخالفت میں کچھ زیادہ ہی گر چکے تھے کہ وہ جس شخص کو اپنا آقا اور سردار تصور کرتے تھے، جس کے حوالے اپنی قیمتی امانتیں رکھا کرتے تھے اب اس کے کردار میں کیا برائی آگئی تھی کہ وہ ان کے دشمن بن گئے تھے۔ وہ برائی، وہ تبدیلی اسلام کی تبدیلی تھی۔ اہل مکہ کو اپنا آبائی مذہب ترک کرنے کا کہتے تھے۔ جبکہ ان کا یقین تھا کہ اگر وہ اپنے آباء و اجداد کا دین چھوڑ دیں گے تو اس سے ان کے بزرگوں کی توہین ہوگی، یوں ان کے تمام خدا ان سے ناراض ہو جائیں گے اور ان پر کسی نئی مصیبت کو نازل کر دیں گے ان کو علم تھا کہ یہ مٹی کے بنے ہوئے بت ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے مگر پھر بھی ان کا ایمان بتوں پر اتنا مضبوط ہو چکا تھا کہ وہ ان کے خلاف کسی قسم کی بات سننے کے لئے تیار نہیں تھے۔

اہل مکہ تمام مسلمانوں کو نئے انداز سے تنگ کر رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ یہ مسلمان اس نئے دین کی پیروی چھوڑ دیں اور ان کے بتوں کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔ اس ضمن میں انہوں نے کسی انسان کی بڑائی اور بزرگی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے مشک ستم بنایا۔ وہ نئے نئے انداز سے ان پر ظلم ڈھاتے، کبھی ان کو دھوپ میں کھڑا کر دیا جاتا اور کبھی آگ کے شعلوں پر لٹا دیا جاتا تھا۔ مگر یہ حق پرست تھے کہ اسلام سے لوٹنے کا نام ہی نہیں لیتے تھے۔ ان ستائے جانے والوں میں سب سے زیادہ خواتین کو ستایا جاتا تھا اور خواتین ہونے کے ناطے ان کو کچھ زیادہ ہی ظلم وستم سہنا پڑتے تھے۔

جب اہل کفر مظلوم مسلمانوں کو اپنے ظلم کا نشانہ بناتے تو رسول اللہ ﷺ کو بہت دکھ ہوتا تھا۔ اور جب آپ ﷺ اس بوڑھی معمر خاتون کو دیکھتے تو آپ ﷺ کا دل خون

Marfat.com

کے آنسو رونے لگتا تھا کیونکہ ان کی عمر اس حد میں داخل ہو چکی تھی کہ ان کو عزت واحترام سے نوازا جائے مگر وہ تو اسلام کی خاطر ستائی جا رہی ہے اور اس خاتون کا بھی حوصلہ بہت ہی بلند تھا کہ وہ اسلام کے نام پر کسی قسم کا حرف آنے نہیں دے رہی تھی۔ مظلوم خاتون کے پاس چند ساعتوں کے لئے آپ رک گئے۔ آپ کی پرنم آنکھیں اس نیک بخت خاتون کو شاباش دے رہیں تھیں۔ آپ ﷺ نے اس خاتون کو مخاطب کر کے فرمایا ''صبر کرو! تمہارا ٹھکانا اللہ تعالیٰ نے جنت میں بنا رکھا ہے''۔ رسول اللہ ﷺ کی اس نصیحت کو سن کو ظالموں نے اس بوڑھی خاتون پر ظلم وستم کو مزید بڑھا دیا اور جلتی ریت پر لٹا کر اوپر سے گرم گرم پتھروں کو رکھ دیا لیکن ان کی زبان پر اللہ جل شانہ کے کلمات جاری ہیں۔ قربان جائیں اس عظیم خاتون کے حوصلہ اور جرات پر کہ وہ ان تمام مظالم کو بڑے اطمینان سے برداشت کر رہی تھی اور رسول اللہ ﷺ کی خوشخبری نے اس کے ضعیف عورت کے حوصلہ کو جوانی کا رنگ دے ڈالا۔

یہ خاتون کون تھی......؟ اس پر ظلم وستم کرنے والے کون تھے......؟ راہ اسلام میں ظلم وستم برداشت کرنے والی یہ خاتون سیدہ سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کا شمار انتہائی بلند ترین صحابیات میں ہوتا ہے، انہوں نے اسلام کی خاطر بہت زیادہ تکلیفیں برداشت کیں۔ انہوں نے اپنی جان اسلام کی تحریک کے نام کر دی۔ یہ ان کے ایمان کی ہی برکت ہی تھی کہ اسلام کی شمع روز بروز تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ دنیا کے تمام اندھیرے اس مشعل کی روشنی میں ختم ہو رہے تھے اور اس مشعل کا وجود ہی جہالت وگمراہی کا دشمن تھا۔

سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا زندگی کے زینہ پر

سیدہ سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک نیک سیرت مکی باشندے خباط کی بیٹی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے آباء واجداد کے بارہ میں تاریخ کو کچھ زیادہ علم نہیں اور صرف خباط نام پر جا کر تاریخ خاموش ہو جاتی ہے۔ سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا بچپن میں ہی

Marfat.com

ابوحذیفہ کی کنیز تھیں۔ جب سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا جوان ہوئیں تو آپ کے آقا نے آپ کی شادی اپنے ایک مصری دوست یاسر سے کردی۔ سیدنا یاسر رضی اللہ عنہ مصر کے قبطی قحطانی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ سیدنا یاسر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ مشہور تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے تقریباً نصف صدی پہلے ان کا ایک بھائی گم ہو گیا تھا وہ اپنے بھائی کو تلاش کرنے نکلے۔ وہ تلاش میں مختلف علاقوں میں گھوم پھر کر۔ اور اپنے بھائی کو تلاش کرتے رہے کسی نے ان کو اطلاع دی کہ مکہ میں ایک عکاظ کا میلہ لگتا ہے اور وہاں پر غلاموں کا کاروبار ہوتا ہے لہذا تم لوگ وہاں چلے جاؤ شاید تمھارا بھائی تم کو وہاں مل جائے آخر کار وہ مکہ کی طرف نکل آئے۔ یہاں آکر انہوں نے عکاظ کا علاقہ دیکھا اس کے علاوہ اپنے بھائی کے بارے اردگرد کی وادیوں میں اس کی چھان بین کی مگر ان کو اپنے بھائی کے بارے میں بالکل اطلاعات نہ مل سکیں اور یاسر کو مکہ کی وادی سے کچھ زیادہ ہی انس ہو گیا تھا کیونکہ یہاں پر اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لانا تھا اور یاسر نے اپنے تمام خاندان کو اسلام کے نام پر قربان کرنا تھا اور دوسرا یہاں پر کعبہ تھا، سب کو کعبہ سے لگاؤ تو تھا ہی مگر یاسر کا لگاؤ کچھ زیادہ ہی تھا۔

جب وہ اپنے بھائی کی تلاش کرنے میں ناکام رہے تو وہ واپس جانے کا پروگرام بنانے لگے۔ یاسر کے دوسرے بھائی مالک اور حارث اپنے بھائی کی تلاش سے مایوس ہو کر واپس چلے گئے مگر یاسر یہاں کا ہی ہو کر رہ گیا۔ یاسر کے بھائیوں نے یاسر کو خوب سمجھایا کہ ہمارا یہاں پر کوئی حلیف نہیں ہے لہذا یہاں رہنا ہمارے لئے مناسب نہیں اس لئے تم بھی ہمارے ساتھ چلو مگر یہ نہ مانے اور اس طرح یہ نووارد جوان مکہ کے ایک سردار ابوحذیفہ بن المغیرہ کا حلیف بن کر رہنے لگا۔ اور بس پھر تقدیر نے اس نوجوان کو خاندان ابوحذیفہ کا غلام بنا دیا۔

جب تک ابوحذیفہ زندہ رہا اس نے یاسر سے بہت اچھے سلوک کا مظاہرہ کیا اور اس کی شادی اپنی ایک نیک سیرت لونڈی سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا سے کر دی۔ شادی کے

Marfat.com

کچھ عرصہ بعد آپ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ تعالی عنہ رکھا گیا۔ یہ لڑکا بہت ہی حسین وجمیل تھا۔ اس کی پیدائش سے آپ کا آقا بہت زیادہ خوش ہوا اور اس نے سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کی آزادی کا فوراً اعلان کر دیا۔ گویا بیٹے کی پیدائش سے اللہ تعالی نے آپ کو دو خوشیوں سے نوازا۔ ایک بیٹے کی ولادت اور دوسری آپ کی آزادی۔

سیدنا سمیہ رضی اللہ تعالی عنہا اور آپ کے شوہر نامدار جاہلیت کے وقت بھی بڑے نیک سیرت اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ آپ نے آزادی کے بعد مکہ کی آزاد فضا میں رہنا شروع کر دیا۔ آپ کو یہ آزادی ایک اور آزادی کی طرف لے گئی جس کے سامنے دنیا کی تمام آزادیاں کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ اللہ نے آپ کو دو بیٹوں کی نعمت سے نوازا۔ دوسرے بیٹے کا نام سیدنا عبداللہ تھا۔ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ اپنی جوانی کی طرف قدم بڑھا رہے تھے اور سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے اپنی جوانی کے ابتداء میں ہی اسلام کی سعادت حاصل کر لی تھی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب رسول اکرم ﷺ اہل مکہ میں صادق اور امین کے لقب سے معروف تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ بچپن سے نکل کر جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے بچپن کا سارا دور سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا، سیدنا یاسر رضی اللہ عنہ کے سامنے گذرا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی پر تاثیر شخصیت کا بہت نزدیک رہ کر بڑی باریکی سے مطالعہ فرمایا۔ آپ کی شخصیت نے ان کے دلوں میں ایسے نقوش پیدا کر دیے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بہت زیادہ قدر کرنے لگے تھے۔ انہی دنوں کی بات ہے جب ماہتاب رسالتؐ وادی فاراں کی چوٹیوں میں طلوع ہو چکا تھا یہ ماہتاب ہر کسی کے دل میں گھر کرنے لگا۔ اور جونہی اس ماہتاب کی ایک کرن یاسر خاندان پر پڑی تو انہوں نے فوری طور پر لبیک کہا۔ سیدنا یاسر رضی اللہ عنہ کا خاندان مکہ کا پہلا خاندان تھا جس کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کا جلوہ دیکھا۔ اس نور کی تابانیوں سے خاندان یاسر نہ

Marfat.com

صرف منور ہوا بلکہ اس پر ڈٹ بھی گیا اور اس معزز خاندان کو وہ اعزاز حاصل ہے جس سے اہل مکہ محروم رہے۔

سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کا شمار مکہ کے چند ان خوش قسمت لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو طلوع ہوتے ہوئے بڑے قریب سے دیکھا۔ آپ نے رسول اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور کردار کا خوب نظارا کیا اور جونہی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کا اعلان فرمایا تو آپ اور آپ کے شوہر نامدار اور آپ رضی اللہ عنہ کے سعادت مند بیٹے نے اسلام قبول کر کے خود کو **سابقون الااولون** میں شامل کر لیا یعنی آپ کا خاندان وہ خاندان ہے جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور اس پر ثابت قدم بھی رہے۔

ایک روایت میں آپ کے اسلام لانے کا تذکرہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت اسلام کی تبلیغ کا اعلان فرمایا اس وقت آپ پر بڑھاپا طاری ہو چکا تھا مگر آپ کے بیٹے جوانی کی دہلیزوں پر دستک دے رہے تھے۔ جب سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے کانوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کا تذکرہ پڑا تو وہ ایک اندھیری رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں معلومات اکٹھی کرنے کے لئے نکلے، تو ان کو کسی سے علم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت دارارقم میں تشریف فرما ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اسلام کی تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا۔ سعادت مندی اور محبت رسول آپ کو فوراً دارِارقم لے آئی۔ دارِارقم کے نواح میں آپ کی ملاقات سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ وہ بھی اسلام کے بارہ میں معلومات حاصل کرنے کیلئے آئے تھے۔ اسلام کی صف اول کے یہ دونوں سعادت مند سپاہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اسلام کی حدود میں آ گئے۔ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ اسلام قبول کر کے واپس گھر آئے اور انہوں نے سب سے پہلے اپنے والدین کو اسلام کے بارہ میں تبلیغ کرنا شروع کی۔ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا یاسر رضی اللہ عنہ کے دل میں اسلام کی شمع روشن فرمادی۔ انہوں سے بیٹے سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کی خواہش ظاہر کی جس کو بیٹے نے فوراً مکمل کردیا۔ اور سیدنا یاسر رضی اللہ عنہ کا وہ پہلا قبیلہ تھا جس کے تمام افراد نے مکمل طور سب سے پہلے اسلام کو قبول کیا۔

اس صورت میں اہل مکہ نے نومسلموں کو جینا دوبھر کردیا۔ یہ دور اہل حق کے لئے بہت زیادہ پر آشوب اور تنگی کا دور تھا۔ مکہ کا جو فرد بھی رسول اللہ ﷺ کے حلقہ اسلام میں داخل ہو جاتا۔ تو اہل کفر اس کا قافیہ حیات تنگ کر دیتے۔ مشرکین مکہ اسے اپنے بدترین ظلم کا نشانہ بناتے تھے۔ وہ مشرکین مکہ کے غیظ وغضب اور لرزہ خیز ظلم وتشدد کا نشانہ بن جاتا اور مشرکین مکہ اس معاملہ میں اپنے قریب ترین عزیزوں کا بھی لحاظ نہیں رکھتے تھے۔

بس انہی دنوں میں سعادت کی گھٹائیں یاسر کے گھر بھی اُمڈ کر آئیں اور اللہ کی رحمت خوب برسی اتنی برسی کہ تمام خاندان یاسر نے اس رحمت سے فیض حاصل کیا۔ گویا انہی دنوں میں سیدہ سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر کے ہمراہ ماہتاب رسالت ﷺ کے پروانے بننے کا شرف حاصل کرلیا۔ اس طرح آپ کا اسلام قبول کرنے والوں میں ساتواں نمبر ہے۔ اس نومسلم خاندان کو اسلام لائے ہوئے چند دن ہی گذرے تھے کہ مشرکین مکہ کو ان کے اسلام کا علم ہوگیا۔ خاندان یاسر نے اپنے اسلام کو قطعاً نہیں چھپایا بلکہ علی الاعلان اسلام کو قبول کیا۔ یہ خاندان مکہ میں مہاجر تھا۔ ان کی مدد کرنے والا کوئی خاندان نہیں تھا اور نہ ہی ان کے پاس اتنی مال و دولت تھی جس کو ہتھیار بنا کر وہ استعمال کرتے اور اہل ستم کے ستم کو کم کرتے۔ بنی مخزوم نے آپ کے خاندان کو ایک بار پھر اپنا غلام بنالیا۔ ایک غلامی کی زندگی ان کی غریب الوطنی بھی ان کو ڈس رہی تھی۔ اسی وجہ سے سب سے زیادہ ظلم وستم کا نشانہ ان کے خاندان کو بننا پڑا کیونکہ اہل مکہ اور بنی مخزوم نے اس لاوارث خاندان کی بے بسی سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور ان پر ظلم وستم کے نئے نئے طریقے آزمائے جن کو دیکھ کر انسانیت سر پیٹ کر رہ گئی۔ کفر کے اس ظلم کے سامنے آل

Marfat.com

یاسر کا صبر بہت ہی مضبوط اور سخت تھا کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ ظلم وستم کے اس صحرا کو پار کرنے سے جو انعام میں جنت ملے گی اس کی آشائشوں کی قیمت اس سے بہت زیادہ ہے' ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ محنت اور مشقت کے بعد جو روزی کمائی جاتی ہے وہی روزی حلال کے زمرہ میں آتی ہے اور آل یاسر اپنی جنت کو کچھ زیادہ ہی حسین دیکھنا چاہتے تھے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ شروع کی تو پہلے کفار نے آپ کو دیوانہ یا مجنون سمجھا اور آپ کا مذاق کرنے لگے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ اسلام آہستہ آہستہ پھیلتا جا رہا ہے تو وہ مشتعل ہو گئے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں دینے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستوں میں کانٹے بچھاتے، جسم اطہر پر کوڑا پھینکتے اور جو بھی اسلام قبول کرتا وہ تمام مل کر اس نومسلم پر ظلم ڈھاتے تھے۔ پہلے تو وہ اس نومسلم کو ڈراتے دھمکاتے، پھر مار پیٹ کا سلسلہ جاری کرتے اگر وہ مار پیٹ کے باوجود پھر بھی باز نہ آتا تو پھر وہ اپنے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرتے۔ غلام اور کمزور لوگ تو ان کی سختیوں کو بطور خاص نشانہ بنے۔ ان مظلوموں میں سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ، سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اور سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کا خاندان شامل تھا۔ سیدنا یاسر رضی اللہ عنہ اور سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا بڑھاپہ میں قدم رکھ چکے تھے۔ کمزوری حائل تھی مگر ان کی قوت ایمانی اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ مضبوط تھا۔ بنی مخزوم ان کے خاندان کو دوبارہ شرک کی طرف لانے کیلئے متحرک ہوا مگر بے سود...... ان کی تمام کاوشیں دھری کی دھری رہ گئیں۔ جوں جوں سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا پر ظلم ڈھایا جاتا ان کے قدم اسلام پر مضبوطی سے جمتے گئے۔ جتنا ظلم بڑھتا گیا ان کا حوصلہ اس سے کہیں زیادہ بلند سے بلند تر ہوتا گیا۔ ان کو زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کر دینا، گرم اور دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹا دینا، پتھروں کی بارش کرنا، پانی میں غوطے دینا، گرم لوہے سے جسم کو داغنا اور مارنا پیٹنا اہل شرک کا معمول بن چکا تھا۔

مشرکین مکہ نے عاجز آ کر ایک کانفرنس بلائی تا کہ نئے دین کے پجاریوں کو ان

Marfat.com

کی کارروائیوں سے روکا جائے۔ لہذا طے پایا کہ جو شخص جس مسلمان پر قابو پاتا ہے اسے ہر ممکن کوشش کر کے اسلام سے دور کرے۔ ایسے میں سیدہ سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خاندان، خاندانِ مغیرہ کے قبضہ میں آ گیا۔ انہوں نے آپ اور آپ کے خاوند نامدار کو شرک پر لوٹانے کے لئے اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا مگر اہل حق اپنے کلمہ سے منحرف نہ ہوئے اور اسلام پر ڈٹے رہے۔ ان کی ثابت قدمی سے اہل کفر کو چڑھ تھی لہذا وہ نئے حربوں سے لیس ہو کر اہل حق کو زدوکوب کرنے لگے۔ مگر ماہتاب رسالت ﷺ کے پروانے اپنے عہد پر ڈٹے رہے ان کے پائے ثبات میں ذرہ برابر بھی لغزش نہ آئی۔

سیدہ سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ناموس رسالت کے تحفظ کی خاطر اپنی سب سے قیمتی شے یعنی جان بھی قربان کر دی، اسلام قبول کرنے کے بعد ان کے جذبہ ایمانی کا سخت امتحان شروع ہو گیا مگر اللہ جل شانہ نے آپ کو اتنا حوصلہ اور ہمت سے نوازا تھا کہ آپ ہر طرح کی مصیبت کا بالکل فکر نہیں کرتیں تھیں۔ آپ کو گرم کنکریوں پر لٹایا جاتا اور لوہے کی گرم زرہ پہنا کر دھوپ میں تشنہ کھڑا کر دیا جاتا۔ جب اہل کفر آپ کے خشک لبوں پر محمد ﷺ کی رسالت اور اللہ تبارک تعالیٰ کی واحدانیت کا اقرار سنتے تو وہ آگ بگولہ ہو کر رہ جاتے۔ کہا جاتا ہے کہ عورتیں نرم و نازک آبگینے ہوتے ہیں مگر یہ آبگینہ تو کچھ بہت ہی زیادہ سخت اور مضبوط تھا کہ اس پر کسی قسم کا ستم اثر انداز نہیں ہو رہا تھا۔

اہل کفر مسلمانوں کو صحرا میں لے جاتے اور ان کو گرم ریت پر لٹاتے۔ خاندان مغیرہ سیدہ سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تپتی ہوئی ریت پر لٹا دیتے اور سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتے۔ وہ عموماً آپ کو زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کر دیتے اور کہتے اگر تم اسلام سے باز آ جاؤ گے تو ہم تم کو چھوڑ دیں گے بلکہ تم کو آرام بھی دیں گے۔ مگر سیدہ سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں کہ ان کے ہر ظلم کو ہنس کر برداشت کرتی رہیں اور جب رسول اللہ ﷺ اس طرف سے گذرتے تو آپ ﷺ مسلمانوں کو ظلم و ستم میں دیکھ کر آبدیدہ ہو جاتے اور ان کو صبر و شکر کی تلقین فرماتے۔ اور سیدہ سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خصوصی طور پر فرماتے اے

Marfat.com

آل یاسر! صبر کرو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے بدلے میں ضرور نوازے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے صبر اور شکر کرنے والوں کے لئے جنت کا اعلان فرما رکھا ہے۔

سیدہ سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دن بھر صحرا میں ظلم وستم کا نشانہ بننا پڑتا۔ دن بھر آپ کو اہل حق کے ہمراہ طرح طرح کی مصیبتیں اور تکلیفوں کو سامنا کرنا پڑتا تھا۔ جب شام ہو جاتی تو آپ کو گھر جانے کی اجازت مل جاتی تھی۔ کبھی کبھی تو رات کو بھی آپ کو مشرکین کے ظلم وستم کا سامنا کرنا پڑتا۔ مگر آپ اپنے فیصلہ پر ڈٹی رہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے صبر کا امتحان فرماتے رہے۔ امتحان بہت زیادہ سخت تھا مگر اس کا انعام بھی اتنا ہی زیادہ ارفع اور عظیم تر تھا اہل کفر کے ظلم وستم روز بروز سخت سے سخت ہو رہے تھے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوانوں کے حوصلے اور بھی بلند سے بلند تر ہوتے جا رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن کے ہمراہ بطحا کی وادی سے گذر رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آل یاسر کو کافر ظلم کا نشانہ بنا رہے تھے ان کی حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں اشک اُمڈ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ قریش مکہ کی کے سردار ابو جہل عورتیں سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کو بہت پسند کرتی تھیں کیونکہ وہ حاملہ عورتوں کا علاج معالجہ بھی کیا کرتی تھی۔ ان عورتوں نے کفار کے سردار ابو جہل کو یہ بھی بتایا کہ اس خاتون پر ظلم نہ کیا کرو کیونکہ وہ ہماری بہت خدمت کرتی ہے مگر ابو جہل پر ان کی باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا اور اس نے اس خاندان پر ظلم ڈھانے کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا اور جتنا دل چاہتا ان پر ظلم کیا کرتا مگر صبر شکر کے یہ پہاڑ اسلام پر سختی سے کاربند رہے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کئی بار کوشش کی کہ وہ سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کو خرید کر آزاد کر دیں لیکن ابو جہل اس کو فروخت کرنے پر تیار نہ تھا۔

ایک دن سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم آل یاسر رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لائے۔ سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بچوں کو مبتلائے مصیبت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دل گرفتہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آل یاسر کے لئے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! آل یاسر کی مغفرت

Marfat.com

فرمادے۔ سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار اہل کفر کے ظلم وستم برداشت کرتے کرتے اس دنیا سے کامیاب وکامران رخصت ہو گئے اور شہادت کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہو گئے۔ آپ نے دنیا کو اس حالت میں چھوڑا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا دین بھی سلامت رکھا اور دنیا کو بھی محفوظ فرمادیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی خصوصی کرم نوازی سے ہوا کہ اس نے اس خاندان کو سابقون الاولون ہونے کا اعزاز عطا فرمایا۔

شہادت کی شاہراہ پر

آخر کار آپ کی زندگی کی وہ گھڑی بھی آ گئی جس کا سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پوری زندگی انتظار کرتے رہے مگر پھر بھی انہیں وہ نصیب نہ ہوئی۔ ایک دن سیدنا سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شام کو مشرکین مکہ کے ظلم وستم سے فارغ ہو کر اپنے گھر کی طرف تشریف لا رہی تھیں کہ سرِ راہ فرعون امت محمدیہ' ابوجہل سے مل گیا۔ وہ فرعون برچھے سے لیس تھا۔ اس نے سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کہا کہ اسلام سے پھر جاؤ، اور رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ دو۔ مگر وہ ایمان پر قائم ہی رہیں۔ ابوجہل نت نئے انداز سے ان پر ظلم وستم کرنے لگا کہ وہ اس مومنہ کو اسلام سے دور کر کے ہی واپس جائے گا۔ ابوجہل بہت زیادہ غصے میں تھا وہ غصے سے لال پیلا ہوا جا رہا تھا۔ وہ بار بار کہہ رہا تھا کہ تم اسلام سے الگ ہو جاؤ مگر آپ تھیں کہ صبر کا پہاڑ بن کر اسلام پر ڈٹی ہوئیں تھیں۔ ابوجہل نے کہا کہ تم اسلام کو چھوڑ دو مگر سیدہ سمیہ نے فرمایا کہ میں تمہارے بتوں پر لعنت بھیجتی ہوں۔ جب ابوجہل کو کامیابی نہ ہوئی تو اس نے صبر شکر کے پہاڑ سیدنا سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر اپنے برچھے سے پوری قوت کے ساتھ حملہ کیا۔ اس ظالم نے اس مومنہ کے پیٹ کے نچلے حصہ کو منتخب کر کے اتنی قوت سے وار کیا تھا کہ نیزہ ان کے جسم سے پار ہو گیا۔ اس کے بعد اس فرعون امت نے اس صابرہ شاکرہ خاتون پر پے در پے وار کیے۔ زخموں کی تاب نہ لا کر نیچے گر گئیں۔ اس فرعون کے حملوں نے سیدہ سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو راہِ اسلام میں وہ مقام عطا فرمایا دیا جس کی ہر مومن کو طلب ہوتی ہے، ابوجہل کے برچھے کے وار جسم

Marfat.com

سے پار ہو گئے تھے۔ مومنہ ایک دم نعرہ حق لگا کر زمین پر سجدہ ریز ہو گئیں۔ سیدنا ملک الموت علیہ السلام نے فوراً وہاں پہنچ کر اس سعادت مند مومنہ کے جسم اطہر کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جنت کے باغات میں منتقل فرمایا۔ اس کے بعد اس کافر نے سیدنا یاسر رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں لاتوں، گھونسوں اور آہنی مکوں کی بارش کر دی۔ بوڑھی جان ان طوفانی گھونسوں کو برداشت نہ کر سکی اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے۔ ساتھ ہی ننھا عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی کھڑا تھا۔ اس ظالم نے اس کو بھی معاف نہ کیا اور اس پر بھی شدید زدوکوب کیا اور اس کے معصوم جسم پر ایک تیر کا وار کیا جس سے آپ بچپن میں ہی اسلام کی سربلندی کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

آپ کی شہادت کا منظر مشہور مورخ اور تاریخ دان ابن ابی شیبہ اس طرح پیش کرتا ہے:۔

> روایت ہے کہ ابوجہل نے ان کے جسم کے نازک حصہ پر برچھی کا وار کیا جس سے وہ شہید ہو گئیں، یہ اسلام کی پہلی شہید خاتون ہیں، جن کو ہجرت سے پہلے شہید کر دیا گیا اور یہ وہ خاتون ہیں جنہوں نے مکہ مکرمہ میں اسلام کے ابتدائی دور میں اپنے اسلام کا اعلانیہ اظہار کیا تھا۔

سیدنا عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماں کی شہادت سے بہت زیادہ دل برداشتہ ہوئے۔ انہیں ماں اور باپ کی اس بے بسی پر بہت زیادہ دکھ ہوتا تھا مگر کچھ نہ کر سکتے تھے۔ یہ دوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئے اور گذارش کی کہ یا اے اللہ کے رسول آج تو غضب ہو گیا' ان ظالموں نے میری ماں کو شہید کر دیا ہے۔ ایک اور روایت میں ہیں ہے کہ یہاں ابوجہل نے ان کے بیٹے عبداللہ کو بھی تیر مار کر شہید کر دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غمزدہ عمار کو حوصلہ، صبر و شکر کرنے کا حکم دیا۔ رسول اللہ [illegible] واقعہ سن کر اللہ جل شانہ کے حضور اپنے دست مبارک بلند فرمائے اور یوں دعا

اے اللہ! آلِ یاسر کو دوزخ کی آگ سے بچالے

شہید ناز کے مرتبے گر جان جایئے
قربان جانے والے پر قربان جایئے

سیدنا عمار رضی اللہ عنہ سے اپنی والدہ ماجدہ کی شہادت کا منظر نہ بھلایا جاسکا۔ اور رسول اللہ ﷺ کو بھی ابو جہل کی شقاوت اور سمیہ رضی اللہ عنہا کی بہادری یاد رہی کہ انہوں نے ظلم کے سامنے کلمہ حق کہا۔

جب سیدہ ناسمیہ رضی اللہ تعالی عنہا کو شہید کیا گیا اس وقت مسلمانوں نے ابھی مکہ سے ہجرت نہیں کی تھی۔ اس بنا پر سیدہ سمیہ رضی اللہ تعالی عنہا وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے راہ اسلام میں سب سے پہلے جام شہادت نوش فرمایا۔ رسول پاک ﷺ اس وقت تمام مسلمانوں کو صبر وشکر کا حکم دیا کرتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے طرف سے ابھی تک جہاد کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس کے علاوہ ابھی تک تمام مسلمان جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا وہ غلام اور غریب لوگ تھے۔ وہ کافروں کے تسلط میں تھے۔ وہاں انصاف نام کی کوئی شے نہ تھی اس لئے وہاں صبر کے سوا کسی اور شے کا زور نہ چلتا تھا اس لئے رسول پاک ﷺ لوگوں کو صرف صبر کا ہی حکم دیا کرتے تھا۔

آخر کار ابو جہل بھی اپنے تمام گناہوں کے ہمراہ اپنی منزل کو سدھار گیا۔ غزوہ بدر میں سیدنا معوذ رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ دو ننھے بچوں نے فرعون امت پر ایک بھر پور حملہ کیا۔ ابو جہل اس وقت اپنی فوجوں کی قیادت کر رہا تھا۔ ہر طرف اس کے جیالے موجود تھے اس کے گرد سخت حفاظتی پارٹیاں متعین تھیں۔ حتکہ اس کا بیٹا بھی باپ کی حفاظت پر مامور تھا مگر وہ تمام حفاظتی رکاوٹیں دو ننھے منے مجاہدوں کے راستہ میں نہ ٹھہر سکیں ننھے مجاہدوں نے عقابوں کی طرح حملہ کر کے ابو جہل کا سرتن سے جدا کر دیا تو اسوقت سیدنا عمار رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہی کھڑے ہوئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا!

ترجمہ:۔ اے عمار دیکھو! (اللہ تعالیٰ نے تمہاری ماں کے قاتل سے اس کا بدلہ لے لیا ہے)۔(اصابہ)

شہادت نے سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کو اس مقام پر فائز کر دیا جس کی ہر مسلمان مجاہد کو خواہش ہوتی ہے اور وہ اسلام کی خاطر سب سے پہلی شہیدہ ہیں۔

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

ایک دوسری روائت میں ہے کہ سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کو ابھی بنی مخزوم نے آزاد نہیں کیا تھا اور وہ ابوجہل کے گھر میں کام وغیرہ کیا کرتی تھیں۔ابوجہل ان کو اسلام لانے کے جرم میں ان سے سخت نالاں تھا وہ آپ ان کو سخت سے سخت ترین ظلم ڈھایا کرتا تھا۔ ان کے لرزہ خیز ظلم وستم نے اہل حق کے حوصلوں کو بہت مضبوط کر دیا تھا مگر کب تک وہ ان کے ظلم کو برداشت کرتے۔ایک دن ابوجہل نے ان کو برچھا مار کر شہید کر دیا اور اس کے ساتھ ہی ان کے بیٹے عبداللہ کو بھی خوب زدوکر کے مقام شہادت پر فائز کر دیا۔دوسری روائت میں ہے کہ انہیں بھی برچھا مار کر شہید کیا گیا۔ایک اور روائت میں ہے کہ سیدنا سمیہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے کی شہادت سے قبل ان شوہر سیدنا یاسر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا۔

سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کے تیسرے بیٹے کا نام حریث تھا۔جو سیدنا عمار رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بڑے تھے۔حریث کو ایام جاہلیت میں بنو ہذیل نے قتل کر دیا تھا۔

ان کے جذبہ حریت کے بارہ میں شاعر نے کیا خوب کہا:۔

محمدؐ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

Marfat.com

محمدؐ کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے اعلیٰ ہے

......☆......

Marfat.com

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا
بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تمہید

عرب کی دنیا ایک عجیب دنیا تھی وہاں اللہ تعالیٰ کا گھر بھی موجود تھا مگر پھر بھی اس کی پوجا پاٹ نہیں ہوتی تھی۔ اہل عرب نے اپنے پتھر کے خدا گھڑ رکھے تھے اور وہ ان کی پوجا پاٹ میں مگن تھے کسی کو بھی اس دنیا کے بنانے والے کا نام لینے کی توفیق نہ تھی۔ وہاں اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی سرزمین فلسطین کی وادی بھی تھی مگر اس پر کسی کا اعتماد نہیں تھا۔ وہاں اللہ کی حکومت تو تھی مگر اس کو تسلیم کوئی نہیں کرتا تھا۔ وہاں اللہ تعالیٰ کی مخلوق تو تھی مگر وہ مخلوق اپنے عارضی مالک کے سامنے جبینِ نیاز خم کئے ہوئے تھی۔ عورت کا وجود تو تھا مگر اس کا احترام کوئی نہیں کرتا تھا۔ ہر سو...... سرداری نظام قائم تھا مگر بیابانوں میں اس کی حکومت تھی جو طاقت ور مونہہ پھٹ منہہ زور اور جو زیادہ ظلم کر سکتا تھا۔ عربوں کا ذریعہ معاش تجارت، گلہ بانی اور لوٹ مار سے وابستہ تھا۔

مختصر قافلہ مدینہ کی راہ پر

اسی نفسا نفسی کے عالم میں جب اہل مکہ انتہائی گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ڈوبے ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی قدرت کے کرشمات دکھائے اور ان کے گھروندوں

Marfat.com

میں سے ایک انسان کو پیدا فرمایا جوان جیسا تھا مگر اس کا کردار ان سے الگ تھلگ، اس کی عادات الہامی کتب کے عین مطابق، اس کی بول چال اور اندازِ زندگی تمام لوگوں سے مختلف تھی اس نے آتے ہی لوگوں کو بتوں کی غلامی سے نجات کا اعلان کر دیا تو بتوں کے پجاریوں نے ان پر اور ان کے حق پرست ساتھیوں پر مکہ کی سرزمین کو نہ صرف تنگ کر دیا بلکہ ان کو وہاں سے بھگا دیا تا کہ وہ مکہ میں رہ کر ان کے خداؤں کے برابر اپنے واحد اللہ تعالیٰ کا نظریہ کھول کر پیش نہ کر سکے۔ اس سے پہلے مشرکین نے ان حق پرست مہاجرین کی فرودگاہ پر حملہ کیا تھا۔ ان کا ارادہ تھا کہ حق پرست مہاجرین کو وہ تباہ کر دیں گے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے ماننے والوں کی اپنی خدائی طاقتوں سے مدد کی اور حملہ آوروں کو شکست اٹھانا پڑی۔ ابھی وہ ظالم اپنے زخم چاٹ ہی رہے تھے وہ اپنے قتل ہونے والے سرداروں کے غم میں مبتلا تھے کہ ان کو کسی نے خبر دی کہ ایک لڑکا اور اس کی بھابی مکہ سے مدینہ کی طرف جا رہے ہیں۔

عربی لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ قافلوں کی شکل میں سفر کرتے تھے مگر یہ اونٹ والے صرف دو ہی تھے کیونکہ ان کے ہمراہ کوئی اور تجارتی قافلہ نہیں تھا اور نہ ہی ان کا مشن تجارت تھا۔ لوگ ٹولیوں میں سفر اس لئے کرتے تھے کہ دوران سفر مسافروں کا اپنے اہل خانہ سے کسی قسم کا مواصلاتی رابطہ نہ ہوتا تھا۔ دوران سفر اگر کوئی بیمار ہوتا تو سفر کی صعوبتیں اس کو اس جہاں سے رخصت کر دیتیں اور اہل قافلہ اس کو وہاں ہی سپرد خاک کر کے اپنا قافلہ آگے بڑھا دیتے تھے۔ دوران سفر ڈاکو بھی حملہ آور ہوتے تھے۔ ڈاکو اور اہل قافلہ کے درمیان ایک خون ریز جنگ ہوتی اور جو طاقت ور ہوتا وہ فاتح ہوتا اور مفتوح کے ساتھ اپنی منشا کے مطابق سلوک کرتا تھا۔ اسی طرز پر یہ ایک اونٹ اور دو افراد کا قافلہ مکہ کے ویرانہ میں اپنی مدینہ کی طرف رواں دواں تھا۔ یہ چھوٹا سا اہل قافلہ مکہ کے سرداروں میں سے تھا۔ ان میں ایک لڑکی جو کہ ایک جلیل القدر مکی سردار کی بیٹی اور ایک مکی سردار کی بہو تھی۔ وہ قافلہ آنے والی ہر آفت، ہر مصیبت سے بے نیاز تھا ان کو کسی قسم کے حملہ کا ڈر نہ تھا کیونکہ ان کے پاس کوئی دولت وغیرہ نہ تھی یہ نورانی قافلہ مکہ کے

Marfat.com

ویرانوں سے جلدی جلدی نکلنا چاہتا تھا۔

اسی بدقسمت قافلہ میں جو خاتون تھی وہ اپنے باپ کے پاس ایک معاہدہ کے نتیجے میں ہونے والی ایک مفاہمت کو مکمل کرنے جارہی تھی۔ جبکہ اس کا سسرال مکہ میں ہی تھا۔ اس خاتون کے دل میں تھا کہ شاید وہ ہمیشہ کے لئے مدینہ کی ہو رہے گی۔ وہ خاتون توحید پرست تھی۔ توحید پرستوں کے قانون کے مطابق کوئی توحید پرست خاتون بت پرست کے نکاح میں نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ اس کا شوہر بت پرست تھا۔ اس لئے ان دونوں کی قانونی علیحدگی کا جواز سامنے آچکا تھا۔ جب یہ نہتا قافلہ مکہ سے ایک میل کے فاصلہ پر بالکل ویران جگہ پر پہنچا تو انہوں نے محسوس کیا کہ کوئی ان کا پیچھا کر رہا ہے۔ انہوں نے اپنی سواری کو خوب تیز کرلیا۔ مگر ان کی قسمت میں تھا کہ ان کا دشمنوں کے ساتھ ٹکراؤ ہو کر رہے۔

بنت رسول جب ستائی گئی

اہل مکہ نے ان نہتے مسافروں پر حملہ کر دیا۔ خاتون پردہ میں تھیں دشمن گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تھے۔ خاتون مدینہ کے تاجدار کی بیٹی تھی۔ حملہ آوروں کی خواہش تو تھی کہ اس کو شہید کر دیا جائے مگر پھر ان کو معلوم ہوا کہ اس کا باپ تو مدینہ کی مملکت کا بادشاہ ہے وہ ہم پر حملہ کر دے گا۔ اس نے پچھلے دنوں ہمارے حملہ کا منہ توڑ جواب دیا تھا اور ہمارے کئی سورماؤں کو جہنم میں دھکیل دیا تھا۔ اسکی قوت بڑھ رہی ہے اور ہماری قوت کم ہو رہی ہے۔ اس لئے انہوں دور سے فضا میں اپنے نیزے لہرائے۔ اپنے گھوڑوں کو خوب اچھلایا اور کدایا تاکہ اونٹ بھر جائے اور ان کا مشن آسانی سے حاصل ہو جائے۔ خاتون حاملہ تھیں اور دوسرا انہوں نے اپنا جسم مبارک اچھی طرح چادر میں لپیٹ رکھا تھا۔ اور وہ اونٹ کی سواری کو اچھے انداز میں نہ جانتی تھی۔ جب وہ خاتون اونٹ کے بدکنے سے نہ گری تو انہوں نے اونٹ پر نیزے کے چرکے لگائے، اونٹ کو دوڑانے کی ناکام کوشش کی۔ اور جب وہ ہر طرح سے ناکام ہوئے تو ان سر پھرے ڈاکو صفت حملہ

Marfat.com

آوروں میں سے ایک نے اپنے نیزے کا پھل اس معصوم خاتون کے جسم پر دے مارا جس سے زخمی ہوکر وہ معصوم خاتون اونٹ سے گر گئی' اس گرنے کی وجہ سے اس کا حمل بھی ضائع ہوگیا۔ زچگی کی چوٹ بہت سخت اور دیر پا ہوا کرتی ہے۔ اس خاتوں کا نام سیدہ زینب رضی اللہ تعالی عنہا تھا اور اس کے ہمراہ جو جوان تھا وہ اس کا دیور عمرو بن ربیع تھا جو قیدیوں کے تبادلہ کے سلسلہ میں سیدہ زینب رضی اللہ تعالی عنہا کو مدینہ میں چھوڑنے جا رہا تھا۔ سیدنا زینب رضی اللہ تعالی عنہا پر حملہ کرنے والے بد بخت کا نام ہبا بن الاسود تھا۔

ماضی اور حال بین بین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی کا نام سیدہ زینب رضی اللہ تعالی عنہا تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہ تھا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی تھیں۔ آپ کی ولادت باسعادت اس وقت ہوئی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کو پانچ سال ہو چکے تھے گویا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تیس سال تھی۔ اور یہ ۲۳ سال قبل از ہجرت ۶۰۰ء کا زمانہ بنتا ہے۔ اسلام سے پہلے مکہ میں لڑکیوں کو اول تو پہلے ہی زندہ درگور کر دیا جاتا اور جو معزز گھرانے ایسا نہ کرتے تو وہ اپنی بیٹیوں کی شادی کم سنی میں ہی کر دیا کرتے تھے۔ لہٰذا موجودہ دستور کے مطابق آپ ان کی بھی شادی بچپن میں اپنے خالہ زاد ابوالعاص کے ساتھ ہوگئی تھی۔

جونہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا تو سیدہ زینب رضی اللہ تعالی عنہا نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ تو ان کے ساتھ مشرکین مکہ نے مسلمانوں کے ساتھ ظلم وستم روا رکھنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی دو بہنیں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ابولہب کے دو بیٹوں کے ساتھ ہوئے تھے۔ لیکن ابھی تک آپ ان کی دونوں بہنیں اپنے باپ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی تھیں کہ انہوں نے اپنے باپ کے کہنے پر انہیں طلاق دے دی۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابوالعاص کو بھی کفار نے بہت کہا کہ وہ ان کے دشمن، یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی کو اپنے

Marfat.com

گھر میں نہ رکھے اور ان کو طلاق دے دے۔ مگر انہوں نے کفار مکہ کے کہنے پر ایسا ہر گز نہ کیا۔ بلکہ اپنی بیوی کے ساتھ نیک سلوک کرتا رہا، اس نے آپ کو قریش کے ہر طرح کے ظلم سے محفوظ رکھا۔ ابو العاص کی بیوی ہونے کے ناطہ سے مشرکین مکہ ان کو تنگ نہیں کر سکتے تھے۔ اس طرح ابو العاص کی کڑی خاندان رسالتؐ سے جڑی رہی۔ ابو العاص اپنی بیوی کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے تھے۔ ابولعاص کا رویہ بہت اچھا تھا مگر وہ کسی وجہ سے اسلام سے دور ہی رہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل اسلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ کو چھوڑ کر مدینہ آ کر سکونت اختیار کر لی مگر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ابھی تک ابو العاص کے نکاح میں تھیں اور ان کے ساتھ مکہ میں قیام پذیر تھیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا دل تو بہت چاہ رہا تھا کہ وہ بھی اپنے مسلمان بھائیوں کے ہمراہ مدینہ چلی جائے مگر ابھی تک کوئی ظاہری سبب نہیں بن رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے باپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر رشتہ داروں کی یاد بہت زیادہ ستایا کرتی تھی۔ آپ اپنے اہلخانہ سے دوری کا شدت سے غم محسوس کر رہیں تھیں۔ آپ اللہ تعالی سے دعا گو تھیں کہ اللہ تعالی کوئی سبب بنائے کہ وہ بھی اپنے وطن کی قربانی اسلام کے لئے پیش کر کے مہاجرین میں شامل ہو جائے مگر ظاہری اسباب اس بات کی اجازت نہ دے رہے تھے کہ آپ مدینہ کو ہجرت کر جاتیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خود ہی اپنی جناب سے ان کی مدینہ ہجرت کا بندوبست فرمالیا۔

آپ کی دعاوؤں کی سچائی نے رنگ دکھایا اور اہل کفر کی موت نزدیک آ گئی۔ اہل کفر نے مسلمانوں کو بہت ستایا تھا اور نہ وہ مسلمانوں کے وجود کو بھی ختم کرنے کے درپے تھے مشرکین مکہ نے مل بیٹھ کر ایک کانفرنس بلائی اور فیصلہ کیا کہ مدینہ پر حملہ کیا جائے کیونکہ وہاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیوں نے ان کی تجارتی شاہراہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اہل مکہ نے مسلمانوں پر بڑے زور و شور سے ابوجہل کی قیادت میں چڑھائی کر دی۔ بدر کے مقام پر حق باطل کی دونوں فوجوں کے درمیان کانٹے دار مقابلہ ہوا' مسلمانوں کی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے مدد کی اور انکو کامیابی سے سرفراز فرمایا۔

قصہ ہار کا

بدر کی اس لڑائی، میں کفار مکہ کے بہت سارے آدمی جہنم کا ایندھن بنے اور اتنے ہی مسلمانوں کی قید میں آگئے ۔مسلمانوں نے انتہائی محنت اور جانفشانی سے لڑائی میں حصہ لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیابی سے سرفراز فرمایا۔اس کامیابی کے ساتھ بہت سے کفار مسلمانوں کے قیدی بن کر آئے تو ان قیدیوں میں رسول اللہ ﷺ کا داماد ابوالعاص بھی اس لڑائی میں شریک تھا جس کو سیدنا عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی جرأت اور بہادری سے اپنا قیدی بنالیا۔جب اہل مکہ کو اس امر کی اطلاع ملی کہ ان کے ستر کے قریب نامی گرامی سردار جہنم کو سدھار گئے اور اتنے ہی قیدی بنا لئے گئے ہیں تو ان پر قیامت کا سماں بیت گیا اہل مکہ نے جن کے عزیز مسلمانوں کے قیدی بن چکے تھے مدینہ پہنچ کر مسلمانوں سے رابطے کرنے شروع کردئے تاکہ وہ زر فدیہ دے کر اپنے قیدیوں کو آزاد کرایا جائے۔

اسی طرح ابوالعاص کی بیوی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے شوہر کی رہائی کی غرض سے ایک قیمتی ہار بھیجا کیونکہ ان کے پاس اس سے قیمتی کوئی شے نہ تھی جس کو دے کر وہ اپنے شوہر کو آزاد کروالیتیں ۔یہ وہ ہار تھا جو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ان کی والدہ ماجدہ ام المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے شادی کے وقت جہیز میں عطا کیا تھا اور یہ ہار یمنی عقیق سے بنا ہوا تھا۔اس ہار کی قیمت بہت زیادہ تھی مگر اس ہار کی نسبت اس کی قیمت سے بھی زیادہ تھی کیونکہ یہ ہار رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی کو جہیز میں دیا تھا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی طرف سے یہ ہار آپ کا دیور عمرو بن ربیع لے کر مدینہ آیا تھا۔

جب یہ قیمتی اور تاریخی اہمیت کا حامل ہار شہنشاہ عرب و عجم ﷺ کی خدمت میں اپنے داماد کو رہا کرنے کے لئے بطور زر فدیہ پیش کیا گیا تو آپ کی آنکھوں میں ان کی شادی کا منظر گھوم گیا جس میں آپ ﷺ کے ہمراہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں اور

انہوں نے یہ ہار سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو جہیز میں دیا تھا، یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ آبدیدہ ہو گئے۔ جب یہ منظر دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم مجھے اس بات کی اجازت دو تو میں یہ ہار ان کو واپس کر دوں۔ یہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ماں کی نشانی ہے۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے منظوری دے دی اور ابوالعاص کا فدیہ یہ مقرر کیا گیا کہ وہ مکہ جا کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو واپس مدینہ بھیج دیں۔ جب یہ مشکل شرط ابوالعاص کے سامنے رکھی گئی تو اس نے بڑی مشکل سے اس شرط کو قبول کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوالعاص کو رہا فرما دیا اور ان کے ہمراہ سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ وہ دختر رسول کو مدینہ لے آئیں۔

سیدنا زید رضی اللہ عنہ ابوالعاص کے ہمراہ مکہ گئے اور مکہ سے کچھ پہلے جج کے مقام پر ٹھہر گئے تا کہ ابوالعاص سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو یہاں تک چھوڑ جائیں اور وہ ان کو لے کر مدینہ چلے آئیں۔ ابوالعاص نے گھر پہنچ کر حسب وعدہ اپنی بیوی کو اپنے چھوٹے بھائی کی نگرانی میں روانہ کیا تا کہ وہ انہیں سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دے۔ ابوالعاص کا چھوٹا بھائی اپنے بھائی کے حکم سے سیدنا زینب رضی اللہ عنہ کو لے کر مدینہ کی طرف چلا تا کہ وہ مقام جج پر موجود سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دے۔

جب اس بات کی اطلاع اہل مکہ کو ملی تو ان پر گویا بجلی ٹوٹ گئی' انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کو روکنے کے لئے ایک قرارداد منظور کی اور طے کیا کہ دختر رسول کو روکا جائے۔ لہٰذا مکہ کے چند جوانوں نے ابوسفیان کی قیادت میں کنانہ جو کہ عمرو بن ربیع کے نام سے مشہور اور وہ ابوالعاص کا چھوٹا بھائی تھا انہوں نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا تعاقب شروع کر دیا۔ اہل مکہ نے ان دونوں کو ذی طویٰ کے مقام پر جا پکڑا۔ جب یہ بدقماش ان کے نزدیک گئے تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اونٹ پر سوار تھیں۔ ایک ظالم ہبار بن الاسود نے ان پر اپنے نیزے سے حملہ کیا۔ یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ سیدنا زینب

Marfat.com

رضی اللہ عنہا اپنے توازن برقرار نہ رکھ سکیں اور اونٹ سے نیچے گر گئیں۔ یہاں آپکو سخت چوٹیں آئیں آپ اس وقت حاملہ تھیں اس چوٹ سے آپ کا حمل بھی ساقط ہو گیا اور سخت قسم کی چوٹیں بھی آئیں۔ جب یہ منظر آپ کے دیور عمرو بن ربیع کنانہ بن ربیع نے دیکھا تو وہ اپنا تیر سیدھے کر کے کھڑے ہو گیے اور حملہ آوروں کو للکارا کہ اگر تم میں سے ایک نے بھی حرکت کی تو اس کو میں اپنے تیروں سے ہلاک کر کے رکھ دوں گا۔ حملہ آوروں کے قائد ابوسفیان نے دیکھا کہ اب معاملہ بگڑ چکا ہے تو اس نے کنانہ سے کہا کہ بھتیجے اپنے تیر روک لو میں تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔

کنانہ نے اپنا ترکش نیچے کیا اور ابوسفیان کے پاس چلا گیا۔ ابوسفیان نے اس کے کان میں کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ محمد ﷺ نے ہمارا کس طرح نقصان کیا ہے۔ ہماری عزت کو خاک میں ملا کر رکھ دیا ہے۔ ہماری تجارت اس نے ختم کر کے رکھ دی ہے اور ہمارے بہت سے سرداروں کو قتل کر دیا ہے ان حالات میں اگر اب تم ان کی بیٹی کو اس طرح کھلے بندوں لے کر جاؤ گے تو ہماری اور زیادہ بے عزتی ہو گی اس لئے بہتر ہے کہ آج تم اس کو واپس مکہ لے چلو اور پھر رات کو چوری چھپے ان کو یہاں سے رخصت کر دینا اس طرح ہماری بھی عزت رہ جائے گی۔ کنانہ نے ابوسفیان کا یہ مشورہ مان لیا اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو واپس مکہ لے آیا۔ مکہ واپس آکر کے زخموں پر اور زیادہ نمک پاشی ہوئی مگر چند دن کے بعد رات کی تاریک میں ابوالعاص نے پھر اپنے بھائی کو حکم دیا کہ وہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے حوالے کر آئے ساتھ لیا۔ عمرو بن ربیع کنانہ نے سیدنا زینب رضی اللہ عنہ کو اونٹ پر بٹھایا اور سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا اور وہ ان کو لے کر مدینہ کو سدھار رہے۔

شوہر کو امان

ابوالعاص ایک دیندار۔ شریف النفس اور ایماندار انسان تھے۔ انہیں اپنی بیوی سے بہت زیادہ محبت تھی وہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ ان سے جدا ہو جائے مگر وعدہ کی وجہ سے

Marfat.com

انہوں نے اپنی بیوی کو واپس کر دیا اور خود اپنی بیوی کے فراق میں غم زدہ رہنے لگے۔ ابو العاص کچھ عرصہ بعد اپنا سامان تجارت لے کر مدینہ کے نواح سے واپس جا رہے تھے کہ راستہ میں مسلمانوں کے ایک کارواں سے ٹکراؤ ہو گیا اور مسلمانوں نے اہل مکہ کا تمام سامان لوٹ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ ابو العاص وہاں سے دوڑنے میں کامیاب ہو گئے اور وہ سیدھے مدینہ میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے پناہ کی درخواست کی۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ان کو پناہ دے دی آپ کی یہ پناہ تمام مسلمانوں نے قبول کر لی۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سفارش کی کہ اس کا مال تجارت بھی لوٹا دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم سے اس بات کا تذکرہ فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے ان کا مال واپس کروا دیا۔

ابو العاص کا اسلام

ابو العاص وہاں سے سیدھے مکہ چلے گئے۔ ابو العاص مکہ میں ایک ایماندار اور امانت دار انسان کے طور پر جانے جاتے تھے۔ لہٰذا مکہ کے لوگ کوئی سفر کرنے سے پہلے اپنا مال واسباب ان کے پاس امانتاً رکھ جایا کرتے تھے اور واپسی پر ان کو وہ تمام مال مل جاتا تھا۔ آپ کی اس ایمانداری نے آپ کے مرتبہ کو بہت زیادہ بلند کر دیا تھا۔ جونہی آپ مدینہ سے اپنا مال تجارت لے کر واپس گئے تو انہوں نے اعلان کیا کہ اگر کسی کی کوئی امانت میرے ذمہ ہو تو وہ مجھ سے آ کر لے لے۔ تمام اہل مکہ نے اس بات کی گواہی دی کہ آپ ایک ایماندار بھائی ہیں اور آپ نے تمام مال اور امانتیں ہمیں لوٹا دی ہیں۔ یہ سن کر ابو العاص نے کہا کہ اے لوگو! سن لو اور گواہ رہنا کہ میں آج سے اسلام قبول کر رہا ہوں میں اسلام سے ابھی تک اس لئے دور تھا کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ میں خیانت کرتا تھا اور تمہارے مال کی وجہ سے میں اسلام سے محروم رہا مگر اب میں اسلام قبول کر رہا ہوں۔

Marfat.com

سیدنا ابو العاص رضی اللہ عنہ نے ۷ ہجری میں اسلام قبول کیا، سیدنا ابو العاص رضی اللہ عنہ کو یہ بھی اعزاز حاصل تھا کہ انہوں نے ڈنکے کی چوٹ پر اسلام قبول کیا اور علی الاعلان مکہ سے مدینہ کے لئے ہجرت کی ۔ جب سیدنا ابو العاص رضی اللہ عنہ مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے آئے تو اہل اسلام کو ان کے اسلام کی بہت خوشی ہوئی اور تمام مسلمانوں نے بڑے اچھے انداز میں خوش آمدید کہا۔ وہ سیدھے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے ملے ۔ چونکہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کر لیا تھا اور ابو العاص رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اس لئے ان دونوں میں شرک کی وجہ سے تفریق ہوگئی تھی ۔ مگر جب وہ اسلام قبول کر کے مدینہ چلے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح دوبارہ ان سے کر دیا ۔ البتہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا حق مہر وہی رہا جو پہلے دیا جا چکا تھا ۔ اس طرح سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ایک نئے انداز سے اپنی زندگی کا آغاز کیا ۔ سیدہ ابو العاص رضی اللہ عنہ بھی بہت خوش تھے اور وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر اسلام کی خدمت میں مگن ہو گئے ۔ لیکن سیدہ زینب رضی اللہ عنہ کو پہلے والی چوٹ جوان کو اونٹ سے گرنے کی وجہ سے لگی تھی ٹھیک نہیں ہو رہی تھی ۔

سامان شہادت

کہتے ہیں کہ زچگی کی چوٹ بہت سخت اور مضر ہوتی ہے لہذا سیدہ زینب رضی اللہ عنہ کا جو حمل ساقط ہوا تھا اس کی چوٹ پھر سے ہری ہوگئی اور آپ اسی چوٹ میں اس دنیا سے رخصت ہوگئیں ۔ علماء کرام اور مفکرین کے نزدیک یہ بات عیاں ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی مکہ سے ہجرت صرف اور صرف اسلام کی خاطر تھی ۔ اور اسلام کی خاطر جان کی بازی ہارنے والے کو شہید کہا جاتا ہے ۔ اس لیئے آپ کو بھی شہید کہا گیا کیونکہ

آپ اسی چوٹ سے شہید ہوئیں جو مکہ سے مدینہ ہجرت کرتے وقت ہبار کے نیزے اور اونٹ سے گرنے سے آئی تھی۔ شہید کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پہلے گذر چکے ہیں۔

سفرِ آخرت

سیدہ ام ایمن، سیدہ سودہ اور سیدہ اُم سلمہ رضوان اللہ علیھنے رسول اللہ ﷺ کی ہدایات کے مطابق سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو غسل دیا۔ جب بنت رسول رضی اللہ عنہا کو غسل دے دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ اطلاع دی گئی۔ آپ آئے اور اپنا تہ بند بیٹی کے لئے دیا اور فرمایا کہ اس کپڑے کو کفن کے اندر میری بیٹی کو پہنا دو۔ ان کے غسل کا طریقہ سرور عالم ﷺ نے خود بتایا۔ کہ پہلے ہر عضو کو تین تین یا پانچ پانچ بار دھوو اور پھر ان کو کافور لگا دو۔ ایک مستند روایت میں ہے کہ آپ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زینب رضی اللہ عنہا میری پیاری بیٹی ہے اس کو اچھی طرح غسل دینا اور اس کو کفن میں خوب دھیان سے لپیٹنا اس کے بالوں کی تین چوٹیاں بنانا اور اسے بہترین خوشبو لگانا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ رسول اللہ ﷺ نے خود پڑھائی اور جب ان کو قبر میں اتارا گیا تو رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سیدنا ابوالعاص رضی اللہ عنہ بھی ہمراہ تھے۔ جس دن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے شہادت پائی اس دن رسول اللہ ﷺ بہت مغموم تھے اور فرما رہے تھے کہ زینب رضی اللہ عنہا میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد میں ایک لڑکا جس کا نام علی رضی اللہ عنہ اور ایک لڑکی جس کا نام امامہ تھا شامل ہیں۔

ایک مستند روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ کو فتح کیا تو آپ ﷺ کے ہمراہ اونٹ پر آپ ﷺ کا جو نواسہ سوار تھا وہ یہی علی رضی اللہ عنہ تھا اور انہوں جنگ یرموک میں شہادت پائی۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بعد سیدنا ابوالعاص رضی اللہ عنہ بھی مغموم رہنے لگے اور تھوڑے عرصہ بعد وفات پا گئے ان کی وفات کے بعد سیدنا امامہ رضی اللہ عنہا سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی کفالت میں آگئیں اور انہوں نے ان کا نکاح سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

......☆......

Marfat.com

سیدہ اُم حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا

معزز مہمان کا استقبال قبا میں

رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مکہ سے یثرب کو مدینۃ النبی بنانے آ رہے ہیں قبا کے مقام پر اہل یثرب نئے آنے والے مہمان رسول مقبول ﷺ کو خوش آمدید کہنے کے لئے جمع ہیں۔ اہل یثرب صبح کی نماز پڑھ کر اپنے پہاڑی مقام سے تھوڑا دور ہٹ کر رسول اللہ ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ اتنا انتظار کرتے ہیں کہ دھوپ سخت ہو جاتی اور جب وہاں گرمی کی وجہ سے رکنا دشوار ہو جاتا تو وہ تمام واپس قبا آ جاتے تھے۔ آخر اللہ تعالیٰ کے کرم سے اس معزز مہمان کے آنے کا وقت ہو گیا وہ تمام لوگ سارا دن انتظار کر کے واپس لوٹ آ چکے تھے کہ اتنے میں رسول اللہ ﷺ اپنے یار غار کے ہمراہ قبا کی بستی میں تشریف لے آئے۔ پہلا آدمی جس نے رسول اللہ ﷺ کو وادی قبا میں دیکھا وہ ایک یہودی تھا۔ وہ ان لوگوں کو روزانہ محو انتظار دیکھتا تھا۔ جونہی اس یہودی نے اس ذی شان مہمان کو دیکھا اور اونچی آواز میں کہنے لگا اے بنی قیلہ کے لوگوں وہ ذی شان ہستی آ گئی ہے جس کا تم کئی دن سے انتظار کر رہے ہو۔ یہ آواز سن کر تمام مسلمان رسول اللہ ﷺ کے استقبال کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ اور والہانہ رسول اللہ ﷺ کی طرف امڈتے چلے آئے۔

جب اہل قبا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ ایک کھجور کے سائے میں آرام فرما تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

تھے وہ آپ ﷺ کے ہم عمر تھے۔ اہل یثرب میں سے کسی نے آپ کو اس سے پہلے نہ دیکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے ارد گرد لوگوں کی بھیڑ لگ گئی۔ لوگ رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تمیز نہیں کر پا رہے تھے کہ معزز مہمانوں میں سے کون اللہ کا رسول ہے۔ اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ پر سے کھجور کی ٹہنی کا سایہ ہٹ گیا تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھے اور اپنی چادر سے رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک پر سایہ کر دیا۔ یہ وہ لمحہ تھا جس نے اس بات کی تمیز کر دی کہ رسول اللہ ﷺ کون ہے۔ (ابن ہشام)

اس کھجور کے سائے کے پاس سے اٹھ کر رسول اللہ ﷺ وادی قبا کی طرف روانہ ہوئے تو عقیدت مندوں کا بڑا قافلہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ ہر کسی خواہش تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے ہاں قیام فرمائیں۔

بچیوں کے ترانے

بس اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خوشی سب سے زیادہ بنونجار کی بچیوں کو ہو رہی تھی۔ جونہی آپ ﷺ کی سواری نزدیک آئی تو جوش مسرت دیدنی تھا۔ بچیاں چھتوں پر آئیں اور یوں گانے لگیں:۔

طلع البدر علينا من ثنيات الوداع

وجب الشكر علينا ما دعا لله داع

ہم پر چاند نکل آیا۔ وداع کی گھاٹیوں سے۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہے۔ جب تک دعا مانگنے والا دعا مانگے۔

جونہی آپ ﷺ کی اونٹنی بیٹھی تو بنونجار کی بیٹیاں دف بجاتی ہوئی نکلیں اور یہ ترانہ گنگنانے لگیں۔

نحن جوار من بنی النجار   یا حبذا محمد من جار

ہم بنونجار کی لڑکیاں ہیں۔اے نجاریو! محمد کیسا اچھا ہمسایہ ہے۔

بعض مؤرخین کے نزدیک بچیوں نے یہ استقبالیہ ترآنے جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے اس وقت گائے تھے۔(اللہ بہتر جانتے ہیں)

مسجد تقویٰ

قباء میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ ربیع الاول بروز سوموار داخل ہوئے۔ یہاں سے ہی اسلامی سن کی ابتداء ہوتی ہے۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روانگی سے تین دن بعد مکہ سے چلے تھے اور یہاں پہنچ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر ملے یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکان کے پاس ایک مسجد کی بنیاد رکھی یہ وہ مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔اس کی شان میں اللہ جل شانہ نے قرآن میں بیان فرمائی۔اللہ تعالی سورۃ توبہ میں اس طرح فرماتے ہیں:۔

''البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے پرہیز گاری پر رکھی گئی ہے
وہ زیادہ لائق ہے کہ اس میں کھڑا ہو۔اس میں وہ دوست ہیں جو
پاک رہنے والوں کو دوست رکھتے ہیں۔'' ﴿التوبہ﴾

قباء میں کلثوم بن ہدم کا ایک قطعہ اراضی تھا اس زمین نے شان نبوی ﷺ میں اہم کردار ادا کرنا تھا اس قطعہ ارضی کا نام ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ مقامات میں شمار ہونا تھا۔اور یہ زمیں کھجوریں خشک کرنے کے لئے استعمال کی جاتی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ زمین لے کر مسجد قباء کے لئے مخصوص کردی اور اس مقام پر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ایک مسجد کا آغاز کیا اس کی تعمیر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب اصحابہ رضوان اللہ علیہم کے ہمراہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا بڑا پتھر اٹھاتے تھے کہ کمر مبارک میں خم آجاتا تھا۔

جب کوئی صحابی یہ کہتا کہ آپ یہ پتھر مجھے دے دیں تو آپ فرماتے کہ تم اس طرح

Marfat.com

کا کوئی اور اٹھا لو۔ اس مسجد کا قبلہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے درست کیا۔ کلثوم بن ہدم کی زمین کے پاس عمرو بن قیس کا بھی مکان تھا، اس مکان کو بھی تاریخ اسلام میں ایک اہم مقام حاصل ہونا تھا اور یہاں پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک جلیل القدر خاتون نے آنا تھا جس نے اسلام کی خاطر میدان جہاد میں حصہ لینا تھا۔ اور پھر یہاں بیس دن قیام فرما کر رسول اللہ ﷺ اپنے عقیدت مندوں کی ایک بہت بڑی جماعت کے ہمراہ یثرب کو مدینہ النبی بنانے کے لئے روانہ ہو گئے۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔

جنت کی بشارات

یہ ان دنوں کی بات ہے جب رسول اللہ ﷺ اپنا آخری حج مکمل کر کے لوٹ آئے تھے، یہ تقریباً ۱۰ ہجری کے اختتام کا زمانہ تھا۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ قبا کی وادی میں گئے اور بنو نجار کی ایک رشتہ دار خاتون کے ہاں تشریف لے گئے۔ یہ خاتون رسول اللہ ﷺ کے ننھیال کی طرف سے آپ کی خالہ تھیں آپ کی خالہ زاد آپ کی دل و جان سے عقیدت مند تھیں۔ آپ اکثر ان کے گھر تشریف لایا کرتے تھے۔ اس پاک خو اور نیک سیرت خاتون نے آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا آپ نے کھانا کھایا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد آپ لیٹ گئے۔ آپ کی خالہ آپ کے سر مبارک میں کنگھی کرنے لگیں۔ کنگھی سے آپ کے سر میں سکون سا آنے لگا اور آپ سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد رسول اللہ ﷺ کی آنکھ کھل گئی اور آپ مسکرا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اللہ تعالی کے حکم سے میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں جہاد فی سبیل اللہ کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔

جب یہ الفاظ اس خاتون کے کانوں میں پڑے تو ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش وہ بھی اس ٹولی میں شامل ہو جائے اور اپنا مقدر سنوار لے۔ وہ اپنے دل میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کرنے کا منصوبہ بنانے لگی کہ کس طرح رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنی خواہش کا اظہار کیا جائے؟ آخر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی

Marfat.com

خدمت میں عرض کی اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں اور ساتھ ہی اپنے دل کی وہ خواہش آپ ﷺ کے سامنے رکھ دی اور درخواست کی کہ آپ ﷺ میرے لئے بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی مجھے بھی اس لشکر میں شامل ہونے کی سعادت نصیب فرمائے ۔ رسول اللہ ﷺ نے اس خاتون کے حق میں دعا فرمائی اور سو گئے ۔ آپ ﷺ تھوڑی دیر پھر سوئے رہے اور کچھ دیر گذرنے کے بعد آپ ﷺ پھر بیدار ہوئے اس بار بھی آپ کا چہرۂ مبارک خوشی سے مسکرا رہا تھا آپ نے پھر اپنا خواب بیان فرمایا کہ میرے سامنے میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے مگن ہیں ۔ خالہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے لئے بھی دعا فرمائیں کہ میں بھی اس میں شامل ہو جاؤں ؟ رسول اللہ ﷺ نے اس کی یہ عرض سن کر فرمایا کہ تم پہلی جماعت کے ہمراہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ خوشخبری سن کر اس خاتون کو بہت زیادہ مسرت ہوئی ۔ اس کی آنکھوں سے شکرانہ کے قطرے ٹپکنے لگے اور زبان پر اللہ تعالیٰ کی حمد جاری ہوگئی کیونکہ اس کو جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہونے کی نوید مل چکی تھی اور اس نوید میں ان کی شہادت کا فرمان بھی پنہاں تھا ۔ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے خوشخبری سننے والی اس نیک سیرت خاتون کا نام سیدہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہ تھا ۔ ان کا تعلق بنونجار سے تھا۔

رسول پاک ﷺ امہات المومنین رضوان اللہ علیہم کے سوا کسی اور خاتوں کے گھر نہیں جایا کرتے تھے مگر ان کے گھر ضرور جاتے اور فرماتے کہ وہ میری خالہ ہیں ۔ ان کے شوہر ، ان کے بیٹے اور ان کے عزیز بھائی نے ساتھ رہ کر اسلام کی خاطر خلعت شہادت کو زیب تن کیا ہے اس لئے مجھے ان سے محبت و عقیدت ہے ۔ کیونکہ ان کا دل پریشان رہتا ہے اور جب میں ان کو پریشان دیکھتا ہوں تو میں بھی پریشان ہو جاتا ہوں ۔ لہٰذا اگر میں ان کے پاس جاتا ہوں تو اللہ تعالی ان کو حوصلہ عطا فرماتے ہیں ۔ اور وہ اسلام

Marfat.com

کے لئے اور زیادہ محنت کرتی ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو ان کو بہت زیادہ خوشی ہوتی تھی۔ اور وہ آپ ﷺ کا دل کھول کر استقبال کرتیں اور دل وجان سے آپ کی خدمت کرتیں۔

سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کا خاندانی وقار

سیدہ اُم حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعلق انصار کے معروف قبیلہ خزرج کے ایک بااثر خاندان بنونجار سے تھا۔ آپ ایک انتہائی جلیل القدر صحابیہ ہیں۔ آپ کے والد گرامی کا نام ملحان بن خالد تھا جن کا شمار بنونجار کے سرداروں میں ہوتا تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ملیکہ تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ ایک پاکیزہ اور نیک سیرت خاتون تھیں، جنہوں آپ کی تربیت انتہائی اچھے انداز میں کی۔ سیدنا اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی بہن تھیں۔ اس نسبت سے آپ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خالہ تھیں۔ یہ نسبت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے لئے بہت ہی زیادہ مکرم تھی کیونکہ یہی رشتہ آپ ﷺ کے ساتھ بھی تھا یعنی کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی خالہ تھیں۔

ایک دوسری روایت کے مطابق آپ سلمٰی بن زید نجاری کے بھائی کی پوتی تھیں۔ جو رسول اللہ ﷺ کے دادا جان سیدنا عبدالمطلب کی والدہ تھیں اور یہاں سے بھی آپ رسول اللہ ﷺ کی خالہ تھیں۔ آپ سیدنا حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں جنہوں نے سانحہ بئر معونہ میں اسلام کی سربلندی کے لئے جام شہادت نوش کیا تھا۔

جب اسلام کی خبر مکہ سے یثرب پہنچی تو سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جو دوسری خاتون تھی جس نے اسلام کی صداقت اور اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کو اپنے دل سے قبول فرمایا تھا وہ تھی آپ کی بہن سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا۔ یہ وہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا تھیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ کو الوداع کہہ کر مدینہ شریف تشریف لائے تو یہ ایک ننھے بچے کے ہمراہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ بچہ کیا تھا، روشن آنکھیں، چمکدار پیشانی، چہرہ سے رعب داب اور شرافت ٹپکتی تھی، سرشت میں حیا اور بانکپن،

Marfat.com

اداؤں میں ادب واحترام کے سمندر پنہاں تھے۔ اس محترم خاتون نے اس پری جمال ننھے بچے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر کے فرمایا...... اے اللہ کے رسول یہ ننھا منا لڑکا جس کا نام سیدنا انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرا بیٹا ہے میں اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں پیش کرتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ میرا بیٹا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرعت کرے۔ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاص خادموں میں جگہ دیں۔ اور اس کے لئے خصوصی دعا بھی فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیار بھری نظروں نے اس لخت جگر کی طرف دیکھا تو سارا معاملہ سمجھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا کہ یہ خاتون ٹھیک کہتی ہے۔ یہ بچہ تو بہت ہی شریف اور خدمت گار و نیک اور پرہیز گار ہے اس کو ضرور نبی کے خادموں میں جگہ ملنی چاہیے۔

سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کے ساتھ ساتھ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کو بھی اللہ تعالیٰ نہائت فطرت سلیم عطا فرما رکھی تھی۔ بیعت عقبہ اولیٰ میں جب صرف چند روحوں نے اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا اقرار کیا' تو ان چند سعید روحوں میں ان رضی اللہ عنہ دونوں بہنوں کا نام بھی شامل تھا۔ جونہی مکہ سے آنے والے مسلمانوں نے لوگوں کے سامنے اسلام کا پیغام رکھا۔ دونوں بہنوں نے بڑھ کو اس کو قبول کر لیا اور اسلام کے سرمدی خاندان میں شامل ہو گئیں۔ چنانچہ ان کا شمار انصار میں سابقون الاولون میں ہوتا ہے۔

قیمتی ترین حق مہر

جب سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا تو ان کا شوہر اسلام کی تاب نہ لا سکا اور وہاں سے دوڑ کر شام چلا گیا۔ ایسے میں ابو طلحہ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا' انہوں نے یہ کہہ کر اس کو لاجواب کر دیا کہ اے ابو طلحہ! کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ جس خدا کی تم پوجا کرتے ہو وہ زمین سے اُگتا ہے اور فلاں کے حبشی غلام نے اسے تراشا ہے۔ ابو طلحہ نے جب یہ سچی اور کھری حقیقت سنی تو اسے مان لیا۔ پھر سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تم کو شرم نہیں آتی کہ تم لکڑی کی پوجا کرتے ہو اور اگر تم اسلام قبول کر لو تو یہی

میرا مہر ہوگا۔ جب ابوطلحہ نے اسلام قبول کرلیا تو سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے سے کہا کہ اب اپنی امی کے نکاح کا سیدہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے بندوبست کرو اور یوں سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کے مشورے سے سیدہ ام سلیم کا نکاح سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے ہوگیا آپ نے سب سے قیمتی حق مہر لیا یعنی اپنے شوہر کو اسلام دلانا ہی ان کا مہر ہے جو دنیا کی تمام نعمتوں سے افضل و برتر ہے۔

رسول پاک ﷺ کو قبا کی وادی سے بہت زیادہ پیار تھا کیونکہ آپ ﷺ اس جگہ اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ اپنے نانا جان کے مکان پر اسی جگہ رہے تھے۔ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کا گھر بھی اسی علاقہ میں تھا جہاں آپ ﷺ کے نانا، نانی جان کا گھر تھا۔ جو کہ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کا گھر کا احاطہ تھا۔ اس نسبت سے آپ ﷺ کو ان کے گھر سے لگاؤ تھا۔ آپ ﷺ کو اس وادی سے لگاؤ کیوں نہ ہوتا کیونکہ یہاں آپ ﷺ کے والد گرامی سردار عبداللہ بھی محو آرام تھے۔

آپ کے والد گرامی کے خاندان کو مدینہ میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے اور آپ ﷺ کی نسبت کی وجہ سے ایک انتہائی اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ سیدنا ام حرام کو بھی یہ اعزاز حاصل تھا کہ آپ نے بھی اسلام کو اس وقت قبول کیا جب اسلام کی شمع مدینہ میں روشن ہونے چلی تھی۔ سیدہ اُم حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ایک انصاری صحابی سیدنا عمرو ابن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ انہوں نے بھی مدینہ میں سابقون الااولون میں اسلام قبول کیا اس نسبت کی وجہ سے دونوں میاں بیوی کا آپس میں بہت زیادہ پیار تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے شوہر نامدار کے ایک فرزند سیدنا قیس بن عمرو نے بھی ان کے ہمراہ اسلام قبول کیا۔ سیدہ اُم حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیدنا عمرو ابن قیس رضی اللہ عنہ کی جوڑی ایک مثالی تھی۔ دونوں کو رسول اللہ ﷺ کا صحابی ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے قبا تشریف لائے تو آپ کے تمام خاندان نے یہاں اسلام قبول کیا تھا۔ یعنی کہ ماہتاب رسالت ﷺ کی ایک کرن نے آپ رضی

اللہ عنہ کے تمام خاندان کے دلوں کو منور کر دیا تھا۔

جب اللہ تعالی کے حکم سے مسلمانوں نے اہل کفر کے ساتھ معرکہ آرائی کا سلسلہ شروع کیا تو آپ کا خاندان اس سعادت میں سب سے آگے رہا۔ اسلام کے پہلے غزوہ میں جس میں صرف تین سو تیرہ مسلمان شامل تھے۔ آپ کے خاندان کے کئی افراد بھی اس سعادت کے حامل ہوئے۔ آپ کا شوہر اور بیٹا اس معرکہ میں پیش پیش تھے۔ باپ بیٹا دنوں نے انتہائی حق و باطل کے اس معرکہ میں انتہائی جرأت اور بہادری سے مشرکین خلاف جہاد میں حصہ لیا اور شجاعت کے نئے نئے باب رقم کیے۔ اس لڑائی آپ رضی اللہ عنہ کے خاندان والوں کی بہادری تمام اہل معرکہ سے نمایاں تھی۔ قبیلہ بنونجار نے اس معرکہ میں تن من دھن قربان کر کے اسلام کے پرچم کو سربلندی سے نوازا۔

سیدہ اُم حرام رضی اللہ عنہا بطور سپاہی

غزوہ بدر کو مختلف پہلوؤں سے دیکھا جائے تو اس میں بھی سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے دلی طور پر شمولیت کا ارادہ فرمایا مگر ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم نے مستورات کو میدان جنگ میں جانے کی اجازت نہ دی اور اس طرح صحابیات رضی اللہ عنہن اس لڑائی میں حصہ نہ لے سکیں۔ مگر انہوں کی دلی اور جذباتی ہمدردیاں میدان جنگ میں تھیں اور وہ بھی دوسری خواتین کی طرح میدان بدر کی طرف سے آنے والے ہر قاصد کی طرف نظریں بچھائے ہوئے تھیں تاکہ جب بھی اس معرکہ کی کوئی خوش خبری ملے تو اس کو ملے۔

غزوہ اُحد میں بھی آپ کے شوہر اور بیٹے قیس نے بڑے زور شور سے حصہ لیا۔ لڑائی کے پہلے حصہ میں انہوں نے بہت سے کافروں کو جہنم واصل کیا اس معرکہ میں آپ کے خاندان کے لوگوں نے غزوہ بدر کی طرح مثالی شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھائے آپ کا شوہر جس طرف کو نکل جاتا کفار کی صفوں میں ہلچل مچا دیتا تھا اور ان کی مدد کرنے کے لئے ان کا بیٹا بھی ان کے ساتھ میدان جنگ میں برسرپیکار تھا۔ آپ کے شوہر نامدار نے اس معرکہ میں شاندار جرأت اور لازوال بہادری کی داستانیں رقم کیں۔ آپ کے

Marfat.com

شوہر شوق شہادت سے اس قدر لبریز تھے کہ انہیں اپنی جان کی بالکل پرواہ نہ تھی، وہ جس طرف جاتے دشمن کائی کی مانند چھٹ جاتا۔ جب مسلمانوں پر کڑا وقت آیا تو اللہ تعالی نے آپ کو بھی ثابت قدم رکھا اور آپ ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی سنہری صف میں شامل ہو گئے جنہوں نے اپنی زندگیاں اسلام کی خاطر قربان کر دیں۔ اس طرح آپ کے شوہر اور بیٹے نے خلعت شہادت پہن کر سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کا سر فخر سے بلند کر دیا۔ اور اس لڑائی میں آپ کو شہید کی ماں اور شہید کی بیوی ہونے کا اعزاز حاصل ہوا تھا۔

شوہر کی شہادت کا جانکاہ حادثہ آپ کی زندگی میں کچھ کم نہ تھا اور ساتھ ہی آپ کے بیٹے کی شہادت کا معاملہ بھی بڑا ہی دل دہلانے والا منظر تھا جب مشرکین مکہ کی خواتین نے مسلمانوں کی نعشوں کی بے حرمتی کرتے ہوئے لاشوں کا مثلہ کیا۔ مسلمان شہداء کی لاشوں کے کان، ناک اور دوسرے نازک اعضاء کاٹ کر ان کی خواتین نے اپنے ہار بنائے اور کئی نے تو مسلمان شہداء کے پیٹ چاک کر کے دل و گردے نکال لئے اور ان کو چبانے کی ناکام کوشش کی۔ گویا ان شہداء کے جسموں کے ہر حصہ نے شہادت کا حق ادا کر دیا اور حق باطل کے معرکوں میں ایک نئے باب کا اضافہ کر گئے۔

شوہر کی شہادت نے آپ کو بیوہ کر دیا بیوگی کی زندگی بڑی پریشان کن تھی، ایسی صورتحال میں آپ کو سہارے کی ضرورت تھی، بیٹے کا سہارا بھی بہت بڑا سہارا ہوتا ہے مگر بیٹا بھی شہید ہو چکا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے ایک عرصہ بعد سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے عقد ثانی کر لیا۔ بیوگی کے بعد عقد ثانی نے آپ کی زندگی میں کچھ تبدیلیاں پیدا کیں آپ فوری طور پر ان پریشانیوں سے تو نہ نکل سکیں مگر آپ کے صبر اور شکر نے آپ کے اوپر موجودہ کیفیت کو ختم کر دیا اور اس طرح آپ نے اپنی نئی زندگی کا آغاز سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ ہنسی خوشی سے شروع کر دیا۔ سیدنا عبداللہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بڑے مکرم اور معزز صحابی تھے۔ ان کا تعلق ان

فدایان مصطفیٰ ﷺ میں ہوتا تھا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم پر اپنی جان و مال تک قربان کرنے کا عزم کیا ہوا تھا۔ آپ ایک نیک دل، پاک سیرت اور بلند اخلاق کے مالک صحابی رسولؐ تھے۔

سیدنا عباداللہ بن الصامت کا مکان قباء کے مغربی حصہ میں تھا اور جس حصہ میں آپ کا مکان تھا وہ حصہ کچھ پتھریلا سا تھا اور مسجد قبا سے تھوڑا سا ہٹ کر تھا۔ نکاح کے بعد آپ نے اپنے نئے شوہر کے گھر میں ہی قیام کیا۔ مگر کئی مورخین لکھتے ہیں کہ شادی کے بعد آپ اپنے سابقہ گھر میں ہی واپس آ گئیں کیونکہ آپ کے پہلے شوہر کا گھر خالی تھا اور اپنے شوہر کی آپ ہی وارث تھیں (او کما قال)

رسول اللہ ﷺ جب کبھی قباء کی طرف تشریف لے جاتے تو سرورکون و مکاں سیدہ اُم حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں ضرور تشریف لے جاتے۔ سیدہ اُم حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ اُنس اور لگاؤ تھا اور جب بھی آپ ان کے گھر تشریف لاتے تو آپ خوب خاطر مدارت فرماتیں۔

گرتی بجلیاں، لازوال صبر

ابھی آپ کے دل میں شوہر اور بیٹے کی جدائی کا قلق تھا ابھی تک آپ ان کی جدائی کے غم مبتلا تھیں کہ ان کے ایمان پر ایک اور امتحان گزر گیا۔ ہوا یوں کہ صفر ۴ھ میں قبیلہ کلاب کے سردار ابوبراء عامر ابن مالک الکلابی نے سرور عالم ﷺ سے کچھ مبلغین اسلام کا تقاضا کیا کہ وہ اس کے قبیلہ میں جا کر اسلام کی تعلیم کا کام کریں، کیونکہ ان کے لوگ جاہل اور ناخواندہ ہیں اس لئے ان کی مناسب تعلیم ضروری ہے۔ نبی ﷺ ان لوگوں کی غداری سے واقف تھے آپ نے پہلے تو ہچکچاہٹ ظاہر کی مگر جب آپ کو مبلغین کی حفاظت کا مکمل اطمینان ہو گیا تو آپ مبلغین کے بھیجنے پر راضی ہو گئے۔ آپ نے ۷۰ انصار صحابہ کو اس مشن پر مامور کیا۔ راستہ میں مبلغین اسلام بئر معونہ کے مقام پر رکے۔ آپ نے سیدنا حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو ایک خط دیا کہ وہ اس خط کو عامر بن

Marfat.com

طفیل کو دے جو کہ ابو براء کا چچازاد بھائی تھا اور اپنے قبیلہ کا سردار بھی تھا۔

عامر بن طفیل نے نہ صرف سیدنا حرام بن ملجان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا بلکہ آس پاس کے قبائل کو بلا کر ان کو مسلمانوں کی جماعت کے خلاف بھڑکایا۔ اور ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر باقی تمام کو شہید کر دیا۔ اور جو زندہ بچے ان کا نام سیدنا عمر رضی اللہ عنہ وابن اُمیہ تھا۔ ان کو یہ کہہ کر آزاد کیا کہ تجھے میں اپنی ماں کی قسم کے بدلہ چھوڑ رہا ہوں۔ اسی معرکہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام سیدنا عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے جن کا جنازہ آسمان پر اٹھایا گیا۔

جب اس وقعہ کی اطلاع سرور عالم ﷺ کو ملی تو آپ بہت زیادہ پریشان ہوئے کہ تمام عمر کبھی اتنا پریشان نہیں ہوئے تھے۔ اور ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں (قنوت) ان لوگوں کے حق میں بددعا فرماتے رہے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کو اس اطلاع کی خبر دی کہ تمھارے ساتھی اور احباب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں اور انہوں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی ہے کہ ہمارے بھائیوں کو یہ پیغام دے دو کہ ہم اپنے رب سے جا ملے ہیں اور ہم اس سے راضی ہیں اور ہمارا اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو گیا ہے۔

۴ھ کا یہ حادثہ سیدہ ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی میں ایک جانکاہ حادثہ تھا۔ ان کا بھائی سیدہ حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ بئر معونہ کی طرف گئے ہوئے تھی کہ ان کو دھوکہ دے کر مشرکین نے شہید کر دیا۔ یہاں دوسرے ستر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے بھی خلعت شہادت زیب تن کیا۔ اس غم نے تو آپ کی کمر توڑ کر رکھ دی مگر صبر ہمت کے اس پہاڑ نے اُف تک نہ کی اور تمام پریشانیوں میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ان شہادتوں نے آپ کے دل میں بھی شہید ہونے کی خواہش کو جوان کر دیا۔ بھائی کی شہادت نے ان کے دل پر بہت گہرے اثرات مرتب کیے اور وہ خود بھی اسلام کے سرمدی اصولوں کی خاطر جان دینے کے لئے بے قرار رہنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ کو بھی آپ کے عزیزوں کی شہادتوں پر اکثر غم تھا۔ آپ امہات المومنین کے علاوہ بہت زیادہ

Marfat.com

خواتین کے ہاں ملنے نہیں جایا کرتے تھے۔ لیکن جب بھی آپ کا سفر اختیار فرماتے تو آپ کے گھر کو ضرور رونق افروز ہوتے۔ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت یہ سوال اٹھایا کہ آپ ام حرام رضی اللہ عنہا کے گھر کیوں تشریف لے جاتے ہیں؟ تو سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان کے بھائی سیدہ حرام رضی اللہ عنہا نے میرے ساتھ رہ کر جام شہادت نوش فرمایا ہے۔ اس لئے مجھے سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا سے بہت زیادہ ہمدردی ہے اور میں از راہ ہمدردی ان کے گھر جاتا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کے علاوہ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا سیدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا، سیدہ شفاء رضی اللہ عنہا، سیدہ اسماء بن عمیس رضی اللہ عنہا اور سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے گھروں میں کبھی کبھار تشریف لا جایا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان تمام صحابیات رضوان اللہ علیہم کی بہت زیادہ عزت فرمایا کرتے تھے۔ اور جب بھی آپ کے پاس تحائف آتے تو ان کے پاس بھی بھجوایا کرتے تھے۔

Marfat.com

پہلا بحری معرکہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو ۲۸ ھ میں شرف قبولیت عطا فرمائی۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں شام کے حاکم تھے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کئی بار جزائر پر حملہ کرنے کی خواہش ظاہر کی مگر خلیفہ نے اس کی خواہش کو رد کر دیا۔ پھر جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور حکومت آیا تو سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت مصر کے گورنر تھے انہوں نے اپنے دل کی خواہش کا اظہار کیا اور خلیفۃ المسلمین سے روم پر لشکر کشی کی اجازت مانگی کافی گفت وشنید کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ کو اجازت مل گئی۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ سوم سے اجازت کے بعد اپنی حکمت عملیوں کو بروئے کار لاتے ہوئے بحری بیڑے کے قیام کا اعلان فرمایا۔ سب سے پہلے آپ نے سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کو ایک بحری بیڑہ تیار کرنے کیلئے حکم دیا اور اور حاکم شام (بعض روایات میں مصر) نے اس بحری

بیڑے کو سائپرس موجودہ قبرص پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ جب اس لشکر کو تیاری کا حکم دیا گیا تو سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کے دل میں بھی خواہش پیدا ہوئی کہ وہ بھی اس معرکہ میں جائیں۔ لہٰذا خلیفہ نے ان کو اپنے شوہر کے ہمراہ جانے کی اجازت عطا فرما دی۔ اس لشکر میں کئی جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ ان میں سیدنا اُم حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اپنے شوہر کے ہمراہ شامل تھیں۔ ﴿صحیح بخاری﴾

سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا اس لڑائی میں کئی خواہشات لے کر اتریں۔ ان کے دل میں ۲۶ سالہ آرزوؤں کا ایک طوفان سمایا ہوا تھا۔ وہ اپنی تمام خواہشوں کی تکمیل کرنے یہاں آئی تھیں۔ ان کے دل میں ایک حسرت تھی اور یہ سیدنا وہ تھی جو سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھی تمام عمر میدان جنگ میں گذارنے کے بعد نہ مل سکی۔ وہ حسرت تھی شہادت کی۔ مگر میں ام حرام رضی اللہ عنہا کے لئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا تھا کہ تم تو پہلے والے گروپ میں شامل ہوؤ گی، جس کے لیے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دعا کروائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ بشارت تو سچی کر دی مگر لڑائی میں سیدنا ام حرام کو شہادت نصیب نہ ہو سکی۔ آپ اس لشکر میں تو شامل تھیں جس نے پانی میں تختوں پر بیٹھ کر جہاد کرنا تھا۔ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا بہت خوش تھیں کیونکہ اس لڑائی میں انہوں نے کو ایک طویل عرصہ پہلے ملنے والی بشارت کو اپنی بوڑھی آنکھوں سے مکمل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا انہوں اس لڑائی میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا، مجاہدین اسلام کے لئے کھانے کا بندوبست کرنے اور ان کے سامان کی نگرانی وغیرہ جیسے مشکل امور سرانجام دیئے۔

رودادِ شہادت

قبرص پر اسلام کا پرچم سربلند ہو گیا۔ غازیوں کو کمانڈر کی طرف سے واپسی کا حکم ملا۔ عربی مجاہدوں نے اپنے سامان حرب اونٹوں پر لاد کر بحری بیڑہ کی طرف کوچ کیا تو ایک اونٹ پر سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا تشریف فرما تھیں کہ اس اونٹ نے بدکنا شروع کر دیا اور اس نے آپ کو اپنی کمر سے پٹخ دیا۔ نیچے زمین بہت سخت تھی' گرنے سے آپ کو

Marfat.com

سخت چوٹیں آئیں سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا ان سخت ضربوں سے جانبر نہ ہوسکیں اور آپ رضی اللہ عنہ قبرص میں ہی شہید ہوگئیں۔ (صحیح بخاری)

اس طرح آپ کے دل کی تمام حسرتیں بر آئیں۔ میدان جنگ میں تو آپ کو خلعت شہادت نصیب نہ ہوا مگر اسی سفر میں آپ شہید ہوگئیں۔

مجاہدین اسلام نے اس مجاہدہ کی اسی مقام پر نماز جنازہ ادا کی اور اسلام کی اس جلیل القدر مجاہدہ کو سرزمین قبرص میں ہی دفن کر دیا گیا۔ آج بھی ایک طویل عرصہ بیت جانے کے بعد سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہ کا مقبرہ وہاں ساحل قبرص پر اسی جگہ موجود ہیں جہاں آپ نے شہادت کی خلعت اوڑھی تھی۔

سیدہ اُم حرام رضی اللہ تعالی عنہا کے تین فرزند تھے۔ جن کے نام سیدنا قیس، سیدنا عبداللہ اور سیدنا محمد (رضوان اللہ علیہم) تھے۔ سیدنا قیس رضی اللہ عنہ بدری صحابہ میں شامل تھے اور احد میں شہید ہوئے۔ (صحیح بخاری)

مقام ومرتبہ

سیدہ اُم حرام رضی اللہ عنہا کا شمار برگزیدہ صحابیات رضوان اللہ علیہم میں ہوتا ہے۔ ان کو یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ آپ کے خاندان کے بہت سے افراد نے اسلام کی خاطر اپنی جان کی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا اور شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے ان میں آپ کے شوہر نامدار جنہیں بدری صحابی ہونے کا اعزاز حاصل بھی تھا، انہوں نے غزوہ احد میں جام شہادت نوش فرمایا، آپ کے بیٹے نے بھی بدر کی لڑائی میں معرکہ آرائی کی اور غازی کے لقب کے حامل ہوئے اور معرکہ احد میں اپنی پسندیدہ منزل یعنی شہادت سے سرفراز ہوئے۔ اور آپ کے بھائی کو بھی رسول اللہ ﷺ کی نظروں میں بہت زیادہ مقام حاصل تھا جب کسی نے رسول اللہ ﷺ سے تعلیم وتربیت کے لئے اساتذہ کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے ان کے بھائی کو ہی مبلغین اسلام کا کمانڈر بنا کر بھیجا جن کے

Marfat.com

ساتھ بئرِ معونہ کے مقام پر غداری کی گئی اور یہاں پر ہی انہوں نے اپنے انہتر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ہمراہ جام شہادت نوش فرمایا۔ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا سب سے بڑھ کر خوش قسمتی یہ تھی کہ انہوں نے خود اپنے شوہر کی قیادت میں بحری لڑائی میں حصہ لیا اور اسلام کی خاطر اپنی سرزمین سے ہزاروں میل دور دیارِ غیر میں اپنی جان کی بازی لگا دی اور شہادت کے اعلیٰ مراتبہ پر فائز ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتوں کے نزول کی بارشیں برسائے۔ آمین

آپ سے کئی احادیث بھی منسوب ہیں۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی بھی شامل ہیں۔

......☆......

Marfat.com

سیدہ ام ورقہ بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا

شہادت کی بشارت زندگی میں

ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ہمراہ کسی محلہ کی طرف جارہے تھے، آپ کے سامنے جو بھی آتا تو آپ ان سے فرماتے کہ آؤ شہیدہ کے گھر چلیں۔ آپ کو اس خاتون سے بہت زیادہ محبت تھی اور اس خاتون کو بھی رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ عقیدت تھی، تمام مسلمان رسول اللہ سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں سے بھی بہت زیادہ محبت فرمایا کرتے تھے۔ دوسرے مسلمانوں کو اس محترم خاتون سے یہ عقیدت ہوتی بھی کیوں نہ...... کیونکہ وہ خاتون اسلام لانے والی خواتین کی امام تھیں، آپ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مسلمان خواتین کی اپنے گھر میں امامت کروایا کرتی تھیں اور آپ کو رسول اللہ ﷺ نے مسلم خواتین کی تعلیم و تعلم کا فریضہ سرانجام دینے کا مشکل کام سونپ رکھا تھا۔ یہ سعادت مند خاتوں اپنا کام انتہائی دیانت داری اور ایمانداری سے کررہی تھیں اس کی اسلام سے لگن، سچے پیار اور محبت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کو محبوب بھی جانتے تھے۔ اس خاتون کا نام نامی سیدہ اُم ورقہ رضی اللہ عنہا تھا۔

شجرہ نسب

سیدہ ام ورقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے والد گرامی کا نام عبداللہ تھا، ان کے والد

Marfat.com

گرامی کا شجرہ نسب نوفل سے جا ملتا ہے۔ اس نسبت کی وجہ ان کو ام ورقہ بنت نوفل بھی پکارا جاتا ہے۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ ام ورقہ بنت عبداللہ بن حارث بن عویمر بن نوفل، آپ ایک دیندار اور نیک شعار خاتون تھیں۔ خاندانی شرافت اور وجاہت آپ کے کردار اور عمل سے ٹپکتی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں قدم مبارک رکھا تو آپ نے اسلام کا سنہری ہار اپنے گلے میں ڈال لیا اور امت محمدیہ میں شمولیت اختیار کرلی۔ آپ کو رسول اللہ ﷺ نے بہت زیادہ لگاؤ اور محبت تھی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ نے قرآن کریم کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی اور تھوڑے سے عرصہ میں قرآن کریم پر عبور حاصل کرلیا۔

مقام ومرتبہ

سیدہ اُم ورقہ رضی اللہ تعالی عنہا ملت اسلامیہ کی چندان بہادر خواتین میں سے ایک تھیں جن کے دل میں شہادت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ کی بہادری نے آپ کو ایک بلند مقام پر فائز فرمادیا۔ آپ کے والد مکرم کا نام سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بن حارث بن عویمر بن نوفل تھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ لوگ آپ کے والد گرامی کے نام کے بارہ میں کچھ نہیں جانتے کیونکہ جب آپ نے آنکھ کھولی تو اس کے بعد کسی کو آپ کے حسب نسب کے بارہ میں علم نہ رہا۔ کئی محققین آپ کو اُم ورقہ بنت عبداللہ کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں اور کئی اُم ورقہ بنت نوفل انصاریہ کہہ کر یاد کرتے ہیں۔ آپ کے والد گرامی مدینہ کے ایک معروف اور بااثر خاندان سے تعلق رکھتے تھے، اس طرح وہ انصاری صحابہ میں سے تھے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مدینہ شریف میں آمد پر ہی اسلام قبول فرمالیا اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی صداقت پر مدینہ میں سب سے پہلے لبیک کہا۔ جب انہوں نے اسلام قبول فرمایا تو ان کی بیٹی ابھی نوعمر ہی تھی، اللہ تعالی نے اس بیٹی کو بھی جلد ہی اسلام کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ سیدہ اُم ورقہ رضی اللہ تعالی عنہا ان خواتین میں سے ہیں جنہوں نے اپنے دور

میں خواتین کی امامت کروائی ۔ اور اُن کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے اپنے گھر کو سجدہ گاہ بنانے کا حکم دیا آپؓ یہاں رہ کر ہمیشہ مسلمان خواتین کی امامت کروایا کرتیں ۔ آپ امامت کے وقت عورتوں کی پہلی صف کے درمیان تشریف فرما ہوتیں ۔ انہوں نے جلد ہی پورا قرآن پاک حفظ کرلیا تھا۔

شوق جہاد

مسلمانوں کو مدینہ میں آئے ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے تھے ، مسلمانوں کو اطلاع ملی کہ اہل کفر مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے آرہے ہیں ، تو رسول اللہ ﷺ نے بھی مسلمانوں کو تیار ہونے کا حکم دیا ۔ ہر طرف جہاد پر جانے کا شوق دیدنی تھا ، کیا چھوٹا کیا بڑا ، سب میدان جنگ میں جانے کے خواہش مند تھے ۔ جس کے پاس جو تھا وہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ تمام مسلمان مل جل کر کفر کی اس کالی آندھی کا مونہہ توڑ جواب دیں ۔ اس معرکہ میں جانے کے لئے چند خواتین بھی پیش پیش تھیں جن میں اُم ورقہ رضی اللہ عنہا کا نام بھی سرفہرست تھا ، ان کے دل میں بھی خواہش تھی کہ کاش ان کو بھی اجازت مل جائے تاکہ ان کو اسلام کی خدمت کرنے کا موقع مل جائے ۔ جب تمام تیاریاں مکمل ہوگئیں اور رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اہل کفر سے ٹکر لینے کے لئے نکلے تو انہوں نے بھی آپ کے ساتھ جانے کی اجازت طلب کی اور ساتھ ہی یہ بھی درخواست کی کہ میں زخمیوں کی تیمارداری کروں گی ، پانی پلاؤں گی ، شہداء اور زخمیوں کو اٹھانے میں مدد کرونگی ، خورد و نوش کے سامان کی تیاری میں مدد کروں گی اور بڑھ کر اسلامی لشکر کی ہمت افزائی بھی کروں گی ، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کے اعلیٰ مقام پر سرفراز فرمادے ۔ مگر سرور دو عالم ﷺ نے ان کی درخواست سن کر فرمایا کہ تم گھر میں جاؤ اللہ جل شانہ تم کو گھر میں ہی شہادت عطا فرمادیں گے ۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سن کر وہ خاموش ہوگئیں اور خاموشی سے اپنے گھر میں چلی گئیں ۔

Marfat.com

پیغمبری مشن

اس کے بعد نبی امی ﷺ کے زمانے میں پھر انہوں نے دوبارہ میدان جہاد میں قدم رکھنے کی خواہش ظاہر نہ کی اور اس کام میں مگن ہوگئیں جس کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو اجازت دے رکھی تھی۔ آپ کی کاوشوں سے بہت مسلم صحابیات نے قرآن کریم کی تربیت حاصل کی، جو خواتین آپ کے گھر میں تشریف لاتیں آپ ان کی تن دہی اور انتہائی عقیدت کے ساتھ تربیت کرتیں۔ آپ کا انداز تربیت اور تعلم رسول اللہ ﷺ سے ملتا جلتا تھا کیونکہ آپ نے قرآن کریم کی تعلیم براہ راست رسول اللہ ﷺ سے حاصل کی تھی۔ آپ کی قرأت نسلاً عربی تھی اور روزانہ فجر کی نماز ادا کر کے آپ اپنی طالب علم خواتین کو قرآن وحدیث کی تعلیم دیا کرتیں تھیں اور خوب مزے میں آکر ان کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کرتیں۔ خواتین کا ایک گروہ ہر وقت ان کی خدمت میں پیش رہتا اور اس طرح انہوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں ایک ماہر معلّمہ کی حیثیت سے شہرت حاصل کرلی۔ دور نزدیک کی مسلم خواتین کا تانتا بندھ جاتا اور باری باری ہر ایک خاتون کو آپ سبق پڑھاتیں۔

جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو آپ کو شدید رنج ہوا آپ بھی ان لوگوں میں شامل تھیں جن کو آپ ﷺ کی وفات سے ناقابل تلافی دکھ ہوا مگر آپ ﷺ کا وصال حقیقت پر مبنی تھا اس لئے انہوں نے آپ کی وفات کو حکم الٰہی سمجھ کر قبول کرلیا۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی آپ نے اپنے مکتب کو جاری رکھا اور خواتین کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ خلیفہ اول کے دور میں اسلام کی سرحدیں وسیع سے وسیع تر ہونے لگیں تو عرب کے دور دراز علاقوں سے بھی بہت سی خواتین کی آمد کا سلسلہ جاری ہوگیا، آپ نے ان تمام کی اچھے انداز میں تعلیم کی آپ کو معلوم تھا کہ عورت کی گود بذات خود ایک مدرسہ ہوتا ہے اگر یہ مدرسہ ٹھیک ہے تو اس کی نسل بھی ترقی کی منازل طے کرے گی۔ خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی بہت زیادہ قدر کرتے تھے اور آپ ﷺ نے جو

Marfat.com

مراعات سیدہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرما رکھی تھیں خلیفہ نے ان کو بحال رکھا۔

خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے وصال کے بعد جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے مسلمانوں کی خلافت سنبھالی تو انہوں نے بھی آپ کا وہ مقام اور مرتبہ بحال رکھا۔ خلیفہ وقتاً فوقتاً آپ کے گھر تشریف لایا کرتے تھے، خلیفہ کی اس طرح آمد سے آپ کے عزت اور وقار میں بہت زیادہ اضافہ ہوا مگر آپ نے اپنے مشن کو سرد نہ پڑنے دیا اور بغیر کسی لالچ کے تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری رہا۔

سیدہ اُم ورقہ مدینہ کی ان چند خواتین میں سے تھیں جن کو پڑھنا لکھنا آتا تھا اور آپؓ قرآن کے علم میں بھی طاق تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو مدینہ میں عورتوں کا استاد بنا دیا۔ آپ خواتین اسلام کو قرآن کی تعلیم دیا کرتیں تھیں۔ پھر آپؓ نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ان کو ایک موذن بھی عطا فرمایا جائے تاکہ وہ اذان دے اور میں مسلمان خواتین کی نماز میں امامت کرواؤں۔ اسلام میں نماز کی امامت بھی ایک اہم کام ہے۔ اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا، سیدہ سعدہ بنت قمامہ اور سیدہ ام ورقہ رضوان اللہ علیہن کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے صحابیات کی امامت کروائی۔ سیدہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا کا یہ معمول تھا کہ آپ جب اپنے کام کاج سے فارغ ہو جاتیں تو مسلمان خواتین کو تعلیم کے لئے بلا لیتیں۔ آپ کے ہاں ایک لونڈی اور غلام بھی تھا، آپ نے ان کو یہ کہہ رکھا تھا کہ تم دونوں میرے بعد آزاد ہو جاؤ گے یعنی میری وفات کے بعد تم آزاد ہو۔ ﴿حافظ ابن حجر﴾

شہیدہ عہد صدیقی میں

ایک روایت میں ذکر ہے کہ خلافت صدیقی میں بھی آپ اسی عہدہ پر فائز رہیں اور معلم انسانیت ﷺ کے مشن کو آگے بڑھاتی رہیں۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا کے تقدس اور عزت و احترام میں کسی قسم کی کمی نہ ہونے دی اور ان کو وہی کام کرنے دیا جس کا حکم رسول اللہ ﷺ نے ان کو دے رکھا تھا۔ خلیفہ

الرسول جب کبھی بھی ان کے پاس جاتے تو ان کی خیریت ضرور دریافت کرتے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد خلیفہ دوم نے بھی آپ کو اسی عہدہ پر سرفراز رکھا آپ ایک نیک طینت اور دیندار خاتون تھیں اور حلیمی آپ کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

شہادت کا سفر

سیدہ اُم ورقہ رضی اللہ عنہ اپنے خادموں سے بڑے احترام سے پیش آتیں، آپ نے اپنے خادمین کو حکم دے رکھا تھا کہ میری موت کے بعد تم آزاد ہو جاؤ گے۔ آپ کے خادموں میں ایک عورت اور ایک مرد تھا، لہٰذا ان بد طینت خادموں نے آپ کی حلیمی اور نیک نیتی کا ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی اور انہوں نے آپ کو شہید کرنے کا ایک منصوبہ بنایا۔ جب رات کو آپ حسب معمول اپنی عبادت سے فارغ ہو کر سو گئیں تو ان دونوں نے مل کر آپ کی چادر سے آپ کا گلا گھونٹ دیا۔ اس طرح خلافت فاروقی کے آغاز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کہ آؤ شہیدہ کے گھر چلیں کی تکمیل ہوئی۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ وہ رات کو شہر بھر میں گشت کرتے اور صبح سویرے بھی نماز فجر کے بعد مدینہ کی گلیوں میں گھوما پھرا کرتے تھے، حسب معمول خلیفہ فجر کی نماز کے بعد مدینہ کی گلیوں سے گذر رہے تھے کہ سیدہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے سامنے آ کر رک گئے اور دریافت کیا کہ آج خالہ کی طبیعت تو ٹھیک ہے کہ ان کی تلاوت کی آواز سنائی نہیں دے رہی، خلیفہ دوم خالہ کی طبیعت جاننے کے لئے دروازہ کھول کر اندر گئے تو معلوم ہوا کہ خالہ تو ایک چادر میں لپٹی ہوئی ہیں مگر ان کی رگوں کا خون سرد ہو چکا ہے، آپ نے ان کو کافی آوازیں دیں مگر وہ نہ اٹھیں یہ سارا ماجرہ دیکھ کر خلیفہ دوم بہت زیادہ غم زدہ ہوئے اور آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑے۔ سیدہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا کی نعش دیکھ کر آپ نے اندازہ لگا لیا کہ یہ قتل کس طرح ہوا ہے یہ گھناؤنا قتل دیکھ کر آپ معاملے کی تہہ تک پہنچ گئے۔ پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

انتہائی افسردہ انداز میں فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ ٹھیک فرمایا کرتے تھے کہ آؤ شہیدہ کے گھر چلیں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھاری قدموں کے ساتھ مسجد میں آئے اور منبر پر تشریف فرما کر سیدہ ام ورقہ رضی اللہ تعالی عنھا کی شہادت کا اعلان فرمایا اور قاتلین کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کارندوں نے چند ساعتوں میں قاتلین اُم ورقہ کو ڈھونڈ نکالا، ان کو عدالت میں پیش کیا گیا تو مجرمین نے اعتراف جرم کیا اور قاضی وقت نے حق اور سچ پر مبنی فیصلہ صادر فرمایا اور مقتولین کو قتل کرنے کی سزا سنادی گئی۔ چونکہ عدالت کے فیصلہ کے مطابق ان دونوں قاتلوں کو قصاص میں قتل کردینے کا حکم دیا گیا تھا اس لیے ان دونوں مجرمین کو پھانسی کی سزادی گئی۔ اسلام کی تاریخ میں یہ دونوں پہلے قاتل تھے جنہیں مدینہ میں پہلی مرتبہ پھانسی کی سزادی گئی۔ ﴿الاصابہ﴾

ایک ورق اور بھی

طبقات ابن سعد میں مروی ہے کہ سیدہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا عبداللہ بن حارث کی صاحبزادی ہیں۔ انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی، نبی کریم ﷺ اکثر ان کے گھر آجایا کرتے تھے اور راستہ میں جو بھی ملتا اس سے فرماتے آؤ شہیدہ کے گھر چلیں۔ ان کو قرآن کریم کا ایک حصہ یاد تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ تمام صحابہ کے ہمراہ غزوہ بدر کے لئے مدینہ طیبہ سے نکلے تو انہوں نے بھی جہاد میں جانے کی خواہش کا اظہار کیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر دل کی بات کہہ سنائی اگر آپ اجازت عطا فرمائیں تو میں بھی آپ ﷺ کے ہمراہ میدان بدر چلوں، میں وہاں زخمیوں و بیماروں کی عیادت کروں گی، ان کو پانی کھانا وغیرہ کا انتظام کروں گی، شاید اللہ تعالی مجھے بھی شہادت نصیب فرمادے۔ اس کا جواز سن کر رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی تم کو اپنے گھر میں ہی شہادت نصیب فرمائے گا، اسی لئے آپ ﷺ سیدہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو شہیدہ کے نام سے یاد کرتے تھے۔ آپ نے ان کو حکم دیا تھا

Marfat.com

کہ آپ اپنے گھر میں رہ کر اپنے خاندان والوں کو نماز پڑھائیں اور ان کی امامت کے فرائض سرانجام دیں، پھر آپ ﷺ نے آپ کو ایک موذن بھی عطا فرمایا تھا۔ آپ اپنے گھر میں ہی رہ کر اپنے گھر والوں کو نماز پڑھاتیں، اللہ تعالیٰ نے گھر میں ہی ان کے خادم اور خادمہ کے ہاتھوں ان کو شہادت کی موت سے نواز دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہی دونوں قاتلوں کو پھانسی کی سزا دی گئی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان سچا ہوا جو آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ آؤ شہیدہ کے گھر چلیں۔

Marfat.com

گم نام عورت کی شہادت

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب ایک رات آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو آپ ﷺ کی خدمت میں ایک بہت اچھی، دل ربا، انتہائی نفیس اور اعلیٰ قسم کی خوبصورت خوشبو پیش کی گئی۔ نبی ﷺ کے دریافت کرنے پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ خوشبو ''الماشطہ'' اور اس کے دو بیٹوں اور اس کی نیک سیرت بیوی کی قبر کی ہے۔ جس کی روداد حیات یوں ہے:۔

خضر علیہ السلام بنی اسرائیل کے شرفاء اور بزرگوں میں سے تھے اور ان کی گذرگاہ میں ایک راہب کا صومعہ تھا وہ راہب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کو اسلام سکھاتا تھا، جب خضر علیہ السلام جوان ہو گئے تو آپ کے والد نے ان کی شادی ایک نیک سیرت پاکباز اور دیندار خاتون سے کردی، آپ نے پہلی ہی رات کو اپنی بیوی کو دین سکھایا اور اس سے عہد لیا کہ یہ باتیں کسی کو نہ بتانا اور میرا یہ راز بھی فاش نہ کرنا اور ویسے بھی مجھے عورتوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو آپ کی ماں نے آپ کی دوسری شادی کرادی۔ دوسری بیوی سے بھی آپ نے وہ پہلے والا عہد لیا۔

دونوں عورتوں میں سے ایک نے راز کو راز رکھا اور ایک نے یہ راز کو فاش کر دیا پھر مارے خفت کے خضر علیہ السلام بھاگ کر سمندر کی طرف چلے گئے اور ایک جزیرہ میں

رہنے لگے، آپ نے وہاں دو لکڑ ہاروں کو دیکھا جو لکڑیاں چن رہے تھے، ان دونوں نے آپ کو پہچان لیا ایک نے تو آپ کے نام اور راز کو چھپائے رکھا مگر دوسرے نے آپ کا راز فاش کر دیا اور شور مچا دیا کہ آپ کہاں ہیں۔ جب اس راز فاش کرنے والے سے پوچھا گیا کہ تیرے ساتھ اور کون تھا تو اس نے اس دوسرے لکڑ ہارے کا بتایا۔ جب اس نیک سیرت لکڑ ہارے سے پوچھا گیا تو اس نے آپ کے راز کو چھپا لیا اور اس طرح راز فاش کرنے والا لکڑ ہارا جھوٹا ہو گیا۔ اس وقت جھوٹے کی سزا موت تھی، لہٰذا اس جھوٹے لکڑ ہارے کو قتل کر دیا گیا اور راز چھپانے والے کی اس عورت سے شادی ہو گئی جس نے آپ کا راز چھپایا تھا۔

پھر دونوں میاں بیوی ایک جگہ ہنسی خوشی رہنے لگے اور نیک سیرت بیوی کے ہاں اولاد بھی پیدا ہوئی، ایک دن وہ خاتون گھر سے باہر نکلی تو اس کو فرعون کے محل میں ایک ملازمت مل گیا اس کا کام فرعون کی بیٹی کی خدمت کرنا تھا۔ ایک دن وہ نیک سیرت خاتون اس فرعون کی بیٹی کے سر میں کنگھی کر رہی تھی کہ اس کے ہاتھ سے کنگھی چھوٹ کر نیچے گر گئی تو اس نے کہا کہ فرعون تباہ ہو گیا۔ لڑکی کو بڑا تعجب ہوا کہ اس کی خادمہ اس کے باپ کی تباہی کے بارہ میں کہہ رہی ہے، اس نے یہ خبر فوراً اپنے باپ کو دی۔

فرعون نے فوراً حکم دیا کہ اس خادمہ کے شوہر اور اس کے دونوں لڑکوں کو پیش کیا جائے۔ فرعون کو معلوم ہو گیا یہ خاندان مسلمان ہے اور اس نے ان کو اسلام سے مرتد کرنے کی کوشش کی مگر وہ مرتد نہ ہوئے جس پر فرعون نے کہا کہ میں تم کو قتل کرا دوں گا۔ قتل کا نام سن کر نیک سیرت خاتون اور نیک سیرت مرد نے کہا کہ یہ تو تیرا بہت بڑا احسان ہو گا کہ اگر تو ہمیں قتل کر دے اور قتل کے بعد ہم دونوں کو ایک ہی قبر میں ڈالنا، لہٰذا فرعون کے حکم سے اس خاندان کو شہید کر دیا گیا جس میں ایک خاتون، دو معصوم بچے اور ایک مرد شامل تھا اور بعد از شہادت ان کو ایک ہی قبر میں دفن بھی کر دیا گیا۔ یہاں حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں فرمایا کہ آپ نے اس

Marfat.com

سے اچھی خوشبو پہلے نہیں سونگھی ہوگی حالانکہ آپ ﷺ جنت میں پہلے داخل ہوئے ہونگے یہ خوشبوان نیک سیرت شہیدوں کی قبر کی ہے۔﴿تاریخ ابن کثیر﴾

ایک دوسری روایت میں یہ قصہ اس طرح ہے۔خضر علیہ السلام اور الیاس علیہ السلام دونوں بھائی تھے،دونوں بھائیوں کا والد گرامی بادشاہ تھا۔ایک مرتبہ چھوٹے بھائی الیاس علیہ السلام نے باپ سے کہا کہ میرا بھائی بادشاہی میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا،کیوں نہ اس کی شادی کردی جائے تاکہ اس کی اولاد ہو اور ان میں سے کوئی بادشاہی کے لائق نکل آئے۔بادشاہ کو یہ رائے اچھی لگی اور انہوں نے خضر کی شادی کردی،آپ کی بیوی بڑی حسین وجمیل اور باکردار تھی۔رات کو جب دونوں میاں بیوی کی ملاقات ہوئی تو انہوںؒ نے اپنی بیوی سے کہا کہ مجھے عورتوں کی کوئی طلب نہیں ہے،اگر تو چاہے تو میں تیرا ساتھ چھوڑ دیتا ہوں اور اگر تو چاہے تو میرے ساتھ رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی رہ اور اس رب کا شکر ادا کر اور میرے راز پر پردہ پوشی بھی کرتے رہنا۔لڑکی نے شوہر سے جو عہد کیا اس پر پابند رہی۔اس شادی کو جب ایک سال بیت گیا تو بادشاہ نے لڑکی کو بلایا اور پوچھا کہ تمھاری شادی کو ایک سال بیت گیا ہے،تم دونوں جوان اور حسین بھی ہو،بتاؤ تمھاری اولاد کا کیا معاملہ ہے؟لڑکی نے کہا کہ اولاد تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہے عطا کرے اور جس کو چاہے نہ عطا کرے۔

اس کے بعد بادشاہ نے بیٹے کو طلب کیا اور اس کو کہا کہ اس لڑکی کو طلاق دے دو بیٹے نے باپ کی بات مانی اور اس لڑکی کو طلاق دے دی۔پھر باپ نے بیٹے کی دوسری شادی کردی اور جب رات کو خضر علیہ السلام کی ملاقات اپنی بیوی سے ہوئی تو انہوں نے اپنی بیوی سے پہلے والا عہد کیا تو بیوی نے عہد کو پورا کرنے کا وعدہ کیا۔ایک سال بعد جب بادشاہ نے دیکھا کہ اولاد کی کوئی توقع نہیں تو اس نے ایک بار پھر اپنی بہو کو طلب کیا اور اس سے اولاد کے معاملہ میں بات چیت کی،جواب میں نے لڑکی نے کہا کہ تمھارے بیٹے کو عورت کی طلب نہیں ہے۔

بادشاہ نے اپنے بیٹے کو حاضر ہونے کا حکم دیا تو ان کا بیٹا (خضر علیہ السلام) وہاں سے دوڑ گیا وہ عورت جس کو طلاق مل چکی تھی وہ شہر کے نواح میں رہ رہی تھی، وہ اللہ تعالیٰ کی نیک بندی تھی جس جھونپڑی میں وہ رہتی تھی ایک دن اس جھونپڑی کی طرف ایک اللہ کا بندہ آنکلا، اس آدمی سے اس نیک بندی کی ملاقات ہوگئی اور اس طرح ان دونوں کی آپس میں شادی ہوگئی اور یہ نو بیاہتا جوڑا اسی شہر کے نواح میں ہنسی خوشی رہنے لگا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اس کو اولاد سے بھی نوازا گیا۔ جب اس عورت کی شادی کو کئی برس گذر گئے تو ایک دن وہ عورت بادشاہ وقت فرعون کے محل میں چلی گئی اور اس کو فرعون کی بیٹی نے اپنی خادمہ رکھ لیا۔ ایک دن وہ عورت فرعون کی بیٹی کے سر میں کنگھی کر رہی تھی کہ کنگھی ہاتھوں سے پھسل کر زمین پر گر گئی، تو اس نیک سیرت عورت کے مونہہ سے بسم اللہ نکل گیا۔ فرعون کی بیٹی فوراً بولی کہ کیا میرے والد؟۔ اس نے کہا نہیں، میرا رب تو اللہ تعالیٰ ہے جو تیرا بھی رب ہے اور تیرے باپ کا بھی رب ہے۔

فرعون کی لڑکی یہ سن کر سیخ پا ہوگئی اور وہ دوڑ کر اپنے باپ کے پاس گئی اور ساری صورتحال کہہ سنائی۔ فرعون نے اس عورت کے کے لیے پیتل کی بڑھکتی ہوئی آگ تیار کرائی ۔فرعون نے اس عورت کو بلایا اور اس کو حکم دیا کہ وہ اس آگ میں کود جائے۔ اس نیک سیرت عورت نے جب ہولناک آگ کو دیکھا تو گھبرا گئی لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایک شیر خوار بچہ جو وہاں پر موجود تھا بول اٹھا اور کہا اماں جان صبر کیجئے کیونکہ آپ حق پر ہیں تو پھر اس عورت نے اللہ پاک کا نام لے کر اس آگ میں چھلانگ لگادی اور اس طرح وہ عورت بھی اسم الٰہی پر قربان ہوگئی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ ﴿تاریخ ابن کثیر﴾

Marfat.com

شہیدانِ میدان کربلا

شہیدان میدان کربلا کے موضوع پر آج تک لاتعداد کتب تحریر کی جا چکی ہیں سانحہ کربلا کے حوالے سے کسی نے اس کے پس منظر پر روشنی ڈالی ہے کسی نے اس کے تہہ منظر کی نقاب کشائی کی تو کسی نے اس کے پیش منظر پر خامہ فرسائی کی ہے۔ کسی نے عقیدت میں ڈوب کر نوحہ لکھا ہے تو کسی نے ایک مؤرخ کے سے انداز میں واقعات کربلا کو شرح و بسط سے بیان کیا کسی نے فلسفہء شہادت وفلسفہ حسینیت پر قلم اُٹھایا تو کسی نے یزیدیت کے نفسیاتی پہلوؤں کو موضوع سخن بنایا مگر داستان کربلا اب بھی تشنہ ہے ہزار ہا کتب بھی اس واقعہ کو مکمل طور پر محیط کرنے سے قاصر رہی ہیں اور وثوق اور یقین کامل سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ جب تک گردش لیل ونہار جاری وساری ہے اور جب تک کائنات کا وجود قائم ہے کربلا کی یہ داستان نت نئے زاویوں سے اہل فکر اور اہل دانش کے سامنے آتی رہے گی نت نئے انداز سے بیان ہوتی رہے گی اور اہل حق کے سینوں کو ایمان وآگہی کے نور سے منور کر کے ایمان کی مضبوطی کو پختگی عطا کرتی رہے گی۔

عجیب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ ابتداء ہے اسماعیلؑ

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ واقعہ کربلا کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مجموعہ صفات بنایا تھا اور وہ جملہ صفات جو کہ انبیاء سابقین میں تھیں وہ تمام اللہ رب العزت نے سیدنا رسول کریم صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم میں جمع فرمائی تھیں لیکن ایک کمال شہادتِ ظاہری باقی رہ گیا تھا جس کی تکمیل ضروری تھی۔ اب اگر شہادت کی وہی صورت ہوتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ جہاد میں شہید ہوتے تو یہ ایک قسم کی سبکی ہوتی اور کفار کو یہ کہنے کی جرأت ہو جاتی کہ ہم نے میدان جنگ میں مسلمانوں کے پیغمبر کو قتل کر دیا اور اللہ ان کی حفاظت نہ کر سکا اس لیے حکمتِ الٰہی تکمیل شہادت کے لیے اس بات کی متقضی ہوئی کہ حسنین کریمین کی شہادت کو سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کے قائم مقام قرار دیا جائے اور اس ذریعہ سے کمال شہادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا جائے۔ (سر الشہادتین)

احادیث مبارکہ کے اوراق اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا پہلے سے علم تھا چنانچہ اس ضمن میں کتب احادیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے زانو پر بٹھا کر پیار کر رہے تھے کہ اچانک ایک فرشتہ نے حاضر ہو کر سلام کیا اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ بچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، فرشتے نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ وہ بچہ ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظلماً شہید کرے گی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں تو میں اس جگہ کی مٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لا کر دوں جہاں پر اس بچہ کی شہادت ہوگی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی لانے کا حکم دیا تو فرشتے نے فوراً پرواز کی اور میدان کربلا پہنچ کر وہاں سے تھوڑی سی مٹی ایک شیشی میں بند کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے آیا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر حزن وملال کے آثار نمودار ہو گئے اور اسی حالت میں اپنی زوجہ مطہرہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا اے اُم سلمہ (رضی اللہ عنہا)! ابھی ابھی میرے پاس فرشتہ آیا ہے اور اس نے مجھے بتایا ہے کہ میرے بعد میرا حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ظلماً شہید ہوگا اور یہ شیشی مجھے دی ہے تو یہ شیشی اپنے پاس رکھ لو اور اسے ہر روز دیکھتے رہنا جب اس شیشی کا رنگ سرخ ہو جائے تو سمجھ لینا کہ میرا حسین

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شہید ہو گیا ہے۔

(ترمذی، مشکوٰۃ جلد دوم، طبرانی، ابوداؤد، حاکم، بیہقی، ابونعیم)

اسی طرح حضرت اُم فضل بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں نے خواب دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا کٹ کر میری گود میں آپڑا۔ مجھے بہت حیرت ہے کہ اس کی تعبیر کیا ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم نے بہت مبارک خواب دیکھا ہے۔ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ بیٹا عطا فرمائے گا اور تم اسے گود میں لے کر بیٹھو گی۔ اُم فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ چند دنوں کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ عطا فرمایا مَیں نے انہیں گود میں لیا۔ ایک روز میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گود میں لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں دے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیار کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ میں نے کہا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کیوں ملول ہوئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے اُم فضل (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! مجھے جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اُمت کے ہاتھ سے عنقریب قتل کیا جائے گا۔ اُم فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حیران ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ایسا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے اس زمین کی سرخ مٹی بھی لا کر دی ہے۔

(مشکوٰۃ، شواہد النبوت)

تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کی جائے تو بخوبی طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلام کی مقبولیت اور فتوحات سے دشمنان اسلام کے دلوں میں خوف و ہراس پیدا ہو گیا اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ اگر اسی انداز سے دین اسلام ترقی کرتا رہا تو پھر دنیا ان کے لیے تنگ ہو جائے گی اور ان کی جھوٹی عزت و انا خاک میں مل کر رہ جائے گی لہٰذا انہوں نے اسلام کی

Marfat.com

مضبوط بنیادوں میں دراڑیں ڈالنے کے لیے طرح طرح کے جال بچھانا شروع کردیئے اس مقصد کے لیے انہوں نے مسلمانوں میں سے ہی افراد کو استعمال کیا۔

انہوں نے سرتوڑ کوشش کر کے اسلام کی ہی عمارت سے اپنے مقصد کے حصول کیلئے چند ایسے ''پھول'' چن لئے کہ جو پھول کا نام تو رکھتے ہیں مگر خوشبو کی بجائے تعفن اور بدبو اپنے پتوں میں سمیٹے ہوئے ہیں۔ اسلام کو جب بھی نقصان پہنچانے کیلئے دشمن قوموں نے کوشش کی تو ان کو غداروں، منافقوں اور ضمیر فروشوں کا ٹولہ تھوڑی سی محنت کے بعد حاصل ہوگیا، اور آج بھی ضمیر فروشوں کی کوئی کمی نہیں۔

دشمنان اسلام کو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں ایک ''نگینہ'' عبداللہ بن سبا ایک ملعون نامی آدمی کی صورت میں ملا، ویسے تو اس گروہ کے لوگ شروع اسلام سے ہی اپنی کاروائیوں میں لگے رہے مگر ان کو کامیابی کا کوئی گُر ہاتھ نہ آیا، اس کے لئے خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت دیکھا جا سکتا ہے۔

اس ملعون نے اہل بیت کے نام سے ایک تحریک شروع کی اور اہل بیت کیلئے خلافت کی بجائے امامت کا دعویٰ کیا جسے مسترد کر دیا گیا، اس لعین نے جب یہ دیکھا کہ یہاں مدینہ میں میری خباثت کو پذیرائی نہیں مل سکتی تو اس نے کوفہ یعنی عراق کو اپنا مسکن بنانے کا ارادہ کیا کیونکہ یہاں اکثریت عجمیوں کی تھی، جو حقیقت کو تسلیم کرنے کے روادار نہ تھے اور جو اہل بیت کی محبت میں بڑے جذباتی ہو جایا کرتے تھے، انہوں نے عبداللہ بن سباء کو اپنا لیڈر تسلیم کرلیا اور اس طرح یہاں اس لعین کی خوب آؤ بھگت ہوئی، اس نے یہاں باقاعدہ ایک منظم تحریک شروع کر دی اور چلتے چلتے یہی فتنہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب بنا۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ کو شہید کرنے والا جو گروہ تھا وہی اہل بیت سے محبت کا دعویٰ کرتا اور اس میں افراط و تفریط سے کام لیتا تھا اور درحقیقت یہ اس گروہ کی منافقانہ چال تھی اہل بیت کی اطاعت و فرمانبرداری نہ تو وہ کرتے تھے اور نہ ہی ان کا مطمع نظر تھا اور نہ ہی وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کرتے تھے، کیونکہ وہ تو اسلام کو کمزور کرنے، اور

Marfat.com

اسکو مٹانے کیلئے مسلمانوں میں تفرقہ بازی کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہتے تھے اور اپنے اس مشن میں وہ اس طرح منہمک تھے کہ بعض سادہ لوح مسلمان ان کی اس منافقت کو نہ سمجھ سکے۔

ابن سباء کی یہ تحریک امن کے مذاکرات کو ناکام بنانے کیلئے ایسی یکطرفہ کاروائیاں کرتی کہ جس سے سادہ لوح مسلمان یہ تاثر لیتے کہ اس گروہ کو اہل بیت کی حمایت حاصل ہے، حالانکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس گروہ سے بہت محتاط ہو گئے تھے اور ان پر نظر رکھتے ہوئے ان کا سختی سے محاسبہ کرتے تھے۔

جب اس گروہ نے دیکھا کہ کھیل کی بازی ان کے ہاتھ سے جا رہی ہے تو انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھی کوفہ میں شہید کر دیا کیونکہ اہل بیت کو اقتدار میں لانا ان کا ہرگز مقصد نہ تھا اور نہ ہی وہ اہل بیت سے محبت کرتے تھے، ان کا اصل مقصد تو جیسے بیان ہو چکا کہ مسلمانوں میں تفرقہ بازی پیدا کر کے اسلام کو کمزور کرنا تھا اور امت مسلمہ کی بدقسمتی یہ کہ یہ مٹھی بھر منافق، ضمیر فروش اور غداروں کا گروہ اپنی سازشی کوششوں میں کامیاب ہو گیا اور اس طرح اہل بیت کے حوالہ سے مسلمانوں میں اختلاف کا دروازہ کھل گیا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کے بڑے بیٹے اور نواسۂ رسول سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے نانا جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ''میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے گا'' کے مطابق خود خلافت سے دست بردار ہو کر سازشی ٹولہ کو نامراد کر دیا۔ سازشی لوگ چونکہ سیاسی بونے ہوتے ہیں اور معاشرہ میں بھی ان کا کوئی مقام نہیں ہوتا، اسی لئے عبداللہ بن سباء کے گروہ نے اپنے مقاصد حاصل کرنے کیلئے اہل بیت کو تختۂ مشق بنایا اور ایک ایسی تحریک کی تشہیر کی جس سے کہ اہل بیت ہرگز متفق نہ تھے۔

اسلام کی تاریخ شہادتوں اور قربانیوں سے پُر ہے، دین اسلام اللہ تعالیٰ کی توحید اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ جو ہم تک پہنچی ہیں یہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قربانیوں کا ہی نتیجہ ہے، انہوں نے اپنے جگر کا خون دیکر اور اپنے گلے کٹوا

کر شجر اسلام کی آبیاری کی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''جو میری راہ میں اپنے گلے کٹواتے ہیں تم انکو مردہ گمان نہ کرنا'' تمہارے لحاظ سے تو وہ مر چکے ہیں، انکی دنیاوی زندگی ختم ہو چکی ہے اب انکی زندگی ان کے رب کے پاس ہے وہ وہاں رزق بھی کھا رہے ہیں وہ کیسا رزق ہے اسکو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے میں اور آپ اسکا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، کیسی زندگی؟ جسکا ہم گمان بھی نہیں کر سکتے، ہمارا شعور وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کا بیٹا یزید ابن معاویہ تخت پر بیٹھ گیا۔ مدینہ کا گورنر ولید ہے، اس کو آرڈر آیا کہ یزید کیلئے لوگوں سے بیعت لو۔ ولید نے بیعت لینا شروع کی۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع ملی کی ولید یزید کے لیے بیعت لے رہا ہے ولید نے آپ کو بھی بیعت کے لیے کہا۔ نواسہ رسول نے فرمایا، میں یزید پر مطمئن نہیں ہوں مَیں ایک فاسق و فاجر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کر سکتا۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس انکار سے آپ کی کمال محبتِ اسلام اور استقلال و استقامت اور اصول پسندی و حق گوئی کا اظہار ہوتا ہے اگر آپ دنیاوی وجاہت و شہرت کے دلدادہ ہوتے یا صداقت سے جان چھپاتے تو یزید کی بیعت سے کبھی انکار نہ فرماتے حالانکہ ولید نے آپ کو تنہائی میں علیحدہ بلا کر یزید کی بیعت کے لیے کہا تھا یہ موقع بہت اچھا تھا تنہائی میں ولید سے کہہ دیتے کہ ہاں میں راضی ہوں تم یزید کو لکھ دو۔ بس اس کے بعد کسی کو خبر بھی نہ ہوتی اور آپ ایک مدت تک سکون و اطمینان سے رہ سکتے تھے مگر آپ کو تو شقاوت یزید کا بطلان کرنا تھا۔ اپنے نانا جان کے لگائے ہوئے پودے کو اپنے خون سے سینچنا تھا، صداقت شعاری، حق گوئی اور اسلام پرستی کے جھنڈے دنیا میں گاڑنے تھے، حق و باطل میں تمیز کا اعلان کرنا تھا اور اس عہد کو نبھانا مقصود تھا جو آپ روزِ اوّل کر کے آئے تھے پھر یہ کیونکر ممکن تھا آپ یزید کے رعب میں آ جاتے یا دنیا کی جاہ پرستیاں اور چند روزہ زندگی کی ناپائیدار خوشیاں آپ کے دِل پر قبضہ کر لیتیں۔ یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ آپ اپنی جان

Marfat.com

کے خوف سے اپنی خاندانی صداقت و حق گوئی پر پانی پھیر دیتے۔ دین کو دنیا کے ہاتھوں فروخت کر ڈالتے اور چندروزہ زندگی کی خوشگوار بنانے کے لیے دائمی مسرت و حقیقی زندگی کی خوشیوں کو ٹھوکر مار دیتے۔

بلاشبہ آپ اُس رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسے تھے جس نے کبھی صداقت پر بطالت کو ترجیح نہ دی جس نے اہل قریش کے عہد استبداد میں ہمیشہ حریت کو اپنا شعار رکھا مضبوط قوت ارادی اور خوف وخطر سے بے پرواہ ہو کر تبلیغ اسلام پر کمر بستہ رہا اور جس نے اپنے خاندان کے بزرگوں کے سامنے بھی ہمیشہ اعلانِ حق کرنے میں جرأت و ہمت سے کام لیا۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس شیر خدا کے فرزند تھے جس نے طلبِ خلافت میں کبھی دب کر کام نہیں نکالا اپنا حق اور مرتبہ جتانے میں ہمیشہ سبقت سے کام لیا اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے اپنے زمانہ شہادت تک تلاشِ حق میں مصروف رہا۔ ایسے باغ کے پھول سے یہ کب ممکن تھا کہ وفسق وفجور کے کانٹوں میں جا اُلجھے اور اپنے دامنِ معصوم میں لالچ یا مصلحت کا دھبہ لگائے اس لیے صاف انکار کر دیا۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی انکار کتابِ شہادت کا دیباچہ ہے اور یہی انکار اسبابِ شہادت کا سب سے پہلا خفی سبب ہے۔

یزید کی بیعت سے انکار کرنے کے بعد امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر آ گئے جب چند دن گذر گئے تو ولید نے کہا کہ حضرت مجھے اوپر سے سخت آرڈر آیا ہے، آپ نے دیکھا کہ اس سے چھٹکارا حاصل نہیں ہو سکتا، لہٰذا آپ مدینہ سے نکلنے کا پروگرام بناتے ہیں اور جب گھر سے چلنے لگتے ہیں تو گھر والے بھی آپ کے ساتھ چل پڑتے ہیں، آپ انکو ساتھ لیکر چل پڑے، ایک بچی صغریٰ بیمار ہے، آپ فرماتے ہیں اے بیٹی تو کچھ دن ابھی مدینہ میں ٹھہری رہ، میں علی اکبر کو بھیج کر تجھے اپنے پاس بلوالوں گا۔

چنانچہ آپ رات کے وقت مدینہ سے نکل پڑتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس سے ہو کر بقیع الغرقد جاتے ہیں، اپنی والدہ محترمہ جگر گوشۂ رسول، سیدہ بتول فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر دعائیں کرتے ہیں، اپنی والدہ کی ٹھنڈی اور محبت بھری آغوش کو

Marfat.com

یاد کر کے مکہ کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں، مکہ میں کچھ دن قیام کرتے ہیں، اُدھر کوفہ والوں کو آپ کے بارہ میں اطلاع ملتی ہے کہ آپ مدینہ کو چھوڑ کر مکہ آ چکے ہیں، انہوں نے خطوط لکھنا شروع کر دیئے کہ حضرت ہم آپ کے بڑے عقیدت مند ہیں، ہم آپ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیں گے آپ ایک مرتبہ آئیں تو سہی، خطوط پر خطوط آنے لگے اور تقریباً بارہ ہزار خطوط آپ کے پاس آئے کہ آپ ہمارے پاس آجائیں، یہاں آکر آپ اسلام کی تبلیغ کرنا، ہم آپ پر اپنا سب کچھ نچھاور کرتے ہوئے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کیلئے تیار ہیں اور ہم یزید پر مطمئن نہیں ہیں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے پاس جب خطوط کے انبار لگنا شروع ہو گئے تو آپ نے سوچا کہ پہلے میں حالات جائزہ لینے کیلئے اپنا چچازاد بھائی سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو بھیجتا ہوں تا کہ حالات معلوم کر کے کوئی فیصلہ کیا جا سکے۔ سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ تیار ہو جاتے ہیں اور چلتے وقت اپنے دو بیٹوں عبداللہ اور ابراہیم کو اپنے ساتھ لیکر سفر پر روانہ ہو جاتے ہیں، اور جب کوفہ کی سرزمین پر قدم رکھتے ہیں تو اہل کوفہ نے شہر سے باہر نکل کر آپ کا استقبال کیا، آپ کو بڑا پروٹوکول دیا، مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفہ میں سیدنا عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام کرتے ہیں، باقی اہل کوفہ کو جب آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو لوگ پروانہ وار آ کر بیعت کرنا شروع کر دیتے ہیں اور بیعت کرنے والوں کی تعداد پہلے دن تقریباً چار ہزار ہو جاتی ہے۔

یہ تعداد دن بدن بڑھتی ہے اور تقریباً چالیس ہزار آدمی آپ کے ہاتھ پر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے بیعت کر لیتے ہیں۔

یہ حالات دیکھ کر سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کیلئے خط لکھ کر ایک قاصد کے حوالہ کرتے ہیں کہ مکہ جا کر میرے بھائی کو دے آؤ۔ اس خط کی تحریر کچھ اسطرح ہے۔ ”اے میرے بھائی یہ خط ملتے ہی آپ فوراً کوفہ چلے آئیں، حالات بہت سازگار ہیں، لوگ آپ کے انتظار میں تڑپ رہے ہیں، یہ لوگ آپ پر اپنی جان قربان کرنے کیلئے بڑے بے چین ہیں، لہٰذا آپ خط ملتے ہی فوراً یہاں تشریف لے آئیں۔“

Marfat.com

قاصد یہ خط لیکر کوفہ سے روانہ ہوتا ہے اِدھر یزید کو اطلاع ملتی ہے کہ یہاں ایک آدمی آکر اس کے خلاف بیعت لے رہا ہے، دنیا اس کے پیچھے چلی جاری ہے، یزید نے وہاں کے گورنر نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو فوراً میرے سامنے پیش کیا جائے، گورنر کو جب یہ خط ملتا ہے تو وہ سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہتے ہے کہ مجھے یزید کی طرف سے خط آیا ہے، اس نے آپ کو اپنے پاس حاضر ہونے کا حکم دیا ہے، لہٰذا آپ یزید کے پاس چلیں، مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اس کے پاس نہیں جانا گورنر نے کہا جیسے آپ کی مرضی۔

مخبروں نے جا کر یزید کو اطلاع دی کہ آپکا گورنر بہت رحم دل ہے وہ تو الٹا مسلم بن عقیل کی حمایت کر رہا ہے، چنانچہ یزید نے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا۔

اس نے کرسی پر بیٹھتے ہی ایک دستہ مسلم بن عقیل کیلئے سرگرم کر دیا کہ وہ جہاں بھی ملے اسکو میرے سامنے پیش کیا جائے، تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل، سیدنا عروہ بن ہانی رضی اللہ عنہ کے گھر میں ہیں، سیدنا عروہ کو بلا کر پوچھا گیا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا، ابن زیاد نے کہا کہ اگر تو نہیں بتاتا تو اپنی جان کا سودا کر لے، سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جان تو جاسکتی ہے مگر حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی کو میں اپنے ہاتھوں تیرے سپرد نہیں کر سکتا۔ ابن زیاد نے جلاد کو حکم دیا کہ عروہ بن ہانی کو ایک ہزار کوڑے مارے جائیں، جلاد نے کوڑے مارنا شروع کر دیئے، سیدنا عروہ کو جب پانچ سو کوڑے مارے جاچکے تو دیکھا کہ وہ شہید ہو چکے ہیں (رضی اللہ عنہ) یہ کوفہ کے پہلے شہید تھے۔

اس کے بعد ابن زیاد نے اپنے کارندوں کو بھیجا کہ عروہ کے گھر سے مسلم بن عقیل کو گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کریں، کارندوں نے مسلم بن عقیل کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا، ابن زیاد نے مسلم بن عقیل کو کہا کہ میری بیعت کرو، ورنہ پھر قتل ہونے کیلئے تیار ہو جاؤ؟ مسلم بن عقیل نے کہا کہ یہ گردن کٹ تو سکتی ہے مگر تیرے آگے جھک نہیں سکتے اور نہ ہی میں تیری بیعت کروں گا، چنانچہ جب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا

Marfat.com

اور ابھی زندگی کی کوئی رمق باقی تھی تو آپ نے عمرو بن سعد کو بلا کر کہا کہ اے ابن سعد تو میرا رشتہ دار ہے، میری چند ایک وصیتیں سن لے "جب میں شہید ہو جاؤں تو میرے ان دونوں بیٹوں کو مکہ پہنچا دینا۔

میرے کپڑے اتار کر مجھے ننگا نہ کرنا اور میرے بھائی حسین کو یہ خبر پہنچا دینا کہ آپ کو کوفہ آنے کی ضرورت نہیں، یہاں کے حالات خراب ہو چکے ہیں اور اہل کوفہ مسلم کا ساتھ چھوڑ چکے ہیں۔"

اس سے پہلے جب اہل کوفہ کی چالیس ہزار کی جماعت نے ابن زیاد کی دھمکیاں سنیں اور مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے اس جماعت کے لوگوں کو بلایا تو چالیس ہزار میں سے صرف وہی باقی رہ گئے جو پہلے دن آپ کی بیعت کرنے والے تھے یعنی چار ہزار اور اگلے دن یہ تعداد اور بھی کم ہو کر پانچ سو رہ گئی اور اس اگلے دن صرف تیس آدمی باقی رہ گئے، ایک دن سیدنا مسلم بن عقیل نے عشاء کی جماعت کرائی تو تیس آدمی پیچھے مقتدی تھے اور جب آپ نے سلام پھیرا تو ایک بھی پروانہ نظر نہ آیا۔

یہ وہی کوفہ والے ہیں جنہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر کوفہ میں شہید کر دیا تھا، اب مسلم بن عقیل کو بھی شہید کر دیا اور اسی دوران سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ کو جام شہادت پلانے والے بھی یہی کوفی تھے اور اب یہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور انکے باقی اہل خانہ کو جام شہادت پلانے کے لئے بے تاب تھے کہ کب وہ وقت آئے اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہوں۔

ایک وقت تھا کہ یوسف علیہ السلام کو انکے بھائی منت سماجت کر کے اپنے والد یعقوب علیہ السلام سے اجازت لیکر یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ سیر و سیاحت کے بہانے لے گئے تھے اور وہ خود ہی انکو کنویں میں گرا کر شام کو روتے پیٹتے اور بین ڈالتے ہوئے گھر آئے اور ایک وقت یہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لیکر آپ کے اہل خانہ کے دشمن لیکن بظاہر دوست سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط کے انبار بھیج کر انکو اپنے پاس بلاتے ہیں اور اس بے دردی سے انکو قتل کرتے ہیں کہ شاید دشمن بھی ایسا سلوک کرنے پر تیار نہ ہو

Marfat.com

قاصد یہ خط لیکر کوفہ سے روانہ ہوتا ہے اِدھر یزید کو اطلاع ملتی ہے کہ یہاں ایک آدمی آکر اس کے خلاف بیعت لے رہا ہے، دنیا اس کے پیچھے چلی جاری ہے، یزید نے وہاں کے گورنر نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو فوراً میرے سامنے پیش کیا جائے، گورنر کو جب یہ خط ملتا ہے تو وہ سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہتے ہے کہ مجھے یزید کی طرف سے خط آیا ہے، اس نے آپ کو اپنے پاس حاضر ہونے کا حکم دیا ہے، لہٰذا آپ یزید کے پاس چلیں، مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اس کے پاس نہیں جانا گورنر نے کہا جیسے آپ کی مرضی۔

مخبروں نے جا کر یزید کو اطلاع دی کہ آپکا گورنر بہت رحم دل ہے وہ تو الٹا مسلم بن عقیل کی حمایت کر رہا ہے، چنانچہ یزید نے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا۔

اس نے کرسی پر بیٹھتے ہی ایک دستہ مسلم بن عقیل کیلئے سرگرم کر دیا کہ وہ جہاں بھی ملے اسکو میرے سامنے پیش کیا جائے، تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل، سیدنا عروہ بن ہانی رضی اللہ عنہ کے گھر میں ہیں، سیدنا عروہ کو بلا کر پوچھا گیا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا، ابن زیاد نے کہا کہ اگر تو نہیں بتاتا تو اپنی جان کا سودا کر لے، سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جان تو جا سکتی ہے مگر حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی کو میں اپنے ہاتھوں تیرے سپرد نہیں کر سکتا۔ ابن زیاد نے جلاد کو حکم دیا کہ عروہ بن ہانی کو ایک ہزار کوڑے مارے جائیں، جلاد نے کوڑے مارنا شروع کر دیئے، سیدنا عروہ کو جب پانچ سو کوڑے مارے جا چکے تو دیکھا کہ وہ شہید ہو چکے ہیں (رضی اللہ عنہ) یہ کوفہ کے پہلے شہید تھے۔

اس کے بعد ابن زیاد نے اپنے کارندوں کو بھیجا کہ عروہ کے گھر سے مسلم بن عقیل کو گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کریں، کارندوں نے مسلم بن عقیل کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا، ابن زیاد نے مسلم بن عقیل کو کہا کہ میری بیعت کرو، ورنہ پھر قتل ہونے کیلئے تیار ہو جاؤ؟ مسلم بن عقیل نے کہا کہ یہ گردن کٹ تو سکتی ہے مگر تیرے آگے جھک نہیں سکتے اور نہ ہی میں تیری بیعت کروں گا، چنانچہ جب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا

Marfat.com

اور ابھی زندگی کی کوئی رمق باقی تھی تو آپ نے عمرو بن سعد کو بلا کر کہا کہ اے ابن سعد تو میرا رشتہ دار ہے، میری چند ایک وصیتیں سن لے" جب میں شہید ہو جاؤں تو میرے ان دونوں بیٹوں کو مکہ پہنچا دینا۔

میرے کپڑے اتار کر مجھے ننگا نہ کرنا اور میرے بھائی حسین کو یہ خبر پہنچا دینا کہ آپ کو کوفہ آنے کی ضرورت نہیں، یہاں کے حالات خراب ہو چکے ہیں اور اہل کوفہ مسلم کا ساتھ چھوڑ چکے ہیں۔"

اس سے پہلے جب اہل کوفہ کی چالیس ہزار کی جماعت نے ابن زیاد کی دھمکیاں سنیں اور مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے اس جماعت کے لوگوں کو بلایا تو چالیس ہزار میں سے صرف وہی باقی رہ گئے جو پہلے دن آپ کی بیعت کرنے والے تھے یعنی چار ہزار اور اگلے دن یہ تعداد اور بھی کم ہو کر پانچ سو رہ گئی اور اس اگلے دن صرف تیس آدمی باقی رہ گئے، ایک دن سیدنا مسلم بن عقیل نے عشاء کی جماعت کرائی تو تیس آدمی پیچھے مقتدی تھے اور جب آپ نے سلام پھیرا تو ایک بھی پروانہ نظر نہ آیا۔

یہ وہی کوفہ والے ہیں جنہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر کوفہ میں شہید کر دیا تھا، اب مسلم بن عقیل کو بھی شہید کر دیا اور اسی دوران سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ کو جام شہادت پلانے والے بھی یہی کوفی تھے اور اب یہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور انکے باقی اہل خانہ کو جام شہادت پلانے کے لئے بے تاب تھے کہ کب وہ وقت آئے اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہوں۔

ایک وقت تھا کہ یوسف علیہ السلام کو انکے بھائی منت سماجت کر کے اپنے والد یعقوب علیہ السلام سے اجازت لیکر یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ سیر و سیاحت کے بہانے لے گئے تھے اور وہ خود ہی انکو کنویں میں گرا کر شام کو روتے پیٹتے اور بین ڈالتے ہوئے گھر آئے اور ایک وقت یہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لیکر آپ کے اہل خانہ کے دشمن لیکن بظاہر دوست سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط کے انبار بھیج کر انکو اپنے پاس بلاتے ہیں اور اس بے دردی سے انکو قتل کرتے ہیں کہ شاید دشمن بھی ایسا سلوک کرنے پر تیار نہ ہو

Marfat.com

ادھر سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ اور ابراہیم جو آپ کے ساتھ کوفہ گئے تھے، وہ قاضی شریح کے پاس پہنچ جاتے ہیں، مسلم بن عقیل نے شہادت سے پہلے ابن سعد کو وصیت کی تھی کہ میری شہادت کے بعد میرے بیٹوں کو مکہ پہنچا دینا، قاضی شریح کو ابن زیاد کی طرف سے دھمکی ملی کہ اے مسلم بن عقیل کے بچوں کو پناہ دینے والے قاضی تو ان بچوں کو ہمارے حوالے کر دے ورنہ تیری جان کی بھی خیر نہیں جو حال عروہ بن ہانی کا وہی تیرے ساتھ بھی ہوگا، قاضی شریح رحمتہ اللہ علیہ رات کو موقعہ پا کر ان یتیم بچوں کو ساتھ لیکر چل پڑے کہ آؤ میں تم کو مکہ مدینہ جانے والا قافلہ کے پاس پہنچا آؤں تا کہ تم اپنے گھر پہنچ جاؤ، قسمت کی ستم ظریفی کہ ان کے جانے سے پہلے ہی قافلہ نکل گیا تھا، قاضی ان بچوں کو تقریباً آدھی رات کے وقت ایک ٹیلے پر بٹھا کر واپس آجاتے ہیں کہ اگر یہ ابن زیاد کے ہاتھ لگ گئے تو وہ انہیں قتل کر دیگا۔

قاضی کی واپسی کے بعد یہ دونوں یتیم بھی شہر کی طرف چل پڑتے ہیں اور آکر ایک دیوار کی اوٹ میں بیٹھ جاتے ہیں ابن زیاد کے فوجی رات کو پہرہ دیتے ہوئے ادھر سے گذرتے ہیں، تو ان کی نظر دو معصوم بچوں پر پڑتی ہے، وہ بچوں کو پوچھتے ہیں کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم مسلم بن عقیل کے بیٹے ہیں، یہ سنتے ہی وہ فوجی ان بچوں کو پکڑ کر ابن زیاد کے سامنے پیش کرتے ہیں اور ابن زیاد بد بخت ان بچوں کو قتل کرا دیتا ہے۔

ادھر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ مسلم بن عقیل کا خط ملنے پر 30 ذوالحجہ کو مکہ سے روانہ ہو پڑتے ہیں اور جب ''زرود'' کے مقام پر پہنچتے ہیں تو انہیں اطلاع ملتی ہے کہ مسلم بن عقیل کو ابن زیاد نے کوفہ میں شہید کر دیا ہے آپ کسی جزع وفزع، واویلا، چیخ وپکار نہیں کرتے بلکہ صرف انا للہ وانا الیہ راجعون کا ورد کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو پتہ چلتا ہے تو وہ آپ کو کوفہ جانے سے روکتے ہیں کہ اے حسین وہاں جانے کا کوئی فائدہ نہیں آپ اپنا ارادہ ترک کر دیں، لیکن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلم بن عقیل نے وہاں کے حالات کا جائزہ لیا ہے اور اس کے علاوہ اہل کوفہ کے سینکڑوں خطوط بھی آئے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ

Marfat.com

عنہ نے فرمایا کہ اے میرے بھتیجے اگر لازمی جانا چاہتے ہو تو تم اکیلے چلے جاؤ بچوں اور خواتین کو ساتھ نہ لے جاؤ۔ لیکن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے ان کی بات نہ مانی، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا لڑائی کا کوئی ارادہ نہیں تھا، اگر لڑائی کا ارادہ ہوتا تو آپ اہل وعیال کو ساتھ لے کر نہ چلتے۔

چنانچہ آپ نے اپنا سفر شروع کر دیا، روکنے والے روکتے رہے لیکن آپ اپنے مقصد کی طرف چل پڑے۔

یہ تقریباً (82) نفوس پر مشتمل قافلہ کوفہ کی جانب رواں دواں ہوا، ان میں مرد اور عورتیں ہیں، ان میں جوان بھی ہیں اور پھولوں کی طرح معصوم بچے بھی، چلتے چلتے یہ قافلہ مقام صفا پر پہنچ جاتا ہے، وہاں ایک شاعر فرزدق ملتا ہے، آپ اس سے کوفہ کے حالات معلوم کرتے ہیں، شاعر کہتا ہے کہ "اے حسین آپ کوفہ نہ جائیں کیونکہ ان کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں یزید کے ساتھ ہیں" اس سے مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملتی ہے۔

قافلہ میں سے کسی نے کہا ہمیں واپس چلے جانا چاہئے، مسلم بن عقیل کے بھائی کہتے ہیں کہ اے حسین اب واپس نہیں جانا بلکہ ہم اپنے بھائی کے قتل کا بدلہ لیں گے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ وہاں جا کر میں ان لوگوں کو ان کے خطوط دکھاؤں گا، ہوسکتا ہے کہ حالات درست ہو جائیں، کچھ اور آگے چلتے ہیں تو حُر بن یزید ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ آتا ہوا ملا، آپ نے پوچھا تو کس طرح آیا ہے؟ حر بن یزید نے کہا کہ مجھے ابن زیاد نے آپ کے پاس اس پیغام کے ساتھ بھیجا ہے کہ آپ بیعت کر لیں یا پھر واپس چلے جائیں۔

سیدنا حسین نے کہا کہ میں واپس نہیں جاؤں گا اور نہ ہی بیعت کروں گا، قافلہ چلتا رہا، حر بن یزید کا لشکر بھی ساتھ چلتا رہا، ابن زیاد کا پروانہ حر بن یزید کو ملا کہ اب حسین تیرے قابو میں آچکا ہے، یہ پیچھے بھی نہ جانے پائے نہ کسی اور ملک کی طرف جانے دینا بلکہ ان کو کسی قلعہ میں پوزیشن لینے دینا، اور انکو کسی مقام پر قید کر لو۔

Marfat.com

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ چلتے چلتے میدانِ کربلا میں پہنچ جاتے ہیں، کربلا کھلا میدان ہے، پوچھا یہ کون سا مقام ہے؟ بتایا گیا کہ یہ کرب بلاء کا میدان ہے، اس میدان میں خیمے نصب کردیئے گئے اور ان خیموں میں خواتین اور بچوں کو بٹھادیا گیا۔

ادھر عمر بن سعد چار ہزار کا لشکر لیکر یہاں پہنچ جاتا ہے، یہ یزید کی فوج کا سپہ سالار ہے، اس کو آرڈر ملتا ہے کہ جا کر حسین کے قافلہ کے گرد گھیرا ڈال لو تا کہ وہ کہیں جانے نہ پائیں، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ، ابن سعد سے فرماتے ہیں کہ اے عمر تو میرا رشتہ دار ہے، میری بات سن، اگر یہاں کے حالات درست نہیں تو پھر۔

مجھے مکہ مدینہ واپس جانے دیا جائے......

مجھے کسی اسلامی ملک کی سرحد پر جانے دیا جائے مجھے خود ہی یزید کے ساتھ معاملہ طے کرنے دیا جائے۔

ادھر سے شمر، ابن زیاد کا آرڈر لے کر پہنچ جاتا ہے کہ تم مدینہ نہیں جاسکتے، نہ ہی مکہ جاسکتے ہو اور نہ ہی کسی ملک کی سرحد پر جاسکتے ہو، اب صرف ایک ہی راستہ ہے کہ تم بیعت کرلو ورنہ قتل کیلئے تیار ہوجاؤ۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بیعت نہیں کروں گا اگر میری جان جاتی ہے تو جائے، بچوں کو تہ تیغ کیا جاتا ہے تو کیا جائے، ساتھیوں کو قتل کیا جاتا ہے تو کیا جائے، لیکن جبر وظلم کے آگے سر نہیں جھکایا جاسکتا۔

ابن زیاد کی بھیجی ہوئی ہزار ہا کی فوج نے جب آپ اور آپ کے قافلہ پر حملہ کیا تو اس وقت آپ کا قافلہ بہتر (72) اور ایک روایت کے مطابق (82) افراد پر مشتمل تھا، موت سامنے نظر آرہی تھی لیکن اس کے باوجود آپ نے پھر بھی صبر وتوکل اور اعتماد علی اللہ کا ایسا ثبوت پیش کیا کہ آپ کے عزم واستقلال میں ذرا سی بھی جنبش نہ آئی۔

اس وقت آپ کی دعا یہ تھی۔ ''الٰہی ہر مصیبت میں تو ہی میرا ملجا و ماوی ہے، ہر تکلیف میں میرا تجھ پر ہی اعتماد اور توکل ہے، کتنے ہی مصائب آئے کہ تدبیر نے بھی جواب دیدیا، دوست نے بے وفائی کی، دشمن نے خوشیاں منائیں، مگر میں نے تجھ سے ہی التجا کی اور تو نے ہی میری دست گیری کی، آج بھی میری تجھ سے ہی التجا ہے، تو ہی احسان کرنے

Marfat.com

اور ہر نعمت عطا کرنے والا ہے۔"

جنگ کے آغاز سے چند ہی لمحات پہلے آپ اپنے خیمہ میں تشریف لاتے ہیں، اور اپنی بہن سیدہ زینب رضی اللہ عنھا کو فرماتے ہیں کہ تمام اہل بیت کو جمع کرو، جب تمام حاضر ہو گئے تو آپ نے انکو مخاطب کر کے ان الفاظ میں وصیت فرمائی کہ

"میں تم تمام کو وصیت کرتا ہوں کہ جب میں دشمن کے ہاتھوں قتل ہو جاؤں تو تم نے میرے ماتم میں اپنے گریباں نہیں پھاڑنا، نہ ہی اپنے رخساروں پر طمانچے مارنا اور نہ ہی اپنے چہروں کو زخمی کرنا۔"

آپ کی اس مختصر سی تقریر سے معلوم ہوا کہ آپ یہ جانتے تھے کہ اسلام بے صبری، چیخ و پکار، واویلا کو قطعاً پسند نہیں کرتا اور نہ ہی یہ اسلام کی تعلیم ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"جس نے اپنے رخساروں کو پیٹا (یعنی اپنے مونہہ پر چانٹے مارے) اپنا گریباں چاک کیا اور جاہلیت والے بول بولے تو وہ ہم میں سے نہیں" (الحدیث)

اس کے بعد آپ میدان میں آتے ہیں، عمرو بن سعد کے لشکر سے آمنا سامنا ہوتا ہے شہادتوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، ادھر پانی کی بوند تک نہیں ہے، مارے پیاس کے شیر خوار بچے بھی ایڑیاں رگڑنے لگے، رخت سفر میں جو پانی تھا وہ بھی ختم ہو چکا ہے۔ عباس علمدار کو فرات سے پانی لینے کیلئے بھیجا جاتا ہے، وہاں ابن زیاد کی فوج کا پہرا ہے، پانی لینے کی اجازت نہیں۔ مؤرخ طبریؒ لکھتا ہے کہ "سیدنا حسین کے قافلہ کا تین دن پانی بند کیا گیا"

میدان کربلا میں شہادتوں کا آغاز ہوتا ہے پانی لانے والے عباس علمدار کو تیروں سے چھلنی کیا جاتا ہے، ایک بازو زخمی ہوا تو مشکیزہ دوسرے میں تھام لیا، وہ بھی زخمی ہوا تو مشکیزہ کو دانتوں میں پکڑ لیا، اور پھر تیروں کی بارش کر کے اس نوجوان کو شہید کر دیا جاتا ہے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنے بھائی عباس علمدار کا لاشہ اٹھا کر خیموں کے پاس لے آتے ہیں۔

اگلا دن ہوتا ہے تو دو جعفری بھائی نکلتے ہیں، یہ بھی شہید کر دیئے جاتے ہیں،

Marfat.com

غفاری برادران نکلتے ہیں تو وہ بھی جام شہادت نوش کر جاتے ہیں۔

قاسم بن حسن میدان میں نکلے تو یہ بھی شہادت سے سرفراز ہوئے، جس وقت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ قاسم بن حسن کی لاش کو اٹھا کر لائے اور خیمہ کے سامنے علی اکبر کی لاش کے پہلو میں لٹا دیا تو اہل بیت کے رونے کی آوازیں سنائی دیں، آپ نے ارشاد فرمایا اے اہل بیت صبر کرو، اے میرے چچاؤں کی اولاد صبر کرو، اس کے بعد تمہیں کوئی تکلیف اور ذلت آنے والی نہیں۔

ماؤں کے سامنے بیٹوں کی لاشیں آرہی ہیں، بہنوں کے سامنے بھائیوں کی اور بیویوں کے سامنے ان کے سرتاجوں کی لاشوں کے انبار لگ رہے ہیں، وہ تمام لوگ صبر کے دامن کو تھامے ہوئے ہیں، سوائے فطری رونے اور آنسو بہانے کے کچھ نہیں، کوئی گریباں چاک نہیں ہو رہے بلکہ اناللہ وانا الیہ راجعون کا ورد ہو رہا ہے۔

چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی تیروں سے چھلنی کر دیا گیا، چھ ماہ کا علی اصغر بھی ان ظالموں کے ظلم سے نہ بچ سکا، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اس بچے کی قبر کھود رہے ہیں، گود میں بچے کو اٹھایا ہوا ہے، قبر تیار ہوگئی تو بچے کو قبر میں لٹا کر اوپر مٹی ڈال دیتے ہیں۔

جب تقریباً تمام مرد نوجوان اور بچے شہید کر دیئے گئے تو اب جنت میں نوجوانوں کے سرداران میں سے دوسرے سردار سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی باری آئی، آپ کا آخری وقت قریب آرہا ہے، آپ خیموں میں جاتے ہیں، بہن کو ملے، بیٹی سکینہ کو پیار دیا، اپنے خیمہ میں جا کر اپنی بیوی شہر بانو کو ملتے ہیں اور چلتے وقت بیوی کہتی ہے کہ اے میرے سرتاج اگر مجھ سے کوئی غلطیاں ہوگئی ہوں تو مجھے معاف کر دینا، بہن زینب رضی اللہ عنہا بھی آ کر گلے لگ جاتی ہے، سیدنا حسین آخری وصیت فرما رہے ہیں کہ اے میری بہن اگر میں شہادت کا پیالہ پی لوں تو میری شہادت پر اس طرح صبر کر کے دکھانا جس طرح تیری اور میری والدہ محترمہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بنت رسول نے نبی ﷺ کی وفات پر صبر کر کے دکھایا تھا۔

اس کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ میدان کی طرف چل پڑتے ہیں، دشمن شیروں کی طرح بپھرے ہوئے ہیں، لڑائی زوروں پر ہے، آپ بھی لڑائی میں شریک

ہو جاتے ہیں، آپ زخموں پر زخم کھائے چلے جا رہے ہیں تقریباً چونتیس تلواروں کے اور بیس تیروں کے زخم آپ کے جسم پر لگے۔

عبداللہ بن حسن نے اپنے چچا حسین پر تلوار کے وار کو روکا تو ان کا دایاں بازو کٹ کر شانہ سے جدا ہو گیا، چچا نے اپنے بھیجتے کو اپنی چھاتی سے لگا لیا اور فرمایا:

''اے بھتیجے اس وقت جو مصیبت تم پر آئی ہے اس پر صبر کرو، اللہ تعالیٰ سے ثواب کے امیدوار ہو، اللہ تعالیٰ تم کو بہت جلد تمہارے صالح باپ داداؤں سے ملا دے گا۔''

اس سے پہلے علی اصغر چھ ماہ کا معصوم ننھا منا پھول جب پیاس کی شدت سے تڑپنے لگا تو آپ اس کو گود میں اٹھا کر دشمنوں کے سامنے لائے اور ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمہیں مجھ سے تو دشمنی ہو سکتی ہے لیکن اس معصوم پھول کے ساتھ تمہاری کیا دشمنی ہے اس کو تو پانی کے چند قطرے دیدو کہ یہ شدت پیاس سے دم توڑ رہا ہے۔''

اس کے جواب میں دشمن کی طرف سے ایک تیر آیا جو اس معصوم پھول کے حلق میں آلگا، اور یہ پھول فوراً ہی مرجھا گیا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر کمال صبر و استقامت کے ساتھ اگر کچھ کیا تو یہ کیا کہ اس معصوم پھول کے خون سے چلو بھر کر آسمان کی طرف اڑایا اور فرمایا:

''اے میرے اللہ! جو مصیبت اس وقت مجھ پر اتری ہے تو اس کو آسان فرما دے، مجھے امید ہے کہ اس معصوم بچے کا خون تیرے نزدیک صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے بچے کے قتل سے تو کم نہیں ہوگا۔''

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا وقت اور بھی قریب آگیا، آپ کا جسم زخموں سے چور چور ہو گیا۔ آپ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑے اور ساتھ ہی یہ کلمات آپ کی زبان سے ادا ہوئے۔

''پروردگار میں تیرے فیصلہ پر صابر اور راضی ہوں، اے میرے پروردگار تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔''

سیدنا حسین رضی اللہ بھی شہید ہو گئے، بہن زینب کو پتہ چلا تو بھائی کے لاشہ پر آتی

Marfat.com

ہیں اور دیکھتی ہیں کہ پورے کا پورا گھرانہ لٹ گیا، کہیں عون اور محمد بیٹوں کے لاشے ہیں، کہیں بھتیجے قاسم، علی اکبر اور علی اصغر کے لاشے ہیں، یہ مسلم بن عقیل کے بیٹوں کے لاشے پڑے ہیں، یہاں مسلم بن عقیل کے بھائیوں کی لاشیں پڑی ہیں۔

الغرض پورا میدان لاشوں سے بھرا ہے، بہتر (۷۲) لاشیں اس خاندان کی ہیں اور اٹھاسی لاشیں یزید کے لشکریوں کی ہیں، میدان کارزار ٹھنڈا ہو گیا۔

دوسرے دن ان لاشوں کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، اس خاندان کی آٹھ خواتین باصفاء جو بچ جاتی ہیں ان کو اونٹوں پر سوار کر کے یزید کے پاس روانہ کر دیا جاتا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سر کاٹ کر ایک بڑے تھال میں رکھ کر جب ابن زیاد کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو وہ بد بخت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ہونٹوں پر اپنی چھڑی مارتا ہے، سیدنا انس رضی اللہ جو کہ پاس ہی تھے، وہ فرماتے ہیں اے ابن زیاد تو ان ہونٹوں کو چھڑیاں مار رہا ہے جن ہونٹوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم چومتے رہے، آپ ان کی زبان اپنے مونہہ میں ڈال کر چوستے رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے، آپ ان کے چہروں پر بوسے دیتے رہے۔

یہ سن کر ابن زیاد آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے کہتا ہے کہ اب تیری بھی خیر نہیں، لیکن اسے جرأت نہیں ہوئی کہ وہ انہیں کوئی نقصان پہنچا سکتا، یہ عظیم بوڑھے صحابی خادم رسول سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے سر ابن زیاد کے حکم سے دمشق پہنچا دیئے گئے، جب یزید کو اس بات کی اطلاع ملی اور تمام حالات سے آگاہ کیا گیا تو اس نے ابن زیاد سے کہا اے ابن زیاد میں نے تجھے ان کے قتل کرنے اور ان کے سر کاٹنے کا حکم تو نہیں دیا تھا، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو میرے پاس آنے دیا جاتا تو ہم خود ہی مل کر معاملہ طے کر لیتے۔

بعد ازاں یزید نے باقی ماندہ خاندان کی عزت و تکریم کی، ان کے کھانے پینے کا انتظام کیا اور پھر تیس سواروں کا ایک دستہ ان کے ہمراہ کر دیا اور اس طرح یہ باقی ماندہ قافلہ

Marfat.com

مکہ، مدینہ پہنچ گیا۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی میدان کربلا کی طرف آتے ہوئے راستہ میں جب ابن سعد اور اس کے لشکر سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اس کے سامنے تین باتیں رکھی تھیں، جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ مجھے یزید کے پاس جانے دیا جائے تاکہ میں اس سے مل کر معاملہ طے کرلوں۔ تو ابن زیاد کو جب اس بات کا علم ہوا کہ اگر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کے پاس جانے دیا گیا تو پھر سبائی تحریک بری طرح ناکام ہوجائے گی، اس لیے اس نے آپ کے پیش کردہ تینوں نکات ماننے سے انکار کردیا، جس کی وجہ سے مجبوراً سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو میدان کارزار میں اترنا پڑا۔

عام آدمی بھی اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ اگر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ لڑائی کے ارادہ سے اپنے سفر کا آغاز کرتے تو ایک تو عورتوں اور بچوں کو ہمراہ نہ لاتے، دوسرا یہ کہ آپ سامان حرب سے لیس ہوکر آتے اور تیسری اور اہم بات یہ کہ آپ ایک معقول فوج کا لشکر لے کر آتے، نہتے نہ آتے، بلکہ ہتھیار بند ہوکر آتے لہٰذا اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ آپ لڑائی کے لیے نہیں بلکہ کوفہ والوں کے خطوط کے مدنظر رکھتے ہوئے یہاں ان کے کہنے پر اور ان کے پاس رہنے کے لیے آئے تھے۔

اسلام کی دشمن قوتیں شروع دن سے ایسی چالیں چلتی آرہی ہیں اور بدقسمتی یہ کہ مسلمان ان کے دام فریب کے دھوکہ میں پھنستے چلے آرہے ہیں، یہ امت مسلمہ کے لیے ایک بہت بڑا المیہ ہے، اللہ اعلم امت مسلمہ اس سے کب آزاد ہوگی؟

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں پانچ شادیاں کیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹوں سے نوازا، ان میں سے دو علی اکبر اور علی اصغر تو میدان کربلا میں ہی آپ کے سامنے شہید کردیئے گئے، البتہ علی اوسط جو کہ علی زین العابدین کے نام سے مشہور ہیں ان کی نسل کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی تین صاحبزادیاں تھیں، جن میں سے فاطمہ بنت حسین اور سکینہ بنت حسین زیادہ مشہور ہیں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے عراق کے مقام کربلا کے میدان میں 61ھ میں شہادت پائی۔

Marfat.com

فاطمہ بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا

مسلمان بچہ ہو یا بوڑھا، مرد ہو یا عورت اس میں ایک جذبہ سب میں یکسر موجود ہوتا ہے اس جذبہ کا نام ہے شوق شہادت۔ اسلام کی ابتدا میں اہل اسلام نے اسلام کی سربلندی اور حفاظت کے لئے اپنا تن من دھن اور سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رکھا پھر وقت کی دھول نے اس رسم شہبازی کے جذبہ کو مدہم کر دیا اور مسلمانوں پر ان کے اپنے ملک کی سرحدیں تنگ کر دی گئیں ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے، ان کی عزت و عصت کو بے دریغ لوٹا گیا۔ ظالموں نے اس امت وحدہ کے جسم پر ایسے ایسے گھناؤنے وار کئے کہ جسد واحد ہونے کے باوجود انہوں نے اپنے بھائی کے درد کو محسوس نہ کیا اور یوں وقت کے فراعین نے اژدھا بن کر امت مسلمہ کو کھانا شروع کر دیا۔ غیر ملکی حکمرانوں نے مضبوط اسلامی حکومت کو اپنی معیشت کے چنگل میں اس طرح پھنسایا کہ ان کو صرف ڈالروں کی جھنکار کے علاوہ کسی شے سے محبت نہیں۔ ان سے ڈالروں کا وعدہ کر کے جس ملک پر دل آئے چڑھائی کی جائے وہ ان کے حملہ پر صداقت کا فتویٰ داغ دیں گے اور ان کی حوصلہ شکنی کر کے اپنے غیر مذہبی اتحاد کی راہ ہموار کر دیں گے۔ اسی طرح کی چال مسلمانوں نے انیسویں صدی کے اختتام پر چلی اور ہسپانیہ وطرابلس جیسی عظیم مسلمان سلطنتوں کو پل بھر میں تاراج کروا دیا، مگر مظلوم مسلمانوں کی صفوں میں ابھی تک شوق شہادت زندہ وجاوید تھا، اس لئے انہوں نے دل وجان سے اپنے وطن کو بچانے کی ناکام کوشش کی۔ اس کوشش میں ایک ننھی منی لڑکی کا کردار بہت شاندار رہا جس نے اپنی جان

Marfat.com

کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مجاہدین کی خوب خدمت کی۔ یہ ننھی منی لڑکی اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد میں اس قدر مگن تھی کہ اس کو اپنی جان کی پرواہ تک نہ تھی۔ برصغیر کے مسلمان بھی اس وقت اپنی آزادی کی جنگ لڑنے میں مگن تھے۔ اس خطہ میں بھی مسلمانوں کو غلامی کا ہار پہنانے میں میر صادق اور میر جعفر کا کردار نمایاں تھا اور جب تک امت مسلمہ کا وجود رہے گا اس کی صفوں میں میر صادق اور میر جعفر کا مذموم کردار موجود رہے گا۔

عام حالات

فاطمہ بنت عبداللہ کا تعلق طرابلس سے تھا۔ وہ ۱۸۹۸ء میں طرابلس کے ایک شہر میں ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئی اور اس کی تربیت ان کی ماں نے خالص اسلامی اصولوں کی بنیاد پر کی جس کی وجہ سے اس کو اسلام سے بہت زیادہ لگاؤ تھا۔ ان کے دِل میں اسلام کی خدمت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

طرابلس میں دہشت گردی

جب اٹلی نے طرابلس پر حملہ کیا تو طرابلس کے مسلمانوں نے اپنے آزادی اور خودمختاری کی حفاظت کے لئے تن دھن قربان کرنے کے جذبہ کے ساتھ میدان جنگ میں کود گئے۔ طرابلس کی حکومت اس وقت زیادہ غریب تھی، ان کے پاس اسلحہ بارود کی کمی تھی جبکہ حملہ آور فوجیں جدید اسلحہ سے لیس۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جب یہود و نصارائی کسی مسئلہ پر مسلمانوں کے خلاف صف آراء ہوتے ہیں تو وہ اپنی تمام باہمی رنجشوں کو بھلا دیتے ہیں اور متحد ہو کر امت مسلمہ کی صفوں کو ادھیڑ ڈالتے ہیں۔ جبکہ مسلمانوں کی صفوں میں میر صادق اور میر جعفران کو آسانی سے مل جاتے ہیں اور وہ میر صادق اور جعفران مسلمانوں کو باہم ایک پلیٹ فارم پر متحد نہیں ہونے دیتے۔ طرابلس کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو۔ اطالیہ کی مضبوط فوجیں طرابلس کی سرحدوں پر دندناتی پھر رہی تھیں۔ جب کہ مسلمان نہتے ہی میدان جنگ میں صف آراء ہو گئے۔

اسلامی لشکر کی سقائی

جو مسلمان دشمن کے خلاف میدان جنگ میں گئے تھے اس کے ہمراہ ایک ننھی منی لڑکی بھی تھی جس کا نام فاطمہ تھا۔ یہ ننھی منی لڑکی جذبہ شہادت سے مامور تھی، اس نے بھی میدان جنگ میں وہی کام کیا جو رسول اللہ ﷺ کے دور میں صحابیات کرام کیا کرتیں تھیں ۔ فاطمہ نے اپنا مشکیزہ سنبھالا اور چشمہ سے پانی بھر بھر کر لاتیں اور زخمیوں کو پلاتیں۔ دشمن کے پاس اسلحہ کی فراوانی تھی، جبکہ مسلمان نہتے تھے اس لئے دشمن نے لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے، مسلمان شہیدوں پر کفن ڈالنے کے لئے کپڑا بھی میسر نہ تھا۔ طرابلس کے تمام مردوزن نہایت بے جگری مقابلہ کرتے اور جام شہادت نوش فرماتے رہے۔ جب تقریباً تمام مسلمان شہید ہو گئے تو فاطمہ بھی اپنا مشکیزہ کندھے پر لگائے دشمن کے ایک گولے کا نشانہ بن گئی اور طرابلس کی مٹی کو اپنے خون سے رنگین کر کے شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو گئی۔ جب فاطمہ نے شہادت پائی تو اس کی عمر صرف چودہ سال تھی۔

قابل فخر کارنامہ

فاطمہ کے شہادت نے تمام امت مسلمہ کے بہادروں کا سر فخر سے بلند کر دیا اور باطل کے ایوانوں میں یہ بات گونجنے لگی کہ مسلمانوں کو ذبح تو کیا جا سکتا ہے مگر ان کے پیدائشی حق سے ان کو محروم نہیں کیا جا سکتا۔ تمام امت مسلمہ نے ان کی شہادت پر انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ برصغیر کے مشہور فلسفی شاعر علامہ اقبال نے بھی ان کو اس انداز میں خراج تحسین پیش کیا:۔

فاطمہ تو آبروئے امت مرحوم ہے
ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت حورِ صحرائی تری قسمت میں تھی
غازیان دین کی سقائی تری قسمت میں تھی

Marfat.com

یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر
ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر
یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یا رب اپنی خاکستر میں تھی
اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں

﴿استفادہ بانگ درا از ڈاکٹر علامہ اقبال، الہلال: ابوالکلام آزاد مدیر کلکتہ نومبر ۱۹۱۲ء﴾ ﴿علم کی روشنی جلد نمبر ۴ شمارہ ۲، ۲۰۰۲ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد﴾

......☆......

Marfat.com

رضیہ سلطانہ

حالات حاضرہ

رضیہ سلطانہ ایک ترک خاتون تھیں جن کو ان کے والد سلطان الدین التمش نے اپنے نااہل بیٹوں کو چھوڑ کر اپنا جانشین مقرر کیا، لیکن التمش کے وفادار درباریوں نے اس کے ایک نااہل بیٹے رکن الدین فیروز کو تخت پر لا بٹھایا، وہ عیش پرست اور کاہل انسان تھا کار جہان بانی سے یکسر غفلت برتتا تھا وہ بلا کا شراب نوش اور برے اخلاق کا مالک تھا اور حکومت کا حقیقی کردار اس کی ماں شاہ ترکان کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے التمس کے ایک بیٹے قطب الدین کو بلا وجہ قتل کروا دیا۔ اس کی بے رحمی سے ارکان سلطنت باغی ہو گئے۔ ملتان کا صوبیدار ملک اعز الدین ایاز سلطنت پر قبضہ کرنے کے لئے دہلی کی طرف بڑھا تو رکن الدین اپنی فوج لے کر بہرام پہنچا۔ امرائے سلطنت اس کا ساتھ چھوڑ کر دہلی واپس آ گئے اور رضیہ سلطانہ کو تخت پر بٹھا دیا اور شاہ ترکان کو قید کر دیا گیا۔ رکن الدین رضیہ سلطانہ کے خلاف جنگ پر آمادہ ہو گیا اور اس طرح دونوں کی فوجوں میں ایک خونخوار جنگ ہوئی اور رکن الدین شکست کھا گیا۔

انداز جہانبانی

رضیہ سلطانہ نے مسلمان خاتون حکمران کی حیثیت سے گو کہ کم عرصہ حکمرانی کی مگر اس نے جتنے دن بھی حکومت کی انتہائی بہادری اور جرأت و جانفشانی سے اپنے دشمنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ رضیہ سلطانہ مردانہ لباس پہن کر تمام جنگی ہتھیار سجا کر میدان جنگ میں

Marfat.com

داخل ہوتی تو کسی کو معلوم نہ ہوسکتا کہ فوجوں کی کمان ایک عورت کر رہی ہے یا کوئی بڑا مرد جرنیل قیادت کے امور نمٹا رہا ہے۔ رضیہ سلطانہ نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنے تجربہ کو بروئے کار لا کر اپنی فوج میں موجود غداروں کو فوراً باہر نکالنے کی کوشش کی، وہ اس کوشش میں قدرے کامیاب بھی ہوئی۔ رضیہ سلطانہ کے دشمن اس کو ایک خاتون خیال کر کے حملہ آور ہوتے مگر اس کی فوجوں کی کارکردگی دیکھ کر ان کو اپنے مونہہ کی کھانا پڑتی تھی۔

رضیہ سلطانہ بڑی زیرک اور تیز فہم تھی، اس نے تمام مخالفین کو کچل ڈالا، اس نے خواجہ مہذب الدین حسین کو وزیر مقرر کیا۔ رضیہ سلطانہ نے اپنی حکومت میں انقلابی تبدیلیاں کیں اور کئی نئے لوگوں کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ رضیہ سلطانہ نے جب ایک حبشی ملک جمال الدین کو یاقوم مہتمم شاہی اصطبل کو امیر الامراء کا خطاب دیا تو ترک امراء پھر بگڑ گئے اور انہوں نے ملک التونیہ، حاکم بھٹنڈہ کی قیادت میں بغاوت کر دی۔ باغی امراء نے یاقوت حبشی کو قتل کر دیا اور باغیوں نے رضیہ سلطانہ کے نوکروں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور ان کو روپیہ پیسہ دے دلا کر اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ کسی بھی طرح ملکہ کو قید کروا دیں، لہٰذا نوکروں نے رضیہ سلطانہ سے غداری اور رضیہ کو قید کروا دیا۔ غداروں اور مخالفین نے مل کر رضیہ کے سوتیلے بھائی بہرام شاہ اور بعد میں معز الدین کو تخت پر بٹھایا۔ رضیہ نے جلد ہی اپنی ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے مخالفین کی قید سے آزادی حاصل کر لی اور تھوڑی سی کاوش کے بعد اس ایک نئی فوج مرتب کر ڈالی اور اپنی اس چھوٹی سے فوج کو لے کر اس نے دہلی پر حملہ کر دیا، اسی دوران ملک اختیار الدین التونیہ نے رضیہ سلطانہ سے شادی کر لی۔ رضیہ سلطانہ نے اپنی حکومت کو بحال کرنے کے لئے دو تین بار دہلی پر حملے کئے مگر اس کی فوج نئی اور کم تربیت یافتہ تھی جو میدان جنگ میں ڈٹ کر نہ لڑ سکی اور شکست کھا گئی۔ ملک التونیہ اور رضیہ سلطانہ دونوں میدان جنگ میں اپنی حکومت کو بچانے کی لئے لڑی جانے والی جنگ میں شہید ہو گئے۔

رضیہ سلطانہ میں وہ تمام صلاحیتیں موجود تھیں جو ایک کامیاب حکمران میں ہونی

Marfat.com

چاہئیں۔ وہ بہادری کا ایک مجسمہ تھی، اپنے خلاف ہونے والی ہر بات کو فوراً بھانپ جاتی اور پہلے سے اس کی کے لئے تادیبی کارروائی تیار کر رکھتی تھی۔ رضیہ سلطانہ ہندوستان کے بادشاہوں کی طرح شکار میں بھی دلچسپی رکھتی تھی اور جب بادشاہ شکار کو جاتا تو اپنے ہمراہ اپنے حرم کی خواتین کو بھی لے جاتے تھے۔ ایک بار جب رضیہ سلطانہ کے والد زندہ تھے تو وہ شکار پر گئے ان کے ہمراہ شاہی حرم کی تمام خواتین تھیں، خواتین بھی بڑی بہادر ہوا کرتیں تھیں، میدان جنگ میں بہادری کے فن دکھاتیں، دوران شکار بادشاہ اپنے قافلہ سے دور چلا گیا تو اس پر ایک خونی شیر نے حملہ کر دیا، بادشاہ مکمل طور پر شیر کے نرغہ میں پھنس چکا تھا مگر اس کے نزدیک اس کی شیر دل بیٹی رضیہ سلطانہ موجود تھی، اس نے اپنے باپ کو مشکل گھڑی میں دیکھا تو وہ اپنی تلوار تھام کر شیر پر حملہ آور ہوئی اور پل بھر میں اس کے دو ٹکڑے کر ڈالے۔ اگر رضیہ سلطانہ ایسا نہ کرتی تو شیر بادشاہ کو مار ڈالتا۔ ﴿تاریخ اکبری﴾

رضیہ سلطانہ نے ہندوستان کی تاریخ میں ایک نئی مثال قائم کی۔ اس کے مخالفین اس کو شکست دینے کے لئے باہر کے حملہ آوروں کو بھی دعوت دیتے کہ وہ ان کے ساتھ مل کر ملکہ کو شکست دے کر خود اپنے مطالبات کو منوا سکیں مگر رضیہ سلطانہ کی حکمت عملیوں کے سامنے ان کی ایک نہ چلتی تھی۔ حملہ آور فوجیں دہلی کے نواح میں پڑی رہتیں اور جب ان کا راشن پانی ختم ہو جاتا تو وہ واپس چلی جاتیں۔ اس طرح کے واقعات نے رضیہ سلطانہ کے رعب وداب میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا۔ رضیہ سلطانہ ایک باکردار اور باحیا خاتون تھیں، انہوں نے اپنے دور حکومت میں بہت سی اسلامی روایات کو رواج دیا۔ اسی لئے لوگ رضیہ سلطانہ کو ایک بڑی خاتون حکمران تسلیم کرتے ہیں۔

......☆......

چاند بی بی

تعارف:

چاند بی بی احمد نگر کے بادشاہ حسین نظام شاہ اور ملکہ خونزہ سلطان کی بیٹی تھی۔۱۵۶۴ء میں چودہ سال کی عمر میں اس کی شادی سلطان آف بیجاپور علی عادل شاہ سے ہوئی' چاند بی بی کی شادی سے دو ہمسایہ ریاستوں کے تعلقات بہتر ہو گئے۔ ان دونوں ریاستوں کے تعلقات ایک عرصہ پہلے بہت زیادہ خراب تھے مگر چاند بی بی کی شادی نے ان تعلقات میں بہتری پیدا کر دی۔ کیونکہ عادل شاہ کی بہن کی شادی چاند بی بی کے بھائی سے ہوئی تھی۔ جب چاند بی بی اپنے خاوند کے گھر آئی تو اس نے محسوس کر لیا کہ اس کے خاوند کا تخت کانٹوں کی سیج ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے خاوند کی ہر معاملہ میں مدد کرنے کو اپنا شعار بنایا۔

چاند بی بی کئی مہمات میں اپنے خاوند کے ہمراہ رہی۔ اس نے میدان جنگ کی سختیاں اور مصائب جھیلے' وہ اس کے ساتھ شکار کرتی اس کو بوقت ضرورت بہت قیمتی مشورے دیتی اور اس کی ہمت بندھاتی تھی۔ اس کے خاوند علی عادل شاہ نے ۱۵۸۰ میں وفات پائی تو اس وقت اس کی عمر اٹھائیس برس تھی اور وہ رزم و بزم کے تمام قواعد سے واقف ہو چکی تھی۔ علی عادل شاہ کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اس لیے اس کے بعد اس کا نو

Marfat.com

سالہ بھتیجا ابراہیم شاہ تخت پر بیٹھا ابراہیم نے عادل شاہ ثانی کا لقب اختیار کیا، لیکن حکومت کا نظم چاند بی بی کے ہاتھوں میں رہا۔ کیونکہ کی عمر ابھی بہت کم تھی۔ اس وقت کمال خان نائب السلطنت مقرر ہوا تھا اس نے ایک دن خیال کیا کہ کیوں نہ ننھے بادشاہ کو ختم کر کے تمام حکومت پر قبضہ کر لے۔ لہٰذا اس نے ایک دن اس کام کو سرانجام دین لئے مقرر کیا اور ادھر چاند بی بی کو بھی کامل خان کی نیت بد کا علم ہوگیا اس نے بھی اس کو ٹھکانے لگانے کے لئے موقع تلاش کرنا شروع کر دیا۔ ایک دن کمال خان جب اپنے محل میں تھا تو چاند بی بی کی طرف سے یوسف خان اس کے پاس پہنچا۔ یوسف خان کے پاس ایک خنجر تھا۔ اس نے اس خنجر سے کمال خان پر بھرپور وار کیا اور اس کو ختم کر دیا۔ حفاظتی دستہ نے یوسف خان کو بھی پکڑ اور اس کو بھی ختم کر دیا۔ کمال خان کی ماں نے نہائت بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کمال کے بیٹے صفدر کو کہا کہ وہ حوصلہ سے کام لے اور ابھی عادل شاہ اور اس کی نگران کو قتل کر کے فوراً تخت پر بیٹھ جائے کیونکہ یہ ایک بہت اچھا موقع ہے۔ صفدر خان نے اپنی دادی کی بات مان لی اور عادل شاہ کو قتل کرنے کے لئے اپنی فوج کے لے کر نکل کھڑا ہوا۔

ادھر چاند بی بی بھی اس کا استقبال کرنے کے لئے تیار تھی اس نے اپنی تمام فوج کو اکٹھا کیا اور کہا کہ کمال خان، اسماعیل شاہ ختم کر کے خود تخت پر بیٹھنا چاہتا ہے جبکہ تخت اس کے باپ عادل شاہ کا ہے۔ اس نے مزید کہا کہ جو کمال خان کا ساتھی ہے وہ نکل جائے اور جو میرا ساتھی ہے وہ یہاں رہ جائے یہ سن کر کافی فوجی کمال شاہ کے حامی بن کر نکل گئے اس کا اس کو یہ فائدہ ہوا کہ محل غداروں سے خالی ہوگیا۔ یوں دوطرفہ لڑائی شروع ہوگئی اور چاند بی بی قلعہ بند ہوگئی اور اوپر سے ان پر تیروں اور بارود کی بارش کرتی رہی۔ چاند بی بی نے اپنی ایک چال چلی جس کو صفدر خان نہ سمجھ سکا اور ناکام و نامراد مارا

Marfat.com

گیا۔﴿تاریخ فرشتہ﴾

چاند بی بی کی شجاعت اور بہادری ایک بار اس موقعہ پر سامنے آئی جب برابر بیدر اور گولکنڈاہ متحدہ فوجوں نے بیجاپور کے دارلحکومت پر حملہ کر دیا۔ چاند بی بی دشمنوں کی اس صف آرائی سے ذرہ برابر بھی خوفزدہ نہ ہوئی اور جتنے دن تک محاصرہ رہا برابر ایک مورچہ سے دوسرے مورچہ تک جاتی رہی آتی یہاں تک کہ ایک موقعہ پر جب کہ بارش بہت تیزی سے ہو رہی تھی اور ایک جگہ فصیل میں شگاف پڑ گیا تھا۔ لیکن چاند بی بی وہاں سے اس وقت ہی جب وہ شگاف پر ہو گیا۔ علاوہ ازیں وہ ایک بہادر سپاہی کی طرح ڈٹی رہی۔

جب ابراہیم عادل شاہ کی ہمشیرہ کا نکاح احمد نگر کے شاہزادہ میراں حسین سے ہوا تو اس وقت ہی چاند بی بی کو اپنے وطن میں آنا نصیب ہوا کیونکہ رخصتی کے بعد سے اس کی سلطنت کے حالات اور انتظامات کچھ اتنے بگڑ گئے تھے کہ وہاں سے قدم بھی باہر رکھنا بہت مشکل تھا۔ ان دنوں احمد نگر کی حالت بہت دگرگوں تھی اب احمد نگر اور بیجاپور کے مابین اختلافات ایک بار پھر گرم ہو گئے اور اس کے علاوہ احمد نگر کے اندرونی حالات بھی بہت حد تک بدل ہو چکے تھے۔

چاند بی بی نے ان دونوں ریاستوں کے درمیان تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش کی مگر وہ ناکام رہی اور حالات پہلے سے کچھ زیادہ بگڑ گئے۔ ابراہیم شاہ کے انتقال کے بعد احمد نگر کے تخت کے دو عہدیدار تھے۔ ان میں ایک تو ابراہیم کا لڑکا بہادر اور دوسرا احمد تھا جو نظام شاہ کے ایک بھائی کا پوتا تھا۔ چاند بی بی بہادر کی طرف دار تھی۔ اس نے پوری قوت کے ساتھ اس کی حمایت کی لیکن میاں منجو جو احمد کا طرف دار تھا اس نے ایک غیر

معمولی نقصان دہ قدم اٹھایا اس نے شہنشاہ اکبر کے لڑکے مراد کو جو کہ اس وقت گجرات کا حاکم تھا احمد نگر پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ مراد نے فوراً اس دعوت کو قبول کیا اور احمد نگر پر حملہ کے لئے چڑھ دوڑا۔ ادھر چاند بی بی نے بہادر کے جائز وارث تاج وتخت ہونے کا اعلان کر دیا اور گولکنڈا اور بیجاپور والوں سے مدد طلب کی۔ مغلوں نے احمد نگر کا دو مرتبہ محاصرہ کیا جو دکن کی پوری تاریخ میں سب سے ہیجان انگیز واقعات میں سے ہے۔

مراد کو ان تمام باتوں علم تھا اور اس کا نظام رسل و رسائل بڑا مضبوط تھا اس کو معلوم تھا کہ حکمران طبقہ میں انتشار تو ہے مگر اس کو کامیابی نصیب نہ ہو سکی۔ چاند بی بی نے اس مشکل محاصرہ میں وہ بہادرانہ کام سرانجام دئے جن کو مرد حکمران بھی کرنے سے عاجز ہو جاتے۔ چنانچہ مراد نے چاند بی بی کی بہادری کو دیکھتے ہوئے اسے سلطان تسلیم کر لیا۔ ان کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ دکن کی پانچ ریاستوں میں سے صرف ایک ریاست کو مغلوں نے شاہی لقب استعمال کرنے کی اجازت دی۔

اس طرح ان کے درمیان ایک عہد نامہ طے ہوا اس طرح کہ کچھ علاقہ مغلوں کو منتقل کر دیا جائے گا۔ احمد نگر کی مکمل آزادی خود مختاری تسلیم کر لی گئی۔ اس معاہدہ کی وجہ سے کچھ عرصہ کے لئے حالات پرسکون رہے لیکن داخلی امن کچھ زیادہ دنوں تک نہ رہ سکا۔ جو لوگ چاند بی بی کے مخالف تھے انہوں اب مغل شہزادوں میں سے جن میں دانیا بھی تھا، اس کو اپنی مدد کیلئے بلا لیا۔ چاند بی بی سلطان نے بھی دوبارہ گولکنڈہ اور بیجاپور سے مدد طلب کی لیکن اس دفعہ یہ اتحاد کامیاب نہ رہ سکا اور ۱۵۹۲ میں سونی پت کے میدان میں چاند بی بی اور اس کے اتحادیوں کو شکست ہوئی۔ چاند بی بی کو اس کے مخالف گروہ نے جس کی قیادت حمید خان کے ہاتھ میں تھی شہر کے اوباشوں کے ساتھ مل کر محل

Marfat.com

کے اس حصہ پر حملہ کردیا جہاں اس کی قیام گاہ تھی اور ملکہ کو نہایت سفا کی کے ساتھ شہید کردیا۔﴿اسلامی انسائیکلو پیڈیا جلد دوم۔از سید قاسم محمود ص ۷۶۹،۷۷۰﴾

......☆......

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کے ساتھ برتاؤ

دنیا میں عورت ایک ایسی ذات ہے جس کو سب سے زیادہ ذلت برداشت کرنا پڑی ہے۔ یہ عورت کے ساتھ زیادتی ہی تھی کہ کوئی بڑی شخصیت عورت کے حقوق کی طرف توجہ ہی نہیں دیتی تھی۔ اسلام دنیا کا سب سے بڑا اور آخری مذہب ہے جس نے ان خواتین کو احترام کی نگاہ سے دیکھا۔ یہ وہ مذہب ہے جس نے عورتوں کی حق رسی کی۔ اور مردوں کے برابر قدر و منزلت دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک عورتوں کے ساتھ بہت مثالی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں عورتوں کا خاص خیال رکھتے تھے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم سے عارضی طور پر دوری اختیار کر لی تھی۔ تو اس معاملہ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک قول نقل فرماتے ہیں کہ ہم لوگ عورتوں کے ساتھ بالکل اچھا سلوک نہیں کرتے تھے البتہ مدینہ میں پھر بھی عورت کو اچھی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا مگر یہ قدر بہت کم تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو برابر حقوق دینے کے لئے متعدد احکامات فرمائے، آپ کے دربار میں ہر وقت مردوں کا رش رہا کرتا تھا اور خواتین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پند و نصائح حاصل کرنے اور مسائل کو سمجھنے کا موقع نہیں ملتا تھا، چنانچہ چند نمائندہ خواتین نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی کہ ہم مردوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتیں، اس لئے آپ ہم

Marfat.com

عورتوں کے لئے ایک مخصوص دن مقرر فرمائیں۔جس دن ہم آپ کی خدمت میں آ کر نصیحتیں سیکھ سکیں؟ رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس درخواست کو قبول فرمایا اور عورتوں کے لئے ایک دن مقرر فرمایا۔

سیدہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے خاص خادم تھے ان کی خالہ کا نام سیدہ ام احرام رضی اللہ عنہا تھا۔جو رضاعت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی بھی خالہ تھیں۔جب آپ قبا تشریف لے جاتے تو خالہ کے یہاں ضرور جاتے تھے۔وہ اکثر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کرتیں اور آپ تناول فرماتے اگر آپ سو جاتے تو آپ کے بالوں سے جوئیں نکالتی۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ماں سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کو نہایت محبت تھی آپ اکثر ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔وہ بچھونا بچھا دیتیں۔آپ اس پر آرام فرماتے اور جب سو کر اٹھتے تو وہ آپ کا پسینہ ایک شیشی میں جمع کر لیتیں،مرتے وقت انہوں وصیت فرمائی کہ کفن میں حنوط ملایا جائے تو عرق گلاب کے ساتھ اس پسینہ کو بھی ملایا جائے۔

ایک بار سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ملیکہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی دعوت کی۔کھانا انہوں نے خود ہی تیار کیا۔رسول اللہ ﷺ نے کھانا تناول فرمایا اور پھر فرمایا کہ آؤ میں تم کو نماز پڑھاؤں،گھر میں صرف ایک چٹائی تھی اور وہ بھی پرانی ہو کر سیاہ ہو گئی تھی۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے پہلے اس کو پانی سے دھویا اور پھر نماز کے لئے بچھایا۔رسول اللہ ﷺ نے امامت کروائی،سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کی دادی اور کئی غلام صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔آپ نے یہاں دو رکعت نماز کی امامت کروائی۔

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا جو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں، انکا نکاح سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا، جب یہ مدینہ میں آئیں تو اس وقت سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی یہ حالت تھی کہ ایک گھوڑے کے سوا اور کچھ نہ تھا، سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا خود ہی اس گھوڑے کی خدمت کیا کرتیں۔ پھر ایک دن سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک خادم بھیجا جو گھوڑے کی خدمت کیا کرتا تھا، اس طرح سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کو اس گھوڑے کی خدمت سے نجات مل گئی۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند قرابت دار خواتین تشریف فرما تھیں کہ اتنے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی کہیں سے تشریف لے آئے تو تمام عورتیں اٹھ کر چل دیں، خواتین کا یہ عمل دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول آپ کیوں مسکرائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو تمہارے آنے سے یہ خواتین چلی گئیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ اپنی جان کی دشمنوں مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں، سب نے کہا ہاں کیونکہ تم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں سخت مزاج ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن گھر میں تشریف فرما تھے کہ کہ چند لڑکیاں آئیں اور گانا شروع کر دیا۔ اتنے میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور انہوں نے تمام لڑکیوں سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے ہیں اور تم گا رہی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو گانے دو آج ان کی عید کا دن ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کی خواتین بہت دلیر تھیں وہ بڑی ہمت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل پوچھا کرتیں، ان کی بہادری کو دیکھ کر مردوں کو حیرت ہوتی تھی مگر ان کا دل تو نرم ہی ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خاطر داری کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے۔

Marfat.com

ایک مرتبہ آپ ﷺ ایک سفر پر جا رہے تھے کہ آپ کے ہمراہ ازواج مطہرات اور چند دوسری خواتین بھی تھیں، ایک حبشی حدی خواں اونٹوں کی رفتار تیز کرنے کے لئے ان کے سامنے حدی گا رہا تھا، اونٹ زیادہ تیز چلنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا، انجشہ (حدی خوان کا نام) دیکھنا شیشے (خواتین) ٹوٹنے نہ پائیں۔ ﴿سیرت النبی ﷺ جلد دوم﴾

......☆......

Marfat.com

عورتوں کا دینی جذبہ

اسلام ایک ایسا دین متین ہے جو نہ صرف اپنے مردوں کی اس لحاظ سے تربیت کرتا ہے کہ وہ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جائیں بلکہ وہ اپنے بچوں اور عورتوں کو بھی اس مشن میں کسی کا محتاج نہیں چھوڑتا۔ دراصل اسلام کی ترویج میں عورتوں کا بہت زیادہ ہاتھ ہے کیونکہ عورت ہی کسی بھی بچے کا پہلا مدرسہ ہوتی ہے۔ اور یہ سراسر ان کے والدین کا ہمت ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ایک بہتر تربیت اور تعلیم کا ماحول دیں۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جس گھر کی خاتون اگر نیک سیرت اور نیک خو ہے تو اس گھر کے مرد اور ننھے بچے جنہوں نے مستقبل کی بنیاد رکھنی ہے پر بہت اچھا اثر ہوگا۔ اگر ان ننھے بچوں کی ماں نماز کی پابند ہے تو لامحالہ اس کی اولاد بھی نماز کی پابند ہوگی حقیقت تو یہ ہے کہ عورت وہ واحد جنس ہے جس کی نیک نیتی اور خلوص کا اثر براہ راست اس کی اولاد پر ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم) کو اپنی عورتوں کو تعلیم دینے کا ذمہ دار بنایا تھا۔ اس لئے وہ اپنی عورتوں کی خصوصی تربیت کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ اگر آج ہم بھی اس بات کی ضرورت محسوس کریں کہ ہماری عورتیں بھی اسلام کے زریں اصولوں کے پابند ہوں تو ہمیں چاہئے کہ ہم ان کے سامنے نمونہ پیش کریں تو ہمیں ان

Marfat.com

کے سامنے اچھی عادتوں کا اہتمام کرنا ہوگا، دین پر چلنا ہوگا، قرآن کے اصولوں کو اس کے سامنے رکھنا ہوگا اوران کو بھی اس بات کا پابند بنانا ہوگا کہ اگر وہ اسلام پر پوری طرح کاربند ہوں گی تو ان کے بچے بھی اسلام پر ٹھیک انداز سے عمل پیرا ہوں گے۔

اسلام نے اپنی عورتوں کو اسلام پر پورے کا پورا کاربند ہونے کا حکم دیا ہے۔ ان کی چند مثالیں حاضر خدمت ہیں:۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ بنت رسول ﷺ اپنے گھر کا کام خود کیا کرتیں تھیں۔ چکی پینے کی وجہ سے انکے ہاتھوں پر بہت زیادہ نشان بن گئے تھے' پانی کی مشک خود بھر کر لاتیں جس کی وجہ سے سینہ پر مشکیزہ کے نشانات پڑ گئے تھے۔ گھر کی جھاڑو وغیرہ خود ہی کرتیں جس کیوجہ سے ان کے کپڑے میلے رہتے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بہت سے غلام اور باندیاں آئیں، تو انہوں نے خیال کیا کہ میں ابو کے پاس جاتی ہوں اور وہاں سے کوئی غلام اور باندی لے آؤں گی۔ جب یہ رسول اللہ کی خدمت میں گئیں تو وہاں مجمع تھا۔ باعث شرم انہوں نے باپ سے کوئی بات نہ کی اورو واپس گھر آ گئیں۔

رسول اللہ ﷺ اگلے دن خود سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ گئے اور پوچھا کہ تم میرے پاس کیوں آئی تھی۔ مارے شرم کے اب بھی انہوں نے کوئی بات نہ کی اور اپنے ہاتھوں کے گٹے ان کو دکھائے کہ یہ چکی کے پینے کی وجہ سے ہو گئے ہیں۔ مشکیزہ کی وجہ سے سینے پر رسی کے نشان پڑ گئے ہیں۔ ہر وقت کام کرنے کی وجہ سے میرے کپڑے میلے رہتے ہیں اور کل مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ ﷺ کے پاس کچھ خادم آئے ہیں اس لئے میں نے خیال کیا کہ آپ ﷺ سے کچھ مانگ لوں۔

بعض روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ ابا حضور میرے اور علی کے پاس ایک ہی بستر ہے وہ بھی بھیڑ کے بچے کی کھال کا ہے۔ دن کو اس پر اونٹنی کے لئے گھاس دانا ڈالتے ہیں اور رات کو اسی کو علی کے لئے سیدھا کر دیتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیٹی صبر کر، موسیٰ علیہ السلام کے پاس دس سال تک ایک ہی بستر تھا وہ بھی ان کا چوغہ تھا جس کو وہ رات کو بچھا لیتے اور دن کو پہن لیتے تھے۔ بیٹی صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اپنے پرودگار کیلئے نماز ادا کرو اور جب رات کو سونے لگو تو ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد اللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو، یہ خادم سے زیادہ اچھی چیز ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میں اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ سے راضی ہوں۔ ﴿ابوداؤد﴾

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ سخی تھیں آپ کے پاس جو بھی مال ہوتا آپ اس کو فوراً اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتیں۔ ایک بار آپ کی خدمت میں دو لاکھ درہم پیش کئے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسی دن ان کو روزہ افطار کرنے سے پہلے ہی لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر اپنی خادمہ سے کہا کہ اب افطاری کا سامان لے آؤ۔ خادمہ ایک روٹی کا ٹکڑا اور زیتون کا تیل لے آئی۔ تو آپ نے فرمایا کیا ہی اچھا ہوتا کہ ایک درہم کا گوشت لے آتے اور آج ہم گوشت سے روزہ افطار کرتے؟ خادمہ نے کہا کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ پہلے فرماتیں تو میں لے آتی اب طعن کرنے کا کیا فائدہ۔

آپ کی سخاوت کو دیکھ کر آپ کے بھانجے سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ آپ کی فیاضی سے خوش نہیں تھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ خالہ کے ہاتھ کو ایسا کرنے سے روکا جائے۔ آپ کے بہت لاڈلے تھے کیونکہ خالہ رضی اللہ عنہ نے ہی آپ کو پالا تھا۔ خالہ رضی اللہ عنہ کے پاس جو آتا وہ اس کو فوراً لوگوں پر خرچ کر دیتیں۔ ایک دن بھانجے نے

Marfat.com

کہا کہ خالہ رضی اللہ عنہ کو اپنا ہاتھ کچھ روکنا چاہیے۔ یہ بات خالہ رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئی تو وہ ان سے ناراض ہو گئیں اور ان سے باتیں کرنا ترک کر دیں۔ سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو خالہ رضی اللہ عنہ کی ناراضگی کا بہت صدمہ ہوا۔ انہوں نے لاکھ کوشش کی کہ خالہ رضی اللہ عنہ کو راضی کیا جائے مگر خالہ رضی اللہ عنہ راضی نہ ہوئیں۔ پھر سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ننھیال کے دو رشتہ داروں کو خالہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سفارش کے لئے لے آئے دونوں رشتہ دار پردہ کے باہر بیٹھ کر خالہ سے گفتگو کرنے لگے اور خالہ پردے کے اندر سے باتیں کرنے لگیں۔ انہوں نے کافی منت سماجت کی مگر خالہ رضی اللہ عنہ تھیں کہ اپنی قسم پر اڑی ہوئیں تھیں۔ سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ فوراً پردے کے پیچھے خالہ رضی اللہ عنہ کی گود میں جا کر بیٹھ گئے اور بہت روئے خالہ کی خوب خوش آمد کی اور رشتہ داروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی احادیث کا حوالہ بھی دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مسلمان سے ناراض ہونے کے بارے میں منع فرمایا تھا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے تین دن سے زائد دن ناراض نہ رہے۔ چنانچہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی تاب نہ لا کر رونے لگیں اور بھانجے کو معاف کر دیا۔ ﴿بخاری شریف﴾

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح سے پہلے سیدہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں ان دونوں میں بڑا پیار تھا۔ ایک دن سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ جو عورت اپنے شوہر کے وصال کے بعد دوسرا نکاح نہ کرے تو اگر دونوں میاں بیوی جنتی ہوں تو جنت میں بھی مرد کو وہی بیوی ملے گی۔ اسی طرح اگر مرد دوسری عورت سے نکاح نہ کرے تو وہی عورت اس کو جنت میں ملے گی۔ دونوں میاں بیوی نے آپس میں مشورہ کیا کہ آؤ ہم عہد کر لیں کہ جو پہلے مر جائے وہ دوسری شادی نہ کرے۔ سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تم میرا کہا مان لوگی۔ انہوں نے کہا کہ

Marfat.com

ہاں مان لوں گی۔تو سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہاہ تم میری وفات کے بعد دوسرا نکاح کر لینا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ ان کو میرے بعد دوسرا شوہر جو ملے وہ مجھ سے بہتر ملے۔ پھر اللہ تعالی کے حکم سے سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گیا اور سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی دعا پوری ہوگئی۔عورت مرد کے بارہ میں اگر عورت دوسرے خاوند سے نکاح کر لے تو اس سلسلہ میں دو احادیث ہیں۔ایک تو یہ ہے کہ وہ دوسرے میاں کو ملے گی۔اور دوسری اس طرح ہے کہ اس کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ جس کیساتھ جانا چاہے چلی جائے یہ دوسری حدیث زیادہ مشہور ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جن عورتوں کے دونوں خاوند برابر ہوں ان کے حق میں پہلی حدیث ہوگی اور اس بارے میں بھی روایات مختلف ہیں کہ ہر مرد کو کتنی بیویاں ملیں گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مردوں کو تو جہاد میں شامل ہونے کا شوق تھا ہی مگر بچوں اور عورتوں کا یہ شوق بھی بہت ہی زیادہ عروج پر تھا۔عورتوں کو جہاں موقع ملتا وہ اپنی خدمات لے کر پیش ہو جاتیں۔

سیدنا ام سلیم رضی اللہ عنہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ تھیں جو اپنے پہلے شوہر یعنی سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے والد کی وفات کے بعد بیوہ ہو گئی تھیں اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی پرورش کی وجہ سے کچھ عرصہ نکاح نہ کیا۔اس کے بعد سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا جن سے ایک صاحبزدہ پیدا ہوا جس کا نام ابوعمیر رضی اللہ عنہ تھا۔ابوعمیر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ محبت تھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ان کے گھر تشریف لے جاتے تو ابوعمیر سے خوب ہنسی کرتے تھے۔

ایک دن جب سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر پر نہ تھے تو اتفاق سے ابوعمیر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا، سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے کو نہلایا دھلایا اور کفن دے کر چارپائی پر لٹا دیا۔ ابوطلحہ گھر آئے تو ان کا روزہ تھا۔ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہ نے شوہر کے روزہ کی افطاری تیار کی۔ جب شوہر نے پوچھا کہ بیٹا کیسا ہے تو جواب ملا کہ اب ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ آرام سے سکون کی نیند سو رہا ہے۔ شوہر نے آرام سے روزہ افطار کیا نماز ادا کی اور سو گئے۔

رات کو بیوی سے صحبت بھی کی۔ جب صبح کو اٹھنے لگے تو بیوی نے کہا کہ ایک بات دریافت کرنا تھی وہ یہ کہ اگر کوئی کسی سے کوئی چیز مانگے، وہ چیز اس کو مل جائے، تو اب اگر وہ اس کی واپسی کا تقاضا کرے تو اس کو کیا واپس کر دینا چاہئے شوہر نے کہا کہ بے شک اس کو تو واپس کرنا چاہئے؟ بیوی نے کہا ہمیں بیٹا اللہ نے دیا تھا اور اب وہ خود اللہ نے ہی واپس لے لیا ہے۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو اس کا بڑا رنج ہوا اور انہوں نے کہا کہ تم نے مجھے پہلے کیوں نہ خبر دی، سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا کر اس واقعہ کو پیش کیا تو رسول اللہ ﷺ ان اس کے حق میں دعائے برکت کی۔ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کی دعا میں برکت دیکھی کہ اس رات کے حمل سے عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور آگے ان کے نو بیٹے پیدا ہوئے۔ اور سب نے قرآن پاک حفظ کیا۔

بنو قریظہ اور یہود کے دیگر قبائل جو ابھی تک مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ پر قائم تھے اب عہد شکنی کر کے کفار کا ساتھ دے رہے تھے۔ آپ ﷺ نے سیدنا خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ کو ان مکروہ قبائل کے حالات معلوم کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ سیدنا خوات

Marfat.com

بن جبیر رضی اللہ عنہ نے اطلاع دی کہ وہ غدار ہو چکے ہیں اور کفار ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں۔ آپ ﷺ نے سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو بھی غداروں کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا تاکہ دیکھا جائے کہ ان کے رویہ میں کچھ کمی آئی ہے کہ نہیں سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام رضی اللہ عنہ نے بھی اطلاع دی کہ گمراہ اپنی ہٹ دھرمی پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ تو آپ ﷺ ان کے حملہ کے خطرے کی وجہ سے بچوں اور عورتوں کو قلعوں میں بھیج دیا اور ان کی حفاظت کے لیے سیدنا سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ کو دو سو آدمیوں کے ساتھ متعین فرمایا کہ ادھر سے حملہ نہ ہونے پائے۔

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں انہوں نے ابتدا میں ہی اسلام کی دولت حاصل کر لی۔ ایک دن سیدنا اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے اونٹ کے لئے گٹھلیاں جمع کر کے لا رہی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ادھر آ نکلے۔ جب آپ ﷺ نے سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو اپنے اونٹ کو لے کر اس طرف آئے تا کہ وہ اونٹ پر اپنا بوجھ رکھ دیں، لیکن پھر آپ نے خیال کیا کہ ان کا شوہر بہت زیادہ غیرت مند ہے لہٰذا سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے بھی اپنا بوجھ اونٹ پر نہ رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے واپس آ کر ان کے شوہر سے اس بات کا تذکرہ کیا تو شوہر نے کہا کہ خدا کی قسم تمہارا گٹھلیاں سر پر رکھ کر لانا میرے لئے اس سے بہت زیادہ گراں ہے مگر مجبوری ہے کہ جہاد بھی لازمی ہے اور اس کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک خادم ان کو دے دیا۔

سیدنا ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہ ایک انصاریہ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اکثر لڑائیوں میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شرکت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ زخمیوں کی مرہم پٹی

Marfat.com

کرنے کے فن میں طاق تھیں۔

ہجرت کے بعد آپ کی شادی ہوئی اور آپ وہ خوش قسمت ہیں جن کی شادی میں رسول اللہ ﷺ خود بنفس نفیس شریک ہوئے۔ جب آپ ﷺ شادی والے گھر گئے تو لڑکیاں گیت گا رہی تھیں جس میں وہ مسلمانوں کے جنگی کارناموں کا ذکر کر رہی تھیں۔ پھر انہوں نے ایک فقرہ دہرایا کہ ''وفینا نبی یعلم ما فی غد'' یعنی کہ ہم میں جو نبی پاک ہیں وہ آنے والی باتوں کو بھی جانتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مصرعہ کے پڑھنے کو منع فرمایا کیونکہ آئندہ کے حالات تو اللہ تعالی ہی جانتا ہے۔

سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کے والد سیدنا معوذ رضی اللہ عنہ نے فرعون امت ابو جہل کو جہنم رسید کیا تھا۔ ایک عورت جس کا نام اسماء تھا وہ عطر بیچا کرتی تھی۔ وہ ایک دن آپ کے گھر آئی اور کہا کہ تم عرب کے سردار ابو جہل کے قاتل کی بیٹی ہو۔ سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کو یہ جملہ بہت ناگوار گذرا اور انہوں نے فرمایا کہ میں اپنے غلام کے قاتل کی بیٹی ہوں۔ اسماء نے جب ابو جہل کے نام کے ساتھ غلام کا لفظ سنا تو اسے غصہ آ گیا اور کہنے لگی کہ مجھے حرام ہے کہ میں تجھے عطر بیچوں۔ سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مجھے بھی حرام ہے کہ میں تیرا عطر خریدوں، میں نے تیرے عطر سے زیادہ کسی گندگی کی بدبو نہیں سونگھی۔

......☆......

Marfat.com

تقدیر کے قاضی کا فتویٰ

آج کی اخبار پر نظر پڑی تو خبر تھی کہ مقبوضہ کشمیر میں دس بے گناہ نہتے کشمیری نوجوانوں کو اندھا دھند فائرنگ کر کے شہید کر دیا گیا ہے۔ غم والم، حزن وملال کے جذبات کے ساتھ دوسری خبر کی جانب نظر اٹھی تو کیا دیکھتا ہوں عراقی شہر فلوجہ میں دو سو بے گناہ شہریوں کو بموں سے بھون کر مسلمان ہونے کی سزا دے دی گئی ہے۔ اچانک میرے چشم تصور نے ہنستے، بستے مسکراتے افغانستان کو کھنڈرات بنتے دیکھا، عورتوں بچوں کی خون میں لت پت ادھ جلی لاشوں کو دیکھا تو میری روح کانپ کر وہاں سے بھاگی اور جا کر فلسطین میں سکھ کا سانس لینے کی کوشش کی تو میں نے دیکھا وہاں ایک ننھے غلیل بردار بچے کو آہنی ٹینک سے مسلح قابض دشمن نے دیوہیکل گولوں کا نشانہ بنا ڈالا۔ ایک دوسرے دس سالہ بچے کو اسی ٹینک نے کچل کر اپنا حق مانگنے کے جرم میں خاک وخون میں نہال کر دیا۔ میں یہاں کے معزز و محترم مقام قبلہ اول سے نکل کر کسی سرسبز اور شاداب ملک میں جانے کا ارادہ کیا۔

لیکن یہ کیا...... یہاں کا منظر تو پہلے سے کہیں زیادہ وحشت ناک اور خطرناک تھا۔ میں نے محو حیرت لوگوں سے پوچھا کہ یہ کونسا ملک ہے؟ جواب ملا یہ تو بوسینیا ہرزیگوینا ہے، یہ لبنان ہے، یہ فلسطین ہے، یہ چیچنیا ہے۔ یہاں ہزاروں مسلمانوں کی بے گوروں کفن لاشیں ایک ہی گڑھے میں پڑی اپنی بے بسی کا نوحہ کر رہی تھیں۔ میں نے یہاں سے خوفزدہ ہو کر گوانتانا موبے کے پر کیف جزیرے میں جانے کا ارادہ کیا۔ ارے یہ کیا......؟ یہاں تو ہزاروں مسلمانوں کو قیدی بنا کر رکھا ہوا ہے۔ ان کا جرم اپنے وطن کو

Marfat.com

آزاد کرانے کی کاوش تھا۔ ان سے انسانی حقوق کے بانگ دعوے کرنے والے ٹھیکیداروں نے ان سے جینے کا حق بھی چھین لیا ہے۔ ان کے ساتھ حیوان سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک اللہ کے نام لیوا ہیں۔ ان میں اکثر قیدیوں کو ان کے ممالک کے نام نہاد حکمرانوں نے گڈ گورنس کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے لئے عالمی غنڈوں کے حوالے کیا تھا۔ پھر میں یہاں سے تنگ آ کر ایک اور اسلامی ملک میں چلا گیا۔ ارے...... یہ کیا...... ''ہر طرف لاشوں کا انبار، کھوپڑیوں کے مینار، فریاد و فغاں کی صدائیں، خرمن امن خاکستر، خالی گودیں، بے آنچل سر، خزاں کے جھونکوں کی صرصر سے مرجھائے بازیچۂ اطفال کے گلاب، زمین آتش زار اور فلک آتش بار ہے''۔ کہ دل دھڑکنا چھوڑ دیں نہ صرف آنکھوں بلکہ جسم کے ہر مسام سے اشکوں کا سمندر امنڈ آئے، انسانیت کی پلکیں خود کے خاکی ہونے پر بارِ ندامت سے بوجھل ہو جائیں کیونکہ بازارِ کشت و خون میں جسم و جاں کی ارزانی ہے، نفرتوں کی گرم بازاری ہے، محبتوں کی قحط سالی ہے، برائی سوچی جا رہی ہے اور برا چاہا جا رہا ہے، امن و جنگ اور نفرت و محبت نے اپنے ناموں کا آپس میں تبادلہ کر لیا ہے، دنیا جنگ کی تباہی سے دوچار ہے، انسانیت حرب و فتن کے دوراہے پر کھڑی اپنے بختِ بد پر زار و قطار رو رہی ہے۔ ایک طرف قدیم ظلمتیں ہمارے گرد محیط ہیں اور دوسری طرف جدید دور کی تاریکیاں ہم پر مسلط ہیں۔ ذہنی لحاظ سے ہم جہالت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ معاشی لحاظ سے مفلوک الحالی میں مبتلا ہیں۔ ثقافتی لحاظ سے دوسروں کے بھکاری ہیں اور بین الاقوامی حیثیت سے ہم دونوں بلاکوں کے لئے ستا شکار بن گئے ہیں یہ ہے جہاد اور انسانی حقوق سے منحرف ہونے کی سزا جسے ہم بھگت رہے ہیں۔

پھر یہاں سے گھبرا کر میں نے کہیں اور جانے کی کوشش میں ایران کی اسلامی ریاست کے اوپر سے پرواز کرنے کی کوشش تو مستقبل کے بارود سے جلی ہوئی انسانی گوشت کی بدبو نے میرے نتھوں میں ٹکرا کر مجھے مدہوش کر دیا۔ میں نے گھبرا کر آسمان کی طرف دیکھا اور ضمیر سے سوال کیا۔ اے ضمیر...... کیا ہمارے پروردگار نے مسلمانوں پر

Marfat.com

جرم ضعیفی کی سزا کا فتویٰ تو نہیں لگا دیا گیا۔

ضمیر نے کرتنگ آکر مجھے جواب دیا کہ ارے تو کس جرم ضعیفی کی بات کرتا ہے۔ اسلامی حکومتوں نے جب سے قرآن پرستی کو چھوڑا ہے تو مسلم ممالک میں چراغ چراغ تلے اندھیرا ہے۔ بہار بہار خزاں ہے، سمندر سمندر تشنگی ہے۔ پہاڑ پہاڑ پستی ہے۔ راحت راحت کلفت ہے۔ یوں لگتا ہے کہ اندھیروں کے مکیں...... ہیں پستیاں ہمارا مقدر ہیں۔ ذلتیں ہمارا اثاثہ ہیں۔ مصیبتیں ہمارا سرمایہ ہیں۔ تو علامہ اقبال کی روح تڑپ اٹھی اور اس نے مجھ سے کہا!

فطرت افراد سے اغماض تو کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

اسی پیغام میں اقبال نے مجھے میرے تمام سوالوں کا جواب دے دیا۔ اس نے بڑے معنی خیز لفظوں میں مجھ سے کہا کہ اگر کوئی انسان بحیثیت فرد کوئی کوتاہی کرتا ہے تو فطرت اس کو معاف کر دیتی ہے مگر جب ایک قوم اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتی ہے تو فطرت ایسے گناہوں کو کبھی معاف نہیں کرتی۔ جب میں نے اس سوال کی تشریح قرآن کریم سے پوچھی تو قرآن نے جواب دیا کہ ہاں جب قوم لوط اجتماعی بے حیائی کی مرتکب ہوئی تو

فلما جآء امرنا جعلنا عاليها سافلها و امطرنا عليها حجارة من سجيل لا منضود (هود:٨١)

جب بنی اسرائیل نے جب اجتماعی نافرمانی کی تو ان کے نشان تک مٹا دیئے،

جب قوم ثمود نے نافرمانی کی منازل طے کیں تو عبرت کا نشان بن گئی اور ان کو زمین پر بیخ کر دکھ دیا۔

جب فرعون نے سرکشی کی سمندروں میں غرق ہو گیا۔

Marfat.com

جب اللہ تعالیٰ کے ماننے والی مسلمان قوم نے قرآن کے سبق کو بھلایا تو بغداد بار بار اجڑا اور بار بار بسا۔

جب انہوں نے جہاد سے رخ کو موڑ لیا تو ان کی اپنی سرحدیں بھی محفوظ نہ رہیں۔

اور جب ان کی عورتوں نے فیشن کو اپنانا اپنی آزادی خیال کیا تو ان پر بربادی کو لازمی کر دیا گیا۔

بات کرتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے، لیکن شتر مرغ کی طرح آنکھیں بند کر کے حقیقت سے طوطا چشمی کرنا بھی جہالت اور لاعلمی ہے، بددیانتی ہے، خیانت ہے، نقص عہد ہے، چور بازاری ہے، سمگلنگ ہے، قمار بازی ہے، خرابی وفساد ہے، باہمی انتشار ہے، ہلاکت اور بربادی، پڑوسی کے بھوک سے بلکتے بچوں کی چیخ وپکار ہماری بسنت کے ہلے گلے میں دب کر رہ جاتی ہیں۔ آج ہم سرفروش ہونے کی بجائے ضمیر فروس، قلم فروش، علم فروش بلکہ قوم فروش بن چکے ہیں۔ لگتا ہے کہ ہر آنکھ اندھی ہو چکی ہے، ہر کان بہرا ہو چکا ہے، ہر دل نے دھڑکنا چھوڑ دیا ہے، ہر ہاتھ شل ہے، ہر پاؤں مفلوج ہے، اور ہر دماغ ماؤف ہو چکا ہے۔

آج صورتحال یہ ہے کہ ہر جگہ پر مسلمانوں کا ناحق خون بہہ رہا ہے، ہزاروں خواتین اپنی عزت بچانے کے لئے ابن قاسم کو پکار رہی ہیں، ہزاروں بچے اپنی دادرسی کے لئے آنے والے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی فوجوں کے راہ تک رہے ہیں۔ ابن قاسم اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مجاہد یہاں کہیں بھٹک رہے ہیں۔ ان کی توانائیاں اصل سمت میں لگانے والی قیادت موجود نہیں ہے۔ ان کی قیادت کسی وقت کوئی قرآن کا قاری سنبھالے گا اور یوں وہ پیغمبر اعظم ﷺ کے تعین کردہ انسانیت کے اصولوں پر عمل کر کے انسانیت کو انسان غلامی سے نجات دلائے گا۔

بس ہمیں ایسی مائیں پیدا کرنا ہیں جو ہمارے خالد و قاسم کو ضائع ہونے سے

Marfat.com

بچائیں، ان مجاہدوں کی تربیت کر کے ان کو صداقت، امانت، دیانت، شجاعت، عزت، غیرت، حمیت کا سبق پڑھائیں، اپنے بچوں کو سبق شہبازی کا دیں اور اپنی خواتین کو شرعی حقوق سے سرمو انحراف نہ برتنے دیں تو نصرت الٰہی کے دروازے ہم پر کھل جائیں گے اور ہم ایک بار پھر دنیا کی امامت کے اہل بن جائیں۔

......☆......

سوچ اپنی اپنی مگر منزل ایک

یہ بات روزروشن کی طرح عیاں ہے کسی بھی خاتون کی گود اس قوم کے مستقبل کی پہلی درسگاہ ہوتی ہے۔اسلام نے اپنی عورت کو جتنے حقوق دیئے ہیں۔کوئی اور مذہب ان کے بارہ میں سوچ بھی نہیں سکتا۔اسلام صرف ان کو یہ کہتا ہے کہ اسلام اور قرآن کی حدود میں رہ کر جو چاہو کرو۔اسلام خواتین پر نہ تو میدان جنگ میں پابندی لگاتا ہے اور نہ ہی میدان علم وفن میں۔ بلکہ اسلام تو عورت کو ماں بنا کر اس کے قدموں میں جنت رکھ دیتا ہے۔بیٹی بنا کر اس کے وجود میں پیار، محبت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بھر دیتا ہے۔بہن بنا کر بھائی کی عزت اور عظمت کا اس کو پتلا بنا دیتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بیوی بنا کر اس کو اپنے گھر کی ملکہ بنا دیتا ہے۔اس کے نان ونفقہ کا بڑے احسن انداز میں انتظام فرماتا ہے۔ماں کا نان نفقہ اولاد کے ذمہ، بہن کا بھائی ذمہ دار ہے، بیٹی کا کفیل باپ اور بیوی کا کفیل اس کا شوہر بن جاتا ہے۔اسلام نے عورت کو کسی حال میں بھی لاوارث نہیں رہنے دیا۔یہاں یہ بات کہنا بجانہ ہوگا کہ اسلام نے عورت کو معاشرہ کا سب سے محترم جزو بنا ڈالا ہے۔بقول شاعر......!

تیری ہستی کو چند لفظوں میں سمیٹوں کیسے
تیرا کردار تو لگتا ہے مجھے آکاش کی طرح

تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات طشت از بام ہوتی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں

Marfat.com

عورت کی اپنی کوئی پہچان نہ تھی۔ اس کا وجود بدی و برائی کا محور تصور کیا جاتا تھا۔ مگر جب اسلام کے پودے نے اپنی جڑیں اس دنیا میں گاڑیں تو سب سے پہلے زمانے کی ٹھکرائی ہوئی عورت نے اس کی صداقت پر لبیک کہا۔ اسی عورت نے اسلام کی خاطر اپنا مال قربان کیا۔ اسی عورت نے اسلام کی خاطر سب سے پہلے اپنی جان کی قربانی پیش کی اور جب رسول اللہ ﷺ میدان احد میں زخمی ہو گئے تو سب سے ایک عورت نے آپ ﷺ دل گیری کی اور وہی عورت پھر رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی خاطر سینہ سپر ہو گئی۔

اسلام عورت پر گھر سے نکلنے پر ہرگز پابندی نہیں لگاتا مگر ضرورت کے تقاضوں کے مطابق۔ اسلام نے عورت کو گھر میں رہ کر اپنے بچوں کی نگہداشت کی انتہائی کٹھن ذمہ داری سونپ رکھی ہے کہ وہ گھر میں رہ کر اپنی خدمات سرانجام دے۔ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کرتی ہے کہ اے اللہ کے رسول ہم کسی طرح مردوں کے ساتھ اجر و ثواب میں برابر نہیں ہو سکتیں وہ مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرتے ہیں اور ہمیں گھر میں رہ کر ادا کرنا ہوتی ہے، وہ میدان جہاد میں جا کر جہاد کرتے ہیں اور ہم جہاد کے ثواب سے یکسر محروم رہ جاتی ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمھارا گھر میں رہ کر جہاد کرنیوالے مردوں کی خدمت کرنا ہی جہاد ہے۔

مگر دور حاضر کا تہذیب یافتہ معاشرہ عورت کی آزادی مانگتا ہے اور یہ آزادی پچھلے چند سالوں سے ہمارے شرفاء کے ہاں عود کر آئی ہوئی ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ کچھ ترقی پسند بلکہ اسلام سے بے زار خواتین مغربیت کو اپنا چکی ہیں۔ اگر اس امر کا مشاہدہ کرنا ہے تو صرف اپنے شہر کے کسی معروف روڈ پر شام کو جا کر نظارہ کر لیں، آپ کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی۔ نوجوان لڑکیوں نے اس قسم کا تنگ لباس پہن رکھا ہوتا ہے کہ جسم کا ہر حصہ مستور رہنے کے باوجود عریاں ہوتا ہے، وہ ہر سو، نامحرم مردوں کے سامنے قہقہے اور جلوے بکھیر رہی ہوتیں ہیں، کسی نے تا بہ کمر جیکٹ پہنی ہوتی ہے اور کسی نے تنگ سی پتلون، اور پنڈلیاں ننگی ہوتی ہیں...... معاذ اللہ، کسی نے چھوٹا سا ریشمی جانگیا کہ رانوں کا

Marfat.com

بالشت بھر حصہ عریاں ...... کسی نے پہلوانوں کی طرح لنگوٹ...... زیب تن کیا بھرے بازار میں اپنے جسم کی نمائش کرتی نظر آتی ہے۔ان کے پروردہ نوجوانوں کے گروہ ان کا پیچھا کرتے ہوئے دکھائی دینگے۔ان عفت فرسا حسیناؤں کے ہمراہ والد اور بھائی بھی ہوتے ہیں......اور ہر کسی کو آزادی ہے۔ چاہے جس پر ڈورے ڈالے.....آزادی ہے، جس سے چاہے دوستی گانٹھ ...... لے آزادی ہے بلکہ وہ تو خوش ہوتے ہیں کہ ان کی بیٹی ،بہن شمع محفل بنی ہوئی ہے۔

کسی دور میں مسلمان اس قدر باغیرت تھے کہ وہ اپنی مستورات پر سورج کی نگاہ بھی نہیں پڑنے دیتے تھے لیکن دور حاضر کی روشن خیالی نے ہمیں اتنا روشن کر دیا کہ اس نے لڑکوں کو غیرت اور لڑکیوں کو حیاء وحجاب سے محروم کر کے رکھ دیا ہے۔بعض مغرب زدہ مرد کہتے ہیں:۔

''اجی! عورتوں کو مردوں کے دوش بدوش پھرنے سے ان میں ہم آہنگی اور اعتماد کی فضا پیدا ہوتی ہے اور یوں ترقی کے مواقع بڑھتے ہیں جس سے ملک ترقی کرے گا۔''

کوئی ان سے پوچھے کہ آپ کے ہاں ترقی کا مفہوم کیا ہے؟ خواتین کو بے حیاء و بے حجاب بنانے سے کس قسم کی ترقی ہوتی ہے؟ اور یورپ کی موجودہ علمی و صنعتی ترقی میں وہاں کی بے حجاب عورت کا کتنا حصہ ہے؟ انہوں نے کیا کیا ایجادات کیں؟ کائنات کے کون سے راز دریافت کئے؟ اور علوم وفنون میں کیا اضافہ کیا؟۔ اتنا ہی سنا ہے کہ ان کی بدولت یورپ کا معاشرہ سنڈاس سے زیادہ متعفن ہو چکا ہے، یورپ اس بلائے بے درماں کا علاج سوچ رہا ہے اور ہم ہیں کہ اس غلاظت کو مشک وعنبر سمجھ کر اس پر جان چھڑک رہے ہیں۔

Marfat.com

قصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں
گواہ اس کی شرافت پہ ہیں مہ و پرویں
فساد ہے یہ فرنگی معاشرت کا کہ مرد
جہاں شناس ہے لیکن زن شناس نہیں

یہ منظر دیکھ کر دماغ میں کئی طرح کے سوالات ابھرتے ہیں...... لیکن مسلمان اتنا بے غیرت تو نہیں کہ وہ لوگوں کو اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو دکھاتا پھرے، حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنے ذہنوں سے اسلام کے نظام حیات کو نکال کر اوروں کی نقالی شروع کر دی ہے۔

ہمارا ماضی تابناک ہے۔ مسلم خواتین نے اسلام کی متعین کردہ حدود میں رہ کر زندگی کے ہر میدان میں وہ کارہائے نمایاں دکھائے کہ دنیا عش عش کر اٹھی۔ بدر سے لے کر احد تک، خیبر سے لے کر حنین تک، تبوک سے لے کر یرموک تک۔ جنگ قادسیہ سے لے کر جنگ جسر تک، اور معرکہ ہائے دمشق سے لے کر میسان تک کے ہر میدان میں انہوں نے بہادری اور جرأت کے لازوال جوہر دکھائے۔ اس دوران نہ تو انہوں نے حجاب کو قربان کیا اور نہ ہی سورج نے ان کے حسنِ بے مثال پر اپنی نگاہ ڈالی۔ ماہتاب کی کرنیں ان کے بالوں کی سیاہی سے ناآشنا تھیں۔ حقیقت میں وہ تمام معزز خواتین اسلام کے اصولوں کی پابند تھیں انہوں نے اسلام کے معاملہ میں کسی قسم کا سمجھوتا نہ کیا تو زمانہ نے ان کی شرافت، پاکبازی اور شہہ بازی کے ترانے گائے۔

آج کے تباہ حال معاشرہ سے میری یہ درخواست ہے کہ ابھی کچھ بھی نہیں بگڑا، یہ معاشرہ اب بھی پل بھر میں سنور سکتا ہے۔ آج بھی سورج ہماری پاکباز خواتین کے حسن و جمال کی ایک جھلک کو ترس سکتا ہے۔ آج بھی چاند ان عفت مآب بیٹیوں، بہنوں اور ماؤں کے آنچل سر سے اتر جانے پر بادل کا نقاب اوڑھ سکتا ہے۔ اور یقیناً ایسا ہو سکتا ہے مگر شرط اسلام کے اصولوں پر سختی سے کاربند ہونے کی ہے۔

Marfat.com

ہمارے پاس سب کچھ ہے......

صحابیات رضوان اللہ علیہم کی سیرت کے درخشان پہلو۔ سرکار مکی و مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعین کردہ ہمہ گیر اصول...... قرآن کے اٹل ضابطے...... صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی زندگیوں کے درخشاں پہلو...... کتاب وسنت کی درسگاہیں...... علمی گہما گہمیوں کے مدارس...... دین ابراہیمی کی بنیادیں...... فکر وعمل کی تجربہ گاہیں...... ماہ و سال نفس کے مہینے...... مساجدوں کے منبر...... حسن تربیت کے میدان...... حسن کلام کے خطبات...... سرور دو عالم ﷺ کی قیادت...... صلح جوئی کے ذخائر...... عدل وانصاف کے قوانین...... جدید انداز زندگی...... فقیری کی روش...... صبر وشکر کی راہیں......، زہد وتقویٰ کے معیار...... اور سب کچھ......

تو آؤ...... مل کر سید الصفاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں۔ دور حاضر کے فرسودہ اور ناپاک نظام زندگی کا بائیکاٹ کریں...... **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کا پرچار کریں۔ قرآن کو اپنے سینوں میں بسائیں۔ اپنے بچوں کو لیلیٰ و مجنوں کے قصے سنانے کی بجائے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صداقت اور خدیجہ رضی اللہ عنہ کی شرافت کی داستانیں سنائیں۔ اپنے معاشرہ کی بنیادیں رسول اللہ ﷺ کی تعمیر کردہ عمارت پر استوار کریں۔ اپنی عورتوں کو ان کا جائز اور قانونی حق دلائیں جس کا قرآن کریم نے ہمیں حکم دیا ہے۔ اسی میں ہماری بقاء ہے...... یہی اللہ تعالی کا فرمان ہے:۔

> اے نبی مکرم ﷺ اپنی بیبیوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیں کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے مونہہ پر ڈالے رہیں (اور سر، چہرے کو چھپائیں جب کسی حاجت کے تحت ان کو گھر سے نکلنا ہو) یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو (کہ یہ حرہ ہیں) تو ستائی نہ جائیں (اور منافقین ان کے درپے نہ ہوں منافقین کی عادت تھی کہ وہ باندیوں کو چھیڑا کرتے تھے اس لئے حرہ عورتوں کو حکم

دیا کہ وہ چادر سے جسم ڈھانپ کر سر اور مونہہ چھپا کر باندیوں سے
اپنی وضع ممتاز کر دیں) اور اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

﴿الاحزاب:۵۹﴾

نیاز مند

محتاج شفقت و دعا محمد یٰسین سروہی

کتابیات

☆	**قرآن مجید**		
☆	زبور		
☆	تورات		
☆	انجیل		پاکستان بائیبل سوسائٹی
☆	پیر کرم شاہ الازہری	ضیاء النبی (پانچ جلدیں)	ضیاء القرآن پبلیکیشنز
☆	ڈاکٹر ماجد علی خاں	سیرۃ خاتم الانبیین ﷺ	پروگریسو بکس، ۴۰ بی اردو بازار لاہور
☆	سیدنا مولانا محمد ادریس کاندھلوی	سیرۃ المصطفٰی ﷺ	مکتبہ عثمانیہ لاہور
☆	امجد رؤف	عکس سیرت سیارہ ڈائجسٹ	۱۶ بی سانده روڈ لاہور
☆	امام فخر الدین رازی	تفسیر کبیر	مطبع العامرہ مصر
☆	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	صحیح بخاری	مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور

Marfat.com

☆	ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری	صحیح مسلم	مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور
☆	عبدالمالک بن ہشام	السیرۃ النبویہ	قاہرہ 1955
☆	امام محمد ابوزہرہ	خاتم النبیین	دارالفکر العربی قاہرہ
☆	عبدالرحمان بن خلدون	التاریخ	بیروت، 1966
☆	سرسید احمد خان	مقالات سرسید احمد خان، الخطبات الاحمدیہ فی العرب والسیرۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم	لاہور، کراچی۔ 1887
☆	علامہ محمود آلوسی	روح المعانی	مصر
☆	شیخ اسماعیل حقی	روح البیان	استنبول پریس ترکی
☆	علامہ جزری	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	مکتبہ اسلامیہ تہران
☆	محمد بن سعد	طبقات ابن سعد	دارالبیروت 1965
☆	علامہ ابن حجر	فتح الباری	طبع مصر
☆	علامہ عینی	عمدۃ القاری	مصر
☆	سید محمود البغدادی	بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب	دارالکتب العلمیہ، بیروت
☆	محمد بن جریر ابوجعفر الطبری	تاریخ طبری، تاریخ الرسل الملوک	مصر 1965
☆	محمد یوسف الشامی	سبل الہدی	الاہرام تجاریہ قاہرہ
☆	الماوری	اعلام النبویہ	دارالکتب العلمیہ مصر
☆	محمد حسین ہیکل	حیات محمدؐ	اردو بازار لاہور
☆	مولانا محمد زکریا کاندھلوی	حکایات صحابہ	دہلی
☆	مولانا عبدالحق حقانی	تفسیر حقانی (تمام جلدیں)	دیوبند انڈیا

Marfat.com

☆	مولانا عاشق الٰہی میرٹھی	تاریخ اسلام	دیو بند انڈیا
☆	ابوالبرکات عبدالرؤف داناپوری	اصح السیر	کراچی 1957
☆	سید ابوالاعلیٰ مودودی	الجہاد فی الاسلام	لاہور۔1967
☆	اکبر شاہ خان نجیب آبادی	تاریخ اسلام	کراچی۔1970
☆	ڈاکٹر محمد آصف قدوائی	مقالات سیرۃ لکھنو	لکھنو۔1967
☆	سید سلیمان ندوی	سیرۃ النبی	دارالمصنفین اعظم گڑھ۔انڈیا1955
☆	قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری	رحمت للعالمینؐ	الفیصل ناشران غزنی سٹریٹ 1953
☆	شمس الدین محمد بن عبدالمالک بن اقیم الجوزی	زادالمعاد	مصر
☆	محمد بن عبدالباقی الزرقانی	شرح المواھب اللدنیہ	مصر 1956
☆	محمد یٰسین سروہی	شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درخشان پہلو	مشتاق بک کارنر۔الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
☆	محمد یٰسین سروہی	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عدالتی فیصلے	مشتاق بک کارنر۔الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
☆	طالب ہاشمی	تذکار صحابیات	البدر پبلیکیشنز لاہور
☆	مولانا قاضی اطہر مبارکپوری	خواتین اسلام کی دینی و علمی خدمات	احمد اکیڈمی۔لاہور
☆	امجد رؤف	سیارہ ڈائجسٹ۔صحابیات رضی اللہ عنہ نمبر	لاہور
☆	الحاج محمد حسین گوہر	شمع رسالت کے پروانے	نظریہ پاکستان اکادمی

Marfat.com

☆	مولانا سعید احمد انصاری	سیر الصحابیات رضی اللہ عنہ معہ اسوہ صحابیات رضی اللہ عنہ	مشتاق بک کارنر۔الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
☆	محمد یٰسین سروہی	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	مشتاق بک کارنر۔الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
☆	محمد یٰسین سروہی	ننھے رسول صلی اللہ علیہ وسلم	مشتاق بک کارنر۔الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
☆	محمد یٰسین سروہی	خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم کے عدالتی فیصلے	مشتاق بک کارنر۔الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
☆	محمد یٰسین سروہی	اسلام امن وسلامتی کا درس دیتا ہے	مشتاق بک کارنر۔الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
☆	محمد یٰسین سروہی	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی	مشتاق بک کارنر۔الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
☆	مولانا محمد یوسف کاندھلوی	حیاۃ الصحابہ (رضوان اللہ علیہم)	مشتاق بک کارنر۔الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
☆	ڈاکٹر عبدالرحمٰن رافت پاشا	زندگیاں صحابہ (رضوان اللہ علیہم) کی	مشتاق بک کارنر۔الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
☆	شاہ معین الدین احمد ندوی	تاریخ اسلام	مشتاق بک کارنر۔الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
☆	شاہد محمود	سو عظیم شخصیات	مشتاق بک کارنر۔الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

......☆......

Marfat.com

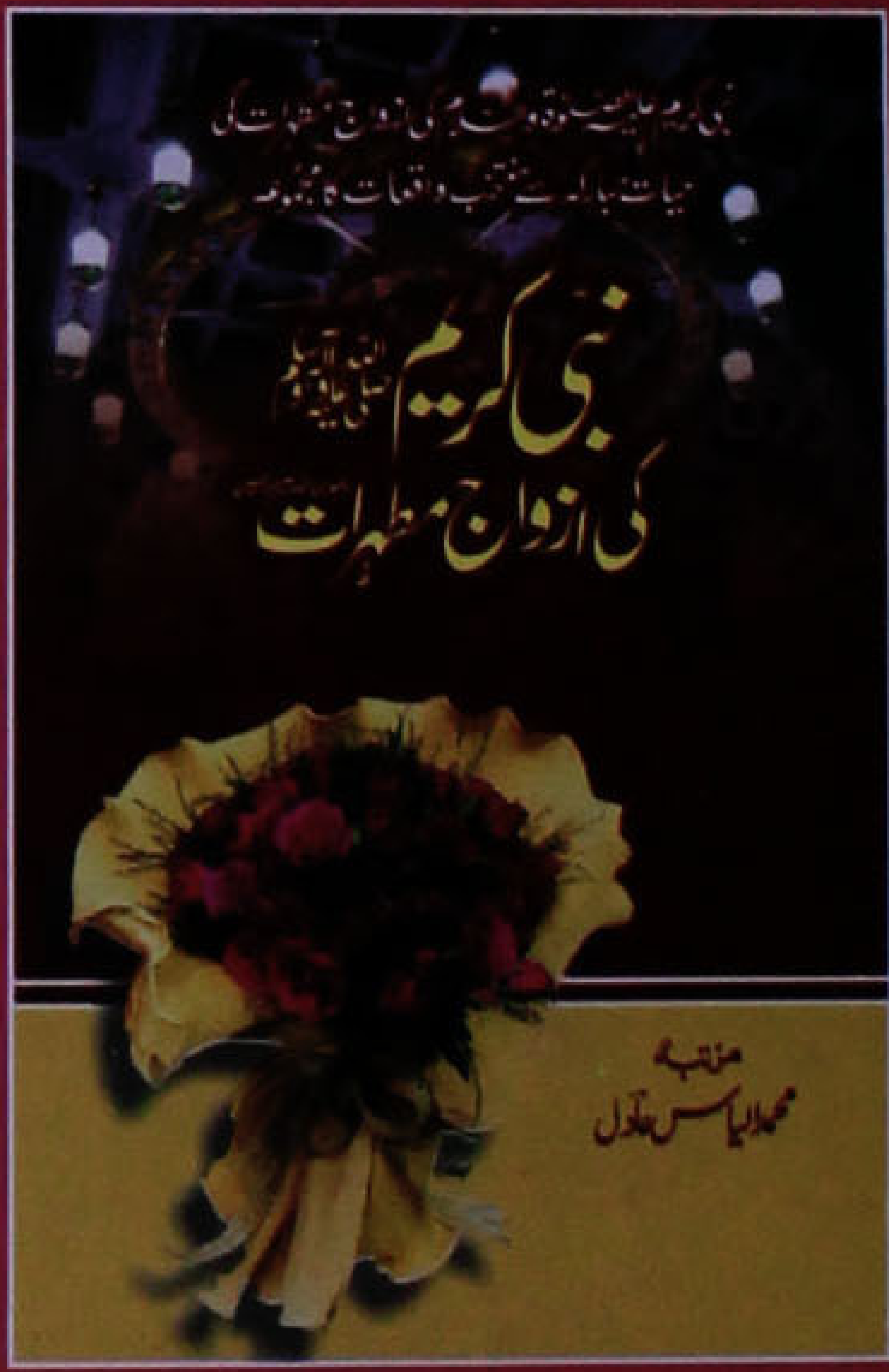
نبی کریم ﷺ
کی ازواج مطہرات
مرتبہ
محمد الیاس عادل

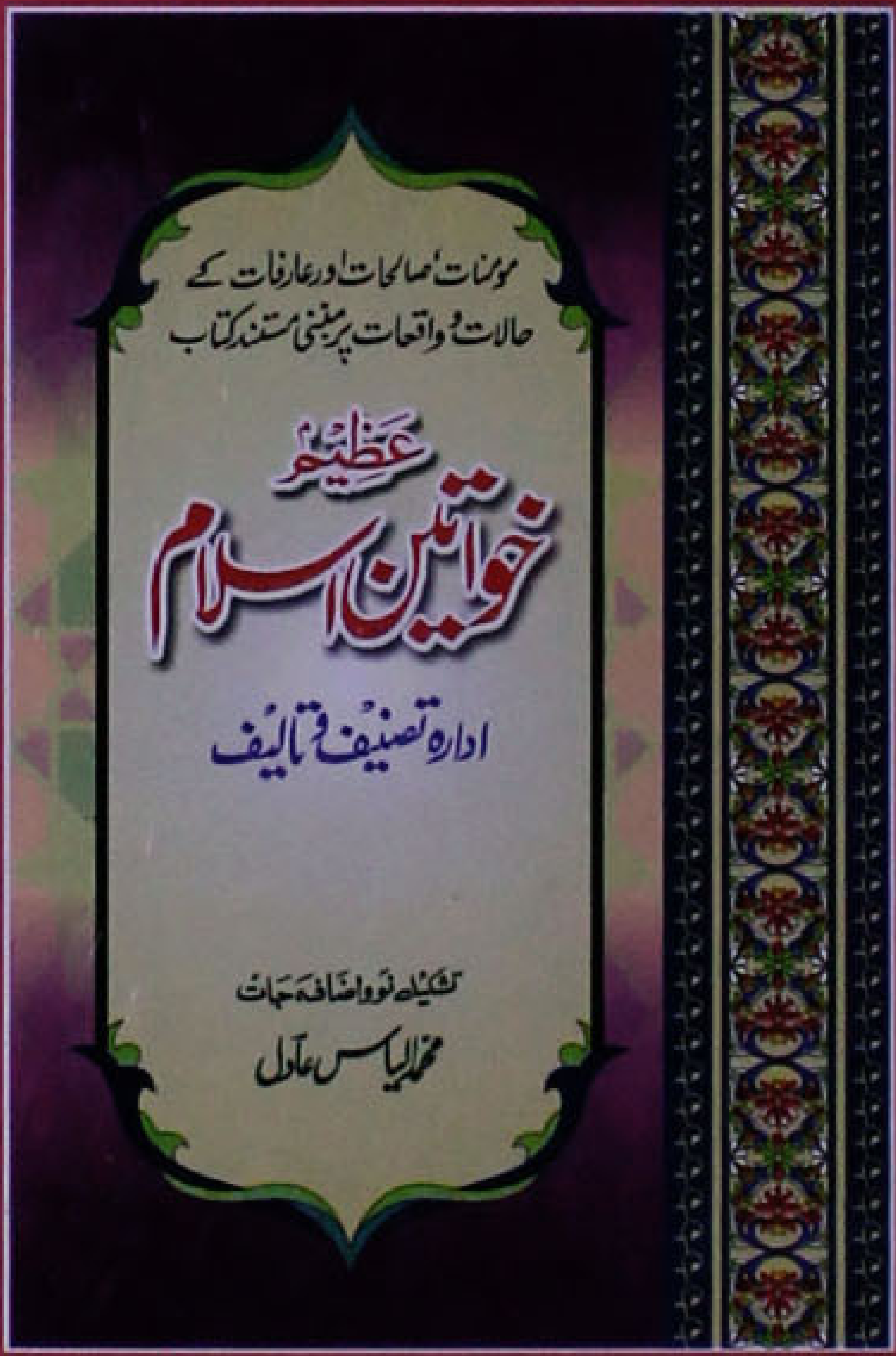
مومنات، صالحات اور عارفات کے
حالات و واقعات پر مبنی مستند کتاب
عظیم خواتین اسلام
ادارہ تصنیف و تالیف
تشکیل نو و اضافہ جات
محمد الیاس عادل

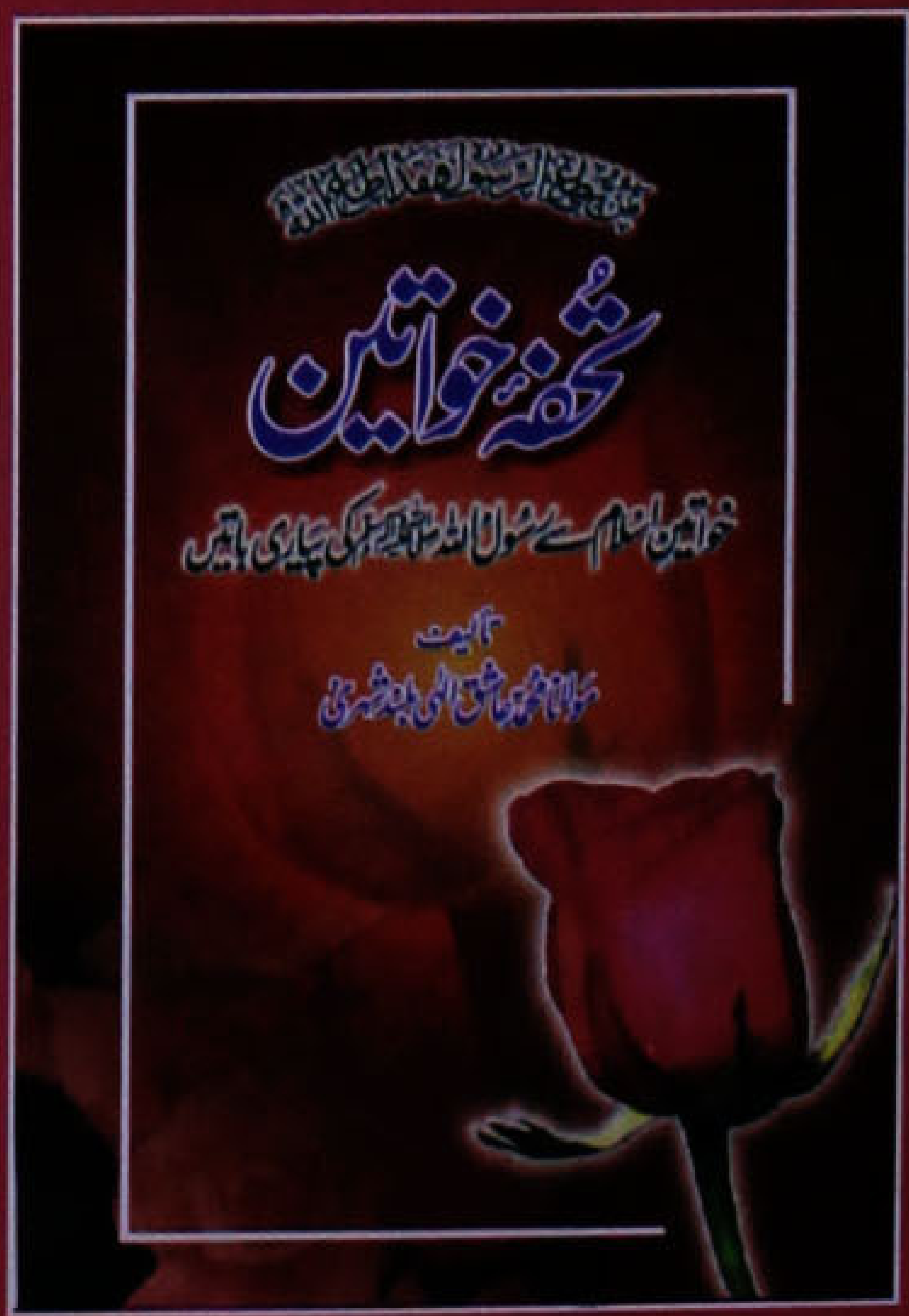
تحفہ خواتین
خواتین اسلام سے رسول اللہ ﷺ کی پیاری باتیں
تالیف
مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری

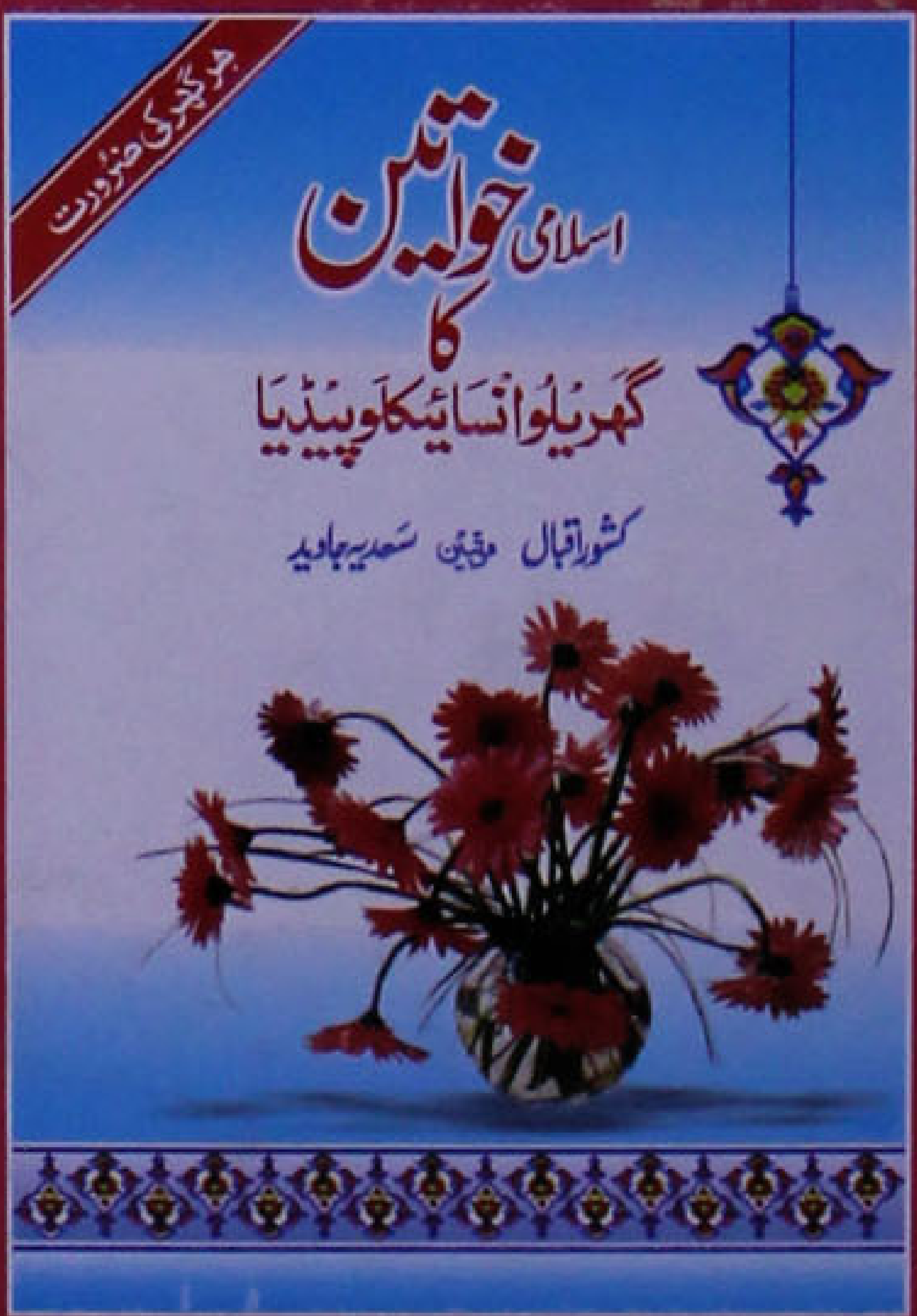
ہر گھر کی ضرورت
اسلامی خواتین
کا
گھریلو انسائیکلوپیڈیا
کشور اقبال
مرتبین
سعدیہ جاوید

Marfat.com